

قَالَ اللَّهُ تَعَالَى إِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسْكِينِ

قَالَ النَّبِيُّ ﷺ

إِنَّ هَذِهِ الصَّدَقَاتِ إِنَّمَا هِيَ أَوْسَاخُ النَّاسِ

لَا تَجِلُّ لِمُحَمَّدٍ وَلَا لِأَلِ مُحَمَّدٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ

الْكَلَامُ الْمَلَوَّى

فِي تَحْقِيقِ

عِبَارَةِ الطَّلَوَّى

مؤلفه

شيخ الحدیث حضرت مولانا محمد سیر فراز خان مدظلہ

مکتبہ اسلامیہ دارالعلوم دیوبند

قَالَ اللَّهُ تَعَالَى

يَتَجَنَّبُ الصَّدَقَاتِ الْفَقْرَاءَ وَالْمَرْغُوبِينَ

یعنی زکوٰۃ فقراء اور مساکین کے لیے ہے نہ

قل اللہ علی اللہ علیہ وسلم

إِنَّ هَذِهِ الصَّدَقَاتِ لِنَاصِيحِ أَوْسَاحِ النَّاسِ وَإِنَّهَا لَا تَحِلُّ لِمُحَمَّدٍ

وَلَا لِأَلِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ یہ زکوٰۃ غریبوں اور گریں کے ہاں کی میل کھیل ہے نہ تو وہ

میرے لیے حلال ہے نہ میری آل کے لیے

الْكَلَامُ الْحَاوِي

فی تحقیق

عِبَارَةِ الطَّحَاوِي

جس میں بڑی تحقیق اور جستجو سے صحیح احادیث، حضرات صحابہ کرام، تابعین، ائمہ اربعہ اور مختلف مکتب فکر کے جہوں و فتناء کا نام سے باحوالہ یہ ثابت کیا گیا ہے کہ سادہ سادگی سے زکوٰۃ عشرۃ زکوٰۃ کی طرح واجب قسم کا کوئی بھی صدقہ جائز نہیں اور جن حضرات کو حضرت ام المومنین کی اس عبارت سے جواز کا شائبہ ہے اس کو خوب ناسخ کیا گیا کہ وہ ہرگز جاننے کے قابل نہیں ہیں نیز دیگر کسی ضمنی اور علمی و تحقیقی ابحاث میں جو صرف پڑھنے سے تعلق رکھتی ہیں

وَاللَّهُ يَقُولُ الْحَقَّ وَهُوَ يَهْدِي السَّبِيلَ

محمد سرفراز خاں خطیب جامع مسجد گکھڑ — ۲۵ ذی الحجہ ۱۳۶۲ھ

جملہ حقوق بحق، منتبہ صفدیہ گوجرانوالہ محفوظ ہیں۔

طبع پنجم مئی ۲۰۰۷ء

نام کتاب الکلام المحادی

مؤلف شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد رفیع خاں صفدی دام مجیدہم

تعداد ایک ہزار

مطبع مکی مدنی پرنٹرز لاہور

ناشر مکتبہ صفدیہ نزد مدرسہ نصرۃ العلوم گھنٹہ گھر گوجرانوالہ

قیمت ۶۰/- (ساتھ روپے)

ملنے کے لیے

- ☆ مکتبہ حلیمیہ جامعہ بنوریہ سائٹ کراچی نمبر ۱۶ ☆ مکتبہ قاسمیہ جشد روڈ، بنوری ٹاؤن کراچی
- ☆ مکتبہ حقانیہ ٹی بی ہسپتال روڈ ملتان ☆ مکتبہ امدادیہ ٹی بی ہسپتال روڈ ملتان
- ☆ مکتبہ مجیدیہ بوہڑ گیٹ ملتان ☆ مکتبہ سید احمد شہید اردو بازار لاہور
- ☆ مکتبہ رحمانیہ اردو بازار لاہور ☆ دارالکتاب عزیز مارکیٹ اردو بازار لاہور
- ☆ مکتبہ قاسمیہ اردو بازار لاہور ☆ مکتبہ رشیدیہ حسن مارکیٹ چکوروہ سوات
- ☆ مکتبہ العارفی جامعہ امدادیہ فیصل آباد ☆ مکتبہ امدادیہ حسینیہ پنڈی روڈ چکوال
- ☆ مکتبہ نعمانیہ کبیر مارکیٹ لکی مروت ☆ مکتبہ رشیدیہ سرکی روڈ کوئٹہ
- ☆ مکتبہ فریدیہ الی سینون اسلام آباد ☆ مکتبہ رحمانیہ محلہ جنگی پشاور
- ☆ مکتبہ حنفیہ فاروقیہ اردو بازار گوجرانوالہ ☆ کتب خانہ رشیدیہ راجہ بازار راولپنڈی
- ☆ کتاب گھر شاہ جی مارکیٹ کلکتہ

فہرست مضامین

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۲۶	احکام القرآن کا حوالہ	۸	عزیز حال - تقاریر
۲۸	رد المحتار المعانی کا حوالہ	۱۰	دیباچہ طبع دوم
"	ابن کثیر " " "	۱۲	دیباچہ طبع اول
"	" " " " "	۱۳	سبب تالیف
۲۹	تفسیر احمدی " " "	۱۹	پہلا باب
۳۰	تیسرا باب	"	زکوٰۃ کا لغوی معنی
"	بخاری کا حوالہ	۲۰	زکوٰۃ کا شرعی معنی
"	حضرت ابو ہریرہؓ کا نام	"	سن فرضیت زکوٰۃ
"	بخاری کی کل احادیث	۲۲	دوسرا باب
۳۱	تجربہ کا معنی اور اس کے مصنف	۲۳	مصادف زکوٰۃ از قرآن مجید
"	مسلم کا حوالہ	۲۴	مولفہ " القلوب کا ساقط ہونا
"	مسلم کی تمام احادیث	۲۵	اجماع حضرات صحابہؓ کا حجت ہونا
"	نسائی کا حوالہ	"	شرائط وجوب زکوٰۃ
۳۲	طبقات حدیث اجماع	"	نصاب زکوٰۃ اموال
"	کتب احادیث کے اسامیہ	"	سونے اور چاندی کو ملانے کی حکمت
۳۳	ترمذی کا حوالہ	۲۶	رجوع الحدیث
"	کل احادیث ترمذی	"	باشمی کے لیے زکوٰۃ کا ناجائز ہونا

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۳۸	فتح الباری کا حوالہ	۳۳	البراد و ذکر کا حوالہ
۳۹	مجموع شرح مذهب کا حوالہ	"	مجمع الزوائد
۴۰	نور دینی	"	مشکوٰۃ شریف
۴۱	قسطانی	"	مکمل احادیث مشکوٰۃ
"	سبل السلام	"	بعض شرح مشکوٰۃ
"	محشی ابن حزم	۳۵	مسندک کا حوالہ
"	عون المعبود	"	مسند احمد
۴۲	بذل المجهود	"	تفسیر طبری
"	فرقہ زیدیہ کی تعریف	"	مصنف ابن ابی شیبہ
"	موافق و شارج موافق کون ہیں؟	"	ان کا حدیث میں درجہ
۴۳	لفظ شیعو کا معنی؟	"	کنز العمال کا حوالہ
"	معالم السنن کا حوالہ	"	زیلعی
"	ہاشم کا نسب نامہ	۳۶	درایہ معنی - طحاوی
۴۴	مسنوی کا حوالہ	"	کتاب الرد کا حوالہ
۴۴	مصنفی	"	مسند احمد کا حوالہ
۴۵	العرف الشذی کا حوالہ	"	طحاوی کا حوالہ
۴۵	امام زلیخا دو ہیں	۳۷	میزان الاعتدال
۴۶	العرف الشذی کی عبارت میں کلام	۳۷	کتاب الاموال کا حوالہ
۵۰	امام رازی کا فن حدیث میں درجہ	۳۸	پتو تھا باب
"	اشترک المذہبات کا حوالہ	"	

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۶۸	قاضی خاں کا حوالہ	۵۱	اعداد السن کا حوالہ
"	سراجہ " "	"	عمدة القاری " "
"	عالمگیری " "	۵۳	ابو عصمہ میں کلام
"	شرح تنویر " "	۵۵	واضع حدیث کے لیے تشدید
"	در مختار " "	۵۶	عمدة القاری کی عبارت کے اہم فوائد
۶۹	شامی " "	۵۷	ہامش نسائی کا حوالہ
۷۰	ہشتم کے لغوی معنی؟	۵۸	ہامش مشکوٰۃ " "
۷۲	شامی کی عبارت کے فوائد	"	تحفۃ الاحوذی " "
۷۳	رحمۃ الامت کا حوالہ	"	فتح الملعون " "
"	نیل الاوطار " "	"	بنو ہاشم اور بنو مطلب میں حضرات ائمہ کا
۷۴	شرح بدایہ " "	"	اختلاف اور فیصلہ کن بات
"	حجتہ اللہ ربانہ " "	۶۵	پانچواں باب
"	بحر الرائق " "	"	مبہوط کا حوالہ
۷۶	بحر الرائق کی عبارت کے فوائد	۶۶	قدوری " "
۷۷	بنو ہاشم کی تفسیر	"	ہدایہ " "
۷۸	اصناف کے کچے کتنے تھے؟	"	کنز الدقائق " "
۷۹	الوطار کے اسلام اور کفر پر مکمل بحث	"	شرح وقایہ " "
۸۲	مرسل صحابی حجت	"	فتح القدیر " "
۸۶	حضرت علیؑ کی روایت	۶۷	عنایتہ " "
"	متعدد کتب حدیث کے فوائد	"	اہل ظاہر کا قول اجماع میں مغل نہیں ہو سکتا۔

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۱۰۱	محمل نزاع عبارت کا معنی؟	۸۷	محمد بن اسحاق کا درجہ حدیث میں
۱۰۳	فتح المسلم سے تائید	۹۱	اس کا درجہ تاریخ میں
۱۰۴	سبب غلطی	۹۳	حضور کی چھو بھیاں
۱۰۵	امام طحاوی ہی کی عبارت سے تائید	۹۴	مراقی الفلاح کا حوالہ
۱۰۷	بعض دیگر وجوہ ترجیح	"	فتاویٰ برہنہ
۱۰۸	علت حرمت صدقات بر بنی ہاشم	"	مالا بدینہ
۱۱۰	اہل بیت کی صحیح تفسیر	"	کیمیائے سعادت کا حوالہ
۱۱۲	ضمیمہ زکوات کی طرف عائد ہو سکتی ہے	۹۵	ہشتی زیور
۱۱۳	سبب حرمت طعن بر قربت نہیں ہو سکتا	"	تعلیم الاسلام
۱۱۷	خمس الخمس بھی علت نہیں ہو سکتا	"	حقوق و فرائض
"	حرمت صدقات بر بنی ہاشم کی روایت	"	المصالح العقلیہ و النفعیہ کا حوالہ
"	اس روایت پر نقل و بحث فیصلہ کن کلام	"	فتاویٰ رشیدیہ
"	راوی پر کلام	"	رسائل الارکان و رجۃ اللعالمین کا حوالہ
۱۲۰	امام حاکم کا فن حدیث میں کیا درجہ ہے	"	براہین قاطعہ
"	سنی ہیں یا شیعہ؟	۹۶	فتاویٰ انشرفیہ
۱۲۳	مرسل حدیث کا درجہ	۹۷	فتاویٰ عبدالحی
۱۲۵	حلت حرمت صدقات بر بنی ہاشم کا حوالہ	۹۹	چٹا باب
۱۲۶	حلت صدقات بر بنی ہاشم کی حدیث	"	امام طحاوی کی کتاب سمجھنے میں جن کے غلطی ہوئی
۱۲۷	حضرت ازواج مطہرات پر بھی صدقات عام ہیں	۱۰۰	قہستانی پر کلام
۱۲۹	خطاوی اور منعمہ الخیاتی سے اس کی تائید	۱۰۱	طحاوی کی عبارت

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۱۴۸	اس پر متعدد حوالے	۱۳۰	ایک اعتراض اور اس کا جواب
۱۵۰	شید و دیگر حضرات صحابہ کرام پر عموماً اور حضرت عمرؓ پر خصوصاً طعن کرتے ہیں	۱۳۱	جواز کا فتویٰ محل نظر ہے
۱۵۱	اس سلسلہ کے چند تراشیدہ اشعار	۴	ایک شبہ اور اس کا حل
۱۵۳	بدعات و عادات انہی لوگوں کے پھیلے ہیں	۱۳۲	ساریت کے وہ سبیلین
"	امام عبدالقادر بغدادیؒ اور علامہ خطیب بغدادیؒ	۱۳۳	خاتمہ
۱۵۴	حضرت عمرؓ ہجران کی وسیع کاری سے شہید ہوئے	"	صدقہ فطر کا معنی وغیرہ
۱۵۵	اور فیروز بخاری نے شہید کیا	"	عشر کا معنی اور حکم
۱۵۵	حضرت عثمانؓ کو اسود تجیس نے شہید کیا	۱۳۵	کفارہ قسم کا حکم
۱۵۵	اگر حضرت عمرؓ کی خلافت خاصہ بڑی تھی تو شہر باور	"	نذر کا معنی و حکم
۱۵۵	سے امام حسینؑ کے نکاح کا اور پھر ان سے نہایت بے ادبیاں	۱۳۶	نذر بغیر اللہ حرام ہے
"	کی یہ بات کہ ایک حکم ہو گا جو کچھ دو میں ٹکرائے گی تھی	۱۳۷	حاضرہ ناظر کا مسئلہ
۱۵۶	حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ کی عداوت اور	۱۳۸	حضرات امیر ابو بکرؓ و حمزہؓ رحمہما اللہ تعالیٰ
"	سادہ خلافت کی گاندھی سے تعریف	"	حضرت امام ابو حنیفہؒ
۱۵۷	ہندوؤں کے نزدیک چار دھرموں میں	۱۳۹	حضرت امام مالکؒ
"	تاریخ فرشتہ	۱۴۰	حضرت امام شافعیؒ
"	حضرت علیؓ کی شہادت	۱۴۱	حضرت امام احمد بن حنبلؒ
۱۵۸	حضرت امام حسینؑ کی شہادت	"	حبیبہ ثقیف کا اجمالی تذکرہ
۱۵۹	بقائیں امام حسینؑ کون لوگ تھے؟	"	غریب کی صداقت کی نشانی؟
۱۶۰	اس پر متعدد حوالے	"	اس مذہب کا بانی کون تھا
		۱۴۲	حضرت صحابہ کرامؓ سے عداوت
		"	حضرت ابو بکرؓ کا سفر ہجرت میں
		"	آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ دینا
		۱۴۳	شیدہ اکثر بھی پرکرام کو کافر و مرتد کہتے ہیں
		۱۴۴	ومعاذ اللہ

عرض حال

مضمون چونکہ سب خشک تھا۔ اس لیے مجھے ذاتی طور پر یہ امید نہ تھی کہ کوئی اس رسالہ کو طلب بھی کرے گا۔ مگر چند ہفتوں کے اندر اندر کشمیر دہلی سرحد وغیرہ دور دراز اطراف سے بعض مقتدر علمائے کرام اور طلباء نظام کے کسی خطوط آئے کہ ہمیں رسالہ بذریعہ دی پی روانہ کر دو۔ اور پنجاب کے کئی مقامات سے بعض علماء کرام اور کئی دیگر حضرات خود سفر کی جست برداشت کر کے لکھڑ آئے کہ ہمیں رسالہ دو۔ مگر میں مجبور تھا۔ ان حضرات کو فوراً نہ دے سکا۔ مجبوری یہ تھی کہ اہقر نے بعض علماء کرام کے پاس برائے تقریظ و اظہار رائے چند رسائل بھیجے ہوئے تھے اور خیال یہ تھا کہ اگر کوئی مضمون خلاف واقع ہو تو اس کی درستی کر لی جائے اور پھر رسالہ تقسیم ہو۔ بحمد اللہ تعالیٰ ذیل کی تقاریظ موصول ہو گئیں اور دل مطمئن ہو گیا اور کتاب بھٹوڑے ہی عرصے میں نکل گئی۔

تقاریظ علماء کرام

حضرت مولانا الحاج الحافظ فقیہ وقت دادیوب عصر و مفتی دارالعلوم دیوبند

مولوی محمد اعجاز علی رحمۃ اللہ علیہ

حامد اومُصلیٰ و مصلیٰ۔ اما بعد

میں نے رسالہ "الکلام الحامی" کو اکثر مواقع سے دیکھا اس کے مصنف عزیز مجرم جناب مولانا مولوی محمد سرفراز خان صفدر (سواتی) ہیں۔ فی الحقیقت زمانہ کی ضرورت کی بناء پر یہ مسئلہ جنل تحقیق تھا۔ مصنف ممدوح نے موجودہ وقت کی بڑی ضرورت

کہ پورا کر دیا ہے۔ اس کی قیمت ایک روپیہ اکٹھ آنے ہے جو کاغذ کی موجودہ گرانے کے اعتبار سے زیادہ نہیں ہے۔ میں دعا گو ہوں کہ ممدوح کو خداوند عالم صحت و عافیت کے ساتھ حیات طویلہ عطا فرما کر اشاعت اسلام اور دین کے مسائل کی تحقیق نیز اسی جملہ مرغیات کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

محمد اعزاز علی غفرلہ : ۳۰ جب ۱۳۶۵ھ

حضرت مولانا سید احمد علی سعید صاحب ^{رحمۃ اللہ علیہ} سابق نائب مفتی دارالعلوم دیوبند

حضرت مفتی (مولانا محمد اعزاز علی صاحب) نے رسالہ الکلام المحامی کے بارہ میں جو کچھ تحریر فرمایا ہے۔ وہ صحیح و صواب ہے۔ مصنف نے جس تحقیق اور ترقی سے کام لیا ہے۔ وہ قابلِ داد ہے۔ اور ضرورت تھی کہ تحقیق اور وضاحت کے ساتھ یہ مسئلہ منظر عام پر آئے اور عام و خاص اس سے مستفید ہوں فقط۔

سید احمد علی سعید نائب مفتی دارالعلوم دیوبند : ۵۱ جب ۱۳۶۵ھ

حضرت مولانا مسعود احمد صاحب ^{رحمۃ اللہ علیہ} سابق مفتی دارالعلوم دیوبند

حضرت مفتی (مولانا محمد اعزاز علی صاحب) مدظلہم نے جو کچھ تحریر فرمایا ہے صحیح اور صواب ہے۔

احقر مسعود احمد عفا اللہ عنہ (دارالعلوم دیوبند)

الاستاذ المکرم حضرت مولانا عبد القدیر صاحب دامت برکاتہم کی بھی طویل علمی تقریظ موصول ہوئی جس میں لفظی غلطی کے علاوہ عربی میں انکی ایک عبارت تھی ہم نے اختصاراً اس کو درج نہیں کیا حضرت بعض الفاظ یہ ہیں کہ اصل میں بندہ آپ کے ساتھ متفق ہے۔

عبد القدیر از ڈابھیل۔

دیباچہ

طبع دوم

الْحَمْدُ لِلّٰهِ وَكَفَى وَسَلَامٌ عَلَىٰ عِبَادِهِ الَّذِينَ اصْطَفَىٰ

اما بعد !

راقم الشیم کو اس بڑھاپے میں بھی تصنیف و تالیف میں کوئی کمال حاصل نہیں جو کچھ ہے وہ محض اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم اور مخلص بزرگوں اور دوستوں کی مستجابات دعاؤں کا نتیجہ ہے ورنہ من آثم کہ من و انعم مگر یہ پیش نظر کتاب راقم الشیم کی بالکل ابتدائی تالیف ہے جس وقت اس سلسلہ کی کوئی شدھ بدھ نہ تھی اس لیے اس میں لفظی اور معنوی اغلاط کا ہونا کوئی متعجب بات نہیں ہے نیز مضامین میں ربط اور سلاست بھی مفقود نظر آئے گی عبارات کا ترجمہ بھی قدرے آزاد و معلوم ہوگا اور بعض مقامات پر اردو ادب کی خامیاں بھی نمایاں نظر آئیں گی اور بعض غیر متعلق ایجابات کی بلا ضرورت تفصیل بھی دکھائی دے گی اور بعض حوالے اور خصوصاً بعض مصنفین حضرات کے سنین و وفات وغیرہ مکرر بھی نظر آئیں گے غرضیکہ نا تجربہ کاری کی بہت سی کمزوریاں پڑھنے والوں پر نمایاں ہوں گی عید القصر کی وجہ سے اتنا وقت میسر نہیں کہ اس کی از سر نو ترتیب دی جائے یا پوری طرح سے اس کی اصلاح ہی کی جاسکے سر و دست بجز سرسری نظر ثانی کے اور بعض بعض مقامات میں حذف و اضافہ اور اصلاح کے اور کچھ نہیں کیا جاسکا اس لیے ان تمام خامیوں سے صرف نظر کر کے اس کا مطالعہ فیضیہ تعالیٰ علماء کرام اور طلبہ

عظام کے لیے اور نیز دین کا ذوق رکھنے والے تعلیم یافتہ حضرات کے لیے بھی بھید
 مفید ہو گا اور کئی باتیں بحوالہ کھل کر سامنے آئیں گی اور بہت سے مشکل مسائل کی گھتیاں
 سلجھیں گی اور بھٹوس حوالوں کے شبہ پائے سے مزید علمی معلومات کا ذریعہ قرار پائیں گے
 راقم اشیم ان حضرات کا بے حد شکر گزار ہو گا جو علمی کوتاہیوں کی نشاندہی کریں گے۔
 کمی مخلص ساتھیوں کے شدید تقاضا کے تحت یہ کتاب طبع کوئی جا رہی ہے اور
 اس وقت اس کی ضرورت اور بھی زیادہ ہے کہ حکومت پاکستان نے شرعی طور پر
 زکوٰۃ کے نفاذ کا بیڑا اٹھایا ہے اور پاکستان میں سادات بھی بکثرت آباد ہیں
 تو انشاء اللہ العزیز یہ کتاب حکومت اور عوام سب کے لیے مشعل راہ ثابت ہو سکتی
 ہے تاکہ زکوٰۃ اور صدقات واجبہ کو اسی طریق سے ادا کریں اور وصول کریں جس
 طریقہ سے شریعت نے حد بندی کی ہے تاکہ زکوٰۃ وغیرہ جائزے والوں کا ذمہ
 بھی فارغ ہو سکے اور لینے والے بھی حرج و غم سے محفوظ رہیں اللہ تعالیٰ سب کو صحیح دین پر
 چلنے کی توفیق نصیب فرمائے آمین ثم آمین۔ و صلی اللہ تعالیٰ علیٰ رسولہ خیر
 خلقہ محمد و علی آلہ واصحابہ و ازواجہ ومن تبعہ الی یوم الدین۔

احقر الناس ابو الزہاد محمد مہر فراز خطیب جامع مسجد گکھڑ
 و صد مدرس مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ

(۲۸ جاری الاخریٰ ۱۴۳۰ھ ۱۴۰۰ مئی ۱۹۸۰ء)

دیباچہ

طبع اول

الحمد للہ تعالیٰ کہ جس مسئلہ کے متعلق عرصہ دراز سے عوام الناس ہی کو نہیں بلکہ بعض جید علماء کرام کو بھی غلط فہمی رہی اس رسالہ الموسومہ بہ الکلام المحاوی فی تحقیق عبارة الطحاوی میں اس کو واضح اور صریح حوالوں کے ساتھ باحسن وجہ روشن کر دیا گیا ہے۔ صحیح احادیث معتبر کتب تفاسیر حضرات صحابہ کرام و تابعین تبع تابعین اور مجہولین و خلف اور کتب فقہ مذاہب حضرات ائمہ اربعہ اور کتب اہل الظاہ اور غیر مقلدین حضرات کی یہ ثابت کیا گیا ہے کہ سادات کو صدقات واجبہ لینے اور ان کو دینے ناجائز ہیں اور اسی طرح بعض سادات آپس میں بھی ایک دوسرے کو نہیں دے سکتے اور نہ کوئی سید عامل بن کر زکوٰۃ کی مد سے بطور اجرت کچھ لے سکتا ہے ہاں نقلی صدقات اور قربانی کا چمڑا وغیرہ ان کے لیے جائز ہے اس کے علاوہ سادات کی تفسیر کہ وہ کون حضرات ہیں؟ نیز اہل بیت کی تشریح اور ان سے صحیح معنی میں محبت رکھنے والے اور ان کے ساتھ دعا کرنے والوں کا نیز حضرت علیؑ اور حضرت اہم حسینؑ کی شہادت کا اور شیعہ کرنے والوں کا اور حضرات ائمہ اربعہ کا محقق علمی تعارف بھی اس رسالہ میں کیا گیا ہے وَاللّٰهُ یَقُولُ الْحَقُّ وَهُوَ یَهْدِی السَّبِيلَ۔

محمد قراظ خان صفدر ولد نور احمد خان مرحوم رسوائی

ہزاروی، سرحدی و فاضل دیوبند خطیب جامع مسجد گکھڑا

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
نَحْمَدُهُ وَنُصَلِّي عَلَى رَسُولِهِ الْكَرِيمِ - اَمَّا بَعْدُ

سبب تالیف

نزلوا بمكة في قبائل نزل ونزلت بالبصرة بعد منزل
دنیا میں کوئی کام نہیں جس کا کوئی نہ کوئی سبب نہ ہو۔ بغیر سبب و علت کے
تو کوئی سفر کرتا ہے نہ نقل و حرکت اگر چار پائی پر آرام سے لیٹا ہے تو بھی کوئی وجہ
ہوتی ہے کہ بیمار ہے یا تھکا کاوٹ ڈور کرنا مقصود ہے یا غلبہ نیند ہے یا کوئی اور
وجہ۔ بغیر کسی محرک کے دنیا کا کوئی کام نہیں ہوتا یہ ایک ایسا قاعدہ ہے جس کے لیے
کسی دلیل کی ضرورت نہیں ہے۔

میری اس مختصر تصنیف کا سبب یہ ہے کہ میں ۲۳ جولائی ۱۹۴۲ء

علاؤ دمر اسبب یہ ہے جو میری اس تصنیف کا زیادہ محرک ہے کہ میری پہلی صاحبزادہ بڑی ہمشیرہ صاحبہ
سادات گھر میں ہیں۔ میں جب کبھی جاتا ہوں تو ان میں سے بعض کی کاروائی دیکھتا ہوں کہ وہ اپنی تمام ذکوۃ اور عشر و صدقہ
حفظ و کفایت و نذر وغیرہ سیدوں کو کھلاتے ہیں اور شیتے ہیں اور ان کو دنیا زیادہ قواب سمجھتے ہیں مجھے دیاں کے بعض علماء
کی ان بے غوائیوں اور بے اعتدالیوں سے بہت ہی شکایت ہے کہ دورانِ قرآن اور حیلہ اسقاط کے لیے تو سروک و دمر و
قول بھی تلاش کر لیتے ہیں اور جواز استغفار بالمہربوں وغیرہ کے لیے ایسی ایسی ناجائز تاویلات کرتے ہیں جو یہود کی تاویلات
کو بھی شراعتی ہیں اور یہ مسک جو حضرات ائمہ اربعہ و اہل ظاہر و غیر متقلدین بلکہ جمہور اہل اسلام کا متفق علیہ ہے اس کی نظر
توجہ نہیں کرتے۔ ان میں سے بعض باوجود وعظ کے ہم سید ہیں ذکوۃ وغیرہ اپنے سید بھائیوں کو دیتے ہیں یا تو
اس مسک پر بھی پردہ ڈالتے ہیں۔ جیسا کہ اکثر دوسرے مسائل حقہ ان کی تقریباً اٹھارہ گز دستار میں پٹے بونے
باقی صفحہ ۱۴ پر

کو مقام گھٹھڑے سے ایک ماہ کی چھٹی سے کر بعض مخلص احمد رجناب حکیم فضل و ذوال
عباسی و جناب مولانا محمد عسکری فاضل دیوبند کے اسرار پر کوہ مری گیا وہاں میرا
پہنچنا ہی تھا کہ بعض مقامی مشہور مسائل میرے سامنے پیش ہوئے جن سے بعض
تویہ ایسے پھر پوچھ گچھ تھے کہ جن کی نسبت کسی ذی علم کی طرف غیب فیض ہے۔ میرا پہلے نوازدہ
تھا کہ اسی سبب تالیف میں بعض کار و کرداروں کے چند اہم وجوہ کی بنا پر ان کو یہاں نہیں
لکھ سکتا۔ میرا ارادہ ہے کہ اگر زندگی نے ساتھ یا تو ان کے لیے بھی مستقل قلم اٹھاؤں گا
اگر خدا تعالیٰ نے مجھے توفیق دی و ما ذلک علی اللہ بعزیز (الحمد للہ تعالیٰ اکر اب
ان میں سے بیشتر مسائل مختلف کتابوں میں آپکے ہیں)

عجیب بات تو یہ ہے کہ ان ناجائز مسائل پر اڑنے والے اکثر امہر صاحب ہیں
ان صوفی مناغرات گروں اور گندم نما جو فروشنوں نے عام سادہ لوح مسلمانوں کو گمراہ
کرنے میں کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا۔ فالی اللہ الملتحی۔

بقیہ حاشیہ

پوشیدہ بہتے ہیں یا ان غریبوں کو یہ عبارت ٹھکنے کی نوبت ہی نہیں آتی ان علماء میں سے ایک آدمی کچھ دارالترغیب
مزاج اور جن کو بھی تھے مگر ہر کار کا نامک رفت نامک شد مشہور مثال ہے۔

وہ فریب خوردہ شاہیں جو پلا ہو کر گسوں ہیں۔ اسے کیا خبر کہ کیلے رہ رہ رہ دشاہ بازی

اغلب ہے کہ میری برعکس قریباً نصف ان کے لیے پیغام ہوت کے تراویح ہوئی اور جو ملا کو پھانسنے کی بدشاہ راہیں نکالیں
سکے لیکن میں بلا خوف و ہراس لاکھ کتہوں کہ یہ بڑی الفباۃ من انشاء حاضر۔ کہ قاضی ریح الودع بلعقل
اگر مجھے خدا تعالیٰ نے توفیق دی تو ان مسائل پر بھی مستقل قلم اٹھاؤں گا جن کے پرے میں وہ اپنے قاضی دہشت (کر راضی
کرتے ہیں اور حجب میں کامیاب ہو گیا تو سب مانگے دل ان سے کہہ دوں گا۔

بگو شش ہوش سنو ہم نائے نیتے ہیں جو کچھ حجاب ہے وہ بھی اٹھائے دیتے ہیں

جہالت کی فراوانی نے علم کا جوازہ نکال دیا ہے۔ اب اگر کوئی حق کی آواز
سنائے تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ غیر مسلموں سے تنحاط ہے۔ نہ یہی اصول اس طرح
ضائع کر دیے گئے ہیں کہ جس طرح کسی زمانہ میں مسلمانوں نے دنیا سے جہالت کو نکالنا تھا
کفر و شرک کو مٹایا تھا۔ بد رسوم اور بدعات کا خاتمہ کیا تھا۔

مختلفہ ان مسائل کے ایک مسئلہ یہ بھی تھا جس کے پہلے ہم میں کہ بنی ہاشم (سات)
کو زکوٰۃ لینا جائز ہے۔ اور ہاں کے ایک بہت بڑے اہم مسجد کے وجود ہاں کے علاوہ
میں مانے ہوئے ہیں اور سب اہم مسجد کے سرکار ہیں نہایت ایک سواری کو ایک قطعہ
دیا کہ ہاں کہ راقم الحروف نے کہنا کہ کہ ہم عباسی ہیں اور ہاں سے زکوٰۃ لینا جائز ہے دیکھو
نہر الفائل اور جامع الرموز اور النواع مولوی عبداللہ وغیرہ میں لکھا ہے۔ احمقر نے ہاں
جو کتب حدیث و فقہ دستیاب ہو سکیں ان کی طرف مراجعت کی۔ چنانچہ مشکوٰۃ شریف
اور فتاویٰ تاتہنی خان اور عالمگیری وغیرہ کا مطالعہ کیا۔ تو ان میں لکھا تھا کہ بنو ہاشم کے لیے
زکوٰۃ و صدقات جائز نہیں البتہ نور الابصار میں لکھا تھا کہ امام طحاوی رحمہ اللہ تعالیٰ
جواز کے قائل ہیں۔ احمقر کو کچھ شبہ سا پڑ گیا جب میں واپس اپنی جگہ کے رہائش مقام گھڑ
ضلع کو حرم الزوالہ آیا تو بعض علماء سے پوچھا کہ کیا امام طحاویؒ اس کے قائل ہیں تو انہوں نے
بھی کہہ دیا کہ ہاں امام طحاویؒ اس کے قائل ہیں میں نے جب امام طحاویؒ کی مشہور تصنیف
شرح معانی آلاشا دیکھی تو مجھے وہ مطلب جو وہ علماء نے کلام بیان فرمایا ہے تھے سمجھ نہ
آیا بلکہ یہی سمجھ آیا کہ امام طحاویؒ بھی عدم جواز کے قائل ہیں چنانچہ میں نے جب اپنے دلائل
پیش کئے تو بعض علماء نے وہ باب جو امام طحاویؒ نے صدقات علی بنی ہاشم
پر قائم کیا ہے۔ دوبارہ اور سر بارہ دیکھا بعض نے تو سکوت اختیار کیا اور بعض کہا کہ
جیسا یہ عبارت ہے اس سے تو وہی مطلب سمجھا جاتا ہے۔ جس کو تم (یعنی احمقر)
راقم الحروف سمجھے ہو مگر چونکہ ہم نے اپنے اساتذہ سے اور فلاں فلاں عالم سے

سے سنا ہے کہ امام طحاویؒ جواز کے قائل ہیں اس لیے ممکن ہے کہ کتاب کا کوئی دوسرا نسخہ صحیح ہو اور اس میں یہ عبارت صحیح لکھی گئی ہو۔ پھر احقر کو شبہ پڑا اور متعدد مطالعہ کے چھپے ہوئے نسخے جو میسر ہو سکے دیکھے مگر وہی عبارت ملی بطلب مل نہ ہو۔ اور اس کے لیے ایک لمبا سفر دارالعلوم دیوبند کا احقر نے اختیار کیا وہاں بعض علمائے تہمت کی اور بعض کتب جو میسر ہو سکیں ان سے ضروری ضروری اقتباسات جو بدیہہ ناظرین ہوں گے لکھ کر لایا کچھ کتب گو جبر الوالہ حضرت مولانا عبد العزیز صاحب (المتوفی ۱۳۵۹ھ) کے کتب خانہ سے میسر ہوئیں۔ وہ علماء کرام جن سے مجھے اس مسئلہ میں مدد ملی بعض یہ ہیں۔

۱۔ حضرت مولانا مولوی عبد الوہاب صاحب خلیفہ جامع مسجد گو جبر الوالہ ۲۔ جناب استاد ی و سابق مفتی دارالعلوم دیوبند حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب دیوبندی ۳۔ اور جناب استاذی مولانا الحافظ الحاج محمد ادریس صاحب سابق مدرس دارالعلوم دیوبند۔ اللہ تعالیٰ ان سب کو جزائے خیر عطا فرمائے آمین

اس تصنیف سے مراد محض دین کا ایک صحیح مسکہ پیش کرنا ہے تاکہ صدقائے نبیؐ نے بھی احتیاط کریں اور لینے والے بھی کیونکہ شریعت وہی ہے جو آقائے نامہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پیش کی اور حضرات صحابہ کبار رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین اور تابعین اور تبع تابعین اور ائمہ دین نے اس کو مخلوق خدا تک پہنچایا۔ ہم اپنی طرف سے کسی چیز کو جائز و ناجائز نہیں کر سکتے۔ اور نہ یہ حق کسی مخلوق کو حاصل ہے۔ خدا تعالیٰ اس کو میسر کرے یا بھی اور سب حضرات کے لیے بھی جو اس سے متمتع ہوں باعث اجر بنائے۔ اگر میرے اس رسالے میں کوئی چیز خلاف حق نظر آئے تو میں اس صاحب کا بڑا مشکور ہوں گا جو مجھے آگاہ کرے اور مجھے اس کے صحیح کر لے میں کوئی بھی عذر نہ ہو گا۔ فرحہم اللہ امرًا ناصف ولم یتعسف۔

نیز یہ گزارش ہے کہ اس رسالہ میں جو اعتراض کسی موقع پر ذہن میں پیدا ہو تو
اس کو لکھ کر پکس رکھ لیں امید ہے کہ اسی رسالہ کے کسی دوسرے مقام سے حل
ہو جائے گا۔ ورنہ علماء سے دریافت کر لیں۔ ربنا ادرنا الحق حقا۔ والباطل
باطلا۔ ربنا افتح بیننا و بین قومنا بالحق وانت خیر الفاتحین۔

بندہ ناچیز

محمد رفیع خان صفدر ہزاروی سرحدی (فاضل دینیہ)

خطیب جامع مسجد گکھڑ (پنجاب)
(۲۵ ذی الحجہ ۱۳۶۴ھ)

الحمد لله وحکفی وسلم علی عبادہ الذین اصطنعی۔ خصوصاً
 علی سید الانس والجن محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ و
 اصحابہ وازواجہ وذریاتہ اجمعین۔ اللہم لا تجعلنی ممن قیل فیہ
 من لا یعرف الفقہ فقد صنف فیہ کتاباً علیہ التوکل وبک استعین

فانک ولیم التوفیق وحکم الممعین ۔

میری اس مختصر سی تصنیف کے چھ باب ہوں گے پھر خاتمہ اور آخر میں ضمیمہ پہلا باب
 زکوٰۃ کا لغوی معنی و تاریخ فرضیت زکوٰۃ میں۔ دوسرا باب قرآن کریم سے مصادر زکوٰۃ
 و تفاسیر معتبرہ سے حل مطلب میں۔ تیسرا باب احادیث نبویہ علی اصحاب الف الف
 ستیختہ و سلام سے استدلال۔ چوتھا باب شروح حدیث سے استدلال۔ پانچواں باب
 کتب فقہ و فتاویٰ سے ثبوت۔ چھٹا باب امام طحاوی کی عبارت کا مطلب اور
 حل۔ خاتمہ۔ نذر عشر اور صدقہ فطر وغیرہ کا معنی اور ان کے ضروری احکام اور آخر میں ضمیمہ
 ہے۔ پہلے باب کو مقدمہ سمجھ لیں۔ باقی پانچ مقاصد کے ہیں اور آخر میں خاتمہ ہے اور
 پھر اس کے بعد ٹھوس معلومات پر مشتمل ضمیمہ ہے۔

پہلا باب

لغت میں زکوٰۃ کے معنی پاکیزگی اور طہارت کے ہیں

ففى النووى للعلامة الى زكريا
شرف الدين النووى المتوفى ٦٤٦هـ
جلد ٣ الزکوٰۃ فى اللغة الخاء
والتطهير فالصالح يعنى بهما من
حيث لم يلى وهى مطهرة لثوبها
من الذنوب وقيل يعنى اجرها
عند الله وسميت فى الشرع زكاة
لوجود المعنى اللغوى فيها وقيل
لانها تركى صاحبها وتشهد بصحة
ايمانه كما قال عليه السلام
الصدقة برهان وسميت صدقة
لانها دليل لتصديق صاحبها و
صحة ايمانه بظاهره وباطنه انتهى
وفى فتح الميم جلد ٣ من لعلامة
العصر مولانا شبير احمد عثمانى
بعد ما نقل كلام النووى ولها

چنانچہ امام نووی شافعی شارح صحیح مسلم فرماتے
ہیں کہ زکوٰۃ کا معنی لغت میں بڑھ جانے اور
پاک کرنے کے آتا ہے پس مال بسبب زکوٰۃ
ادا کرنے کے بڑھ جاتا ہے جو ظاہر میں محسوس
نہیں ہوتا اور پاک کر دینا ہے زکوٰۃ ادا کرنے
والے کو گناہوں سے اور بعض نے کہا ہے
کہ اس کا اجر خدا تعالیٰ کے بڑھ جاتا ہے
اور شریعت میں بھی اسی لغوی معنی کی مبنی
سے لیا گیا ہے۔ اور بعض نے کہا کہ مال زکوٰۃ
زکوٰۃ دینے والے کی صفائی پیش کرتا ہے۔
اور گواہی دیتا ہے اس کے ایمان کے صحیح
ہونے پر جیسا کہ فرمایا گیا صدقہ برهان (دلیل ہے)
اور اس لیے صدقہ بھی کہتے ہیں کہ دینے والے
کے ایمان کی تصدیق پائی جاتی ہے۔ ظاہر
وباطن۔ انتہی۔ علامہ شبیر احمد صاحب
دیوبند فرماتے ہیں کہ زکوٰۃ کے اور بھی معانی آتے

معان أخر البركة يقال زكت البقرة
 اذا جردك فيها. والمدح يقال زكى
 نفسه اذا مدحها والثناء الجميل
 يقال زكى الشاهد اذا انشئ عليه
 وكلمها لتوجد في المعنى الشرعي الخ
 اور اس کا شرعی معنی علماء حنفیہ کثر اللہ تعالیٰ جماعتہم کے نزدیک جیسا کہ

فتح الملمم جلد ۳ ص ۱ میں در المختار سے نقل کیا ہے یہ ہے۔

تمليك جزء معين من مملكت فقير
 غير هاشمي ولا مولاه مع قطع
 المنفعة عن المملك. من كل جهة
 لله تعالى انتهى.
 مال کی ایک خاص جزاء کا مسلمان محتاج کو جو
 سید نہ ہو اور اس کا غلام بھی نہ ہو مالک بنا دینا
 اور مالک بنانے والے کا اس میں کوئی بھی نفع
 باقی نہ ہے بغیر رضا الہی کے۔

سن فرضیت

ما زکوٰۃ کی فرضیت کا سال تو اس میں علماء تاریخ اور محدثین کا اختلاف ہے
 کہ آیا زکوٰۃ مکہ میں فرض ہوئی یا مدینہ میں ہم چونکہ اپنے اس سال کو بہت ہی مختصر کرنا
 چاہتے ہیں اس لیے مختصر کر کے کام کی بات لکھ دیتے ہیں حضرات محدثین اور ارباب
 تاریخ کا خیال ہے کہ زکوٰۃ مدینہ میں ہجرت کے بعد فرض ہوئی ان میں سے ایک
 امام نووی ہیں اور اسی کے قائل ہیں علامہ ابن الاثیر الجوزی المتوفی ۷۴۸ھ جو مشہور مؤرخ
 بھی ہیں، اور جو روایت ان بزرگوں نے اپنے استدلال میں پیش کی ہے (ثعلبہ بن
 حاطب والی) فتح الملمم جلد ۳ ص ۱ میں اس پر کلام کیا ہے چنانچہ فرماتے ہیں حدیث
 ضعیفہ نہ لایحیی بلہ انتہی یہ تعجیب حدیث ہے اس سے حجت قائم نہیں
 ہو سکتی دوسرا اگر وہ مثلاً حافظ ابو الفداء اسمعیل بن عمر قرشی دمشقی شافعی المتوفی ۷۸۸ھ

وغیرہ فرماتے ہیں کہ نفس زکوٰۃ تو مکہ مکرمہ میں نازل ہو چکی تھی مگر نصاب مدینہ منورہ میں نازل ہوا چنانچہ مفسر موصوف سورۃ منزل اقیموا الصلوٰۃ واتوا الزکوٰۃ آدیۃ کی تفسیر میں فرماتے ہیں جلد ۴۳۹ ص ۴۳۹
 وهذا يدل لمن قال بان فرض الزکوٰۃ نزل بمكة لكن مقام مير النصب والمخرج لم يتبين الا بالمدينة -
 اور اس کے دلائل اور بھی ہیں مثلاً
 اس میں صاف دلیل ہے ان کے لئے جو کہتے ہیں کہ زکوٰۃ مکہ میں نازل ہوئی رکہ یکہ سورۃ منزل سب کہ میں نازل ہوئی اور اس میں اقیموا الصلوٰۃ واتوا الزکوٰۃ موجود ہے اور اس کا نصاب مدینہ میں نازل ہوا۔

۱۔ تویہ کہ جو مکہ مدینہ میں فرض مانتا ہے وہ ۸ھ میں فرض کتبہ اور ۹ھ میں عابلیں زکوٰۃ کے تقرر کا قائل ہے۔ حالانکہ سورۃ المؤمنون۔ سورۃ النحل اور سورۃ لقمان وغیرہ جامعی سورتیں ہیں اور ان تمام میں زکوٰۃ کی ادائیگی کا ذکر صریح الفاظ میں موجود ہے اور کوئی مجبوری نہیں کہ لفظ زکوٰۃ کو اس کے شرعی معنی سے پھیر کر کوئی اور معنی لیا جائے۔

۲۔ حضرت ابوسفیانؓ اسلام سے پہلے ۶ھ میں قیصر روم کی ملاقات کرتے ہیں اور دوران تقریر میں فرماتے ہیں بخاری جلد ۱ ص ۱۸ فقال يا مرسنا بالصلوة والزکوٰۃ الخ کہ جناب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہمیں حکم کرتے ہیں نماز اور زکوٰۃ کا الخ

۳۔ مسند احمد جلد ۱ ص ۲۰۲ عن جریر بن عبد اللہ البجليؓ کہ جب حضرت جعفر طیارؓ نے ربار نجاشی میں تقریر کی تو اس میں یہ بھی فرمایا یا مرسنا بالصلوة والزکوٰۃ الخ حالانکہ معاصرین جیشہ سکند نبوت کو دلائل گئے تھے تو اس سے بھی ثابت ہوا کہ نفس زکوٰۃ کا حکم مکہ مکرمہ میں نازل ہو چکا تھا۔

فائدہ :- حضرت جعفرؓ کی اس روایت میں جس نماز کا ذکر ہے اس سے صلوٰۃ خمسہ مراد نہیں کیونکہ ان کی فرضیت بعد کو ہوئی بلکہ اس سے نفلی نماز مراد ہے۔
(وَلَكِنَّهُمُ الصَّوْمُ) جو ابتداء سے اسلام ہی سے مشروع تھی۔

۴۔ جن مکی سورتوں میں زکوٰۃ کا لفظ آیا ہے تو بغیر کسی تاویل کے صحیح ہوگا۔ اور اگر مدینہ میں فرضیت ہو جیسا کہ طائفہ اولیٰ کا خیال ہے تو تاویل کرنی پڑے گی کہ زکوٰۃ سے تزکیہ نفس وغیرہ مراد ہے تو جب بلا تکلف مطلب بن سکتا ہے تو تاویل کی کیا ضرورت؟ وہو الحق۔

مطلب یہ ہوا کہ زکوٰۃ کے نصاب سے پہلے جتنا کسی کی طاقت ہوتی دے دیتے یا جو بھی ضرورت زائد ہوتا دے دیتے۔ جیسا کہ بخاری مع فتح الباری جلد ۲ ص ۲۱۶ میں ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ مقدار نازل ہونے سے پہلے سب کچھ صرف کر دینے کا حکم تھا۔

فائدہ - پہلی امتوں پر بھی زکوٰۃ تھی۔

۱۔ بنی اسرائیل کو حکم تھا اَقِمُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ۔ آیتہ ۲۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام کا قصہ قرآن نے نقل کیا ہے وَكَانَ يَأْمُرُ اهْلَهُ بِالصَّلَاةِ وَالزَّكَاةِ آیتہ (۳) حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا وَادْعَاكُمْ بِالصَّلَاةِ وَالزَّكَاةِ تورات سے معلوم ہوتا ہے کہ بنی اسرائیل پر جانوروں اور پیادوں زمین پر غنیمت تھا۔
اجار ۲۷۔ ۳۰۔ ۳۱ اور مقدار آدھا مثقال مفہوم ہوتی ہے۔ خزرج ۳۰۔ ۱۳۔ ۱۵۔

یہ مال غریبوں پر اور بیت المقدس کی دستی پر صرف ہوتا ہے۔ انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا مضمون خیرات۔

دوسرا باب

قرآن کریم میں جہاں اکٹھے مصارف بیان کئے گئے ہیں وہ یہ آیت کریمہ ہے اور اس کا ترجمہ حضرت شاہ عبدالقادر صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ دہلوی (المتوفی ۱۲۳۰ھ) سے نقل کیا گیا ہے۔

إِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسْكِينِ وَالْعَلِيلِينَ عَلَيْهِمُ الْوَلْفَةُ قُلُوبُهُمْ وَفِي الرِّقَابِ وَالْغَارِمِينَ وَفِي سَبِيلِ اللَّهِ وَأَبْنَاءَ السَّبِيلِ آيَةٌ

سوائے اس کے نہیں کہ خیرات واسطے فقیروں کے اور محتاجوں کے اور کمزور کرنے والوں کے اور تحصیلِ اسی کے اور جن کو کہ الفت دلاتے جلتے ہیں دل ان کے اور بچ آؤ کر کے کہ دہن کے اور قرضوں کو اور بیچ راہ اللہ کے اور سب کو

اور شاہ صاحب موصوف فرماتے ہیں جس کے پاس مال نہ ہو وہ مفلس ہے گو کہ حاجت چلی جائے (چلتی ہے) جیسے کہ ہر روز کے محنتی اور محتاج جن کی حاجت بند ہو اور اس کام پر چلنے والے زکوٰۃ کے عامل مہینہ (ماہواری تنخواہ) پاویں موافق خرچ کے وہ دل جس کا پرچا ہے (الفت دلاتی ہے) کہ وہ لوگ تھے کہ طمع پر عثمان ہوئے اب علماء ان کو نہیں گنتے اور گردن چھڑانے غلام کی آزادی (شرعی غلام جو اب اکثر دنیا میں مصفوق رہے) یا قیدی کی اور تادان والا جو قرضدار ہو اگرچہ مالدار ہو پر قرض کے برابر رکھتا ہو۔ اور اللہ کی راہ یعنی جہاد کا خرچ اور مسافروں کے خرچ ہو اگرچہ گھر میں سب کچھ موجود رہتا ہو۔ انتہی۔ یہ آٹھ قسم کے مصارف ہیں لیکن ولفۃ القلوب کا حکم اب نہیں جیسا کہ حضرت شاہ صاحب نے میں تصریح کی ہے۔ اور حضرت

مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ (المتوفی ۱۳۳۳ھ) تفسیر بیان القرآن جلد ۲ ص ۱۲۲ میں تحریر فرماتے ہیں کہ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے زمانہ میں اجماع ہو چکا ہے کہ مولفۃ القلوب اب مستحق نہیں۔ اخذہ ابن ابی شیبۃ وابن المنذر وابن ابی حاتم والباقون فی تاریخہ عن ابن جبر والنسبی وعبیدۃ السلمانی رحمہم اللہ کذا فی الدر المنثور ووفی اصول کدخی ص ۱ قلت انتسخ ذلك باجماع الصحابة انتہی۔ ہم کہتے ہیں کہ اجماع صحابہ ہو چکا ہے اس کے نسخ پر اور مولانا موصوف فرماتے ہیں کہ مسند اسلام اور قدر نصاب فارغ عن الحواجی الاصلیۃ کا مالک وقابض ہونا سب میں شرط ہے بجز عاملین و محصلین زکوٰۃ کے جو کہ سلطان اسلام کی طرف سے مقرر ہوں کہ ان کو باوجود غنی ہونے کے بھی اسی زکوٰۃ سے بطور اجرت کے دینا جائز ہے۔

مسئلہ :- بنی ہاشم (سید) میں سے نہ ہونا تمام اصناف میں شرط ہے انتہی بقدر الحاح ہے۔
فائدہ :- نور الایضاح ص ۱۸۸ (مولفہ حسن بن عمار بن علی المصری الشرنبلالی) شتر بلو لا قریۃ

۱۔ اجماع صحابہ کا حجت ہونا یہ ایک متفق بحث ہے مخبرم چند اشارے کرتے ہیں منہاج السنۃ لابن تیمیہ جلد ۱ ص ۱۵۰ وازالۃ الشک جلد ۱ ص ۱۱۰۔ فتح الباری جلد ۵ ص ۱۱۰ واعلام الموقعین جلد ۱ ص ۶۷ وبلوغ العباد جلد ۱ ص ۷۰ وطبقات سنی جلد ۱ ص ۲۲۳ وعمدة القاری جلد ۲ ص ۲۲۳۔ کتاب العلم لابن عبد البر جلد ۱ ص ۸۳۔ و احکام للعلامۃ سیدی جلد ۱ ص ۱۴۰ ودرر ابنی لا تجدیت ص ۲۵ ملاحظہ کریں۔ فَبَلَدٌ عَشْرَةُ كَائِلَةٍ وَاللَّغْظُ لِبْنِ حَبْرٍ فَجَزَّ الْبَارِي جلد ۱ ص ۲۶۱۔ ان اهل السنة والجماعة متفقون علی ان اجماع الصحابة حجة۔ سب اہل السنۃ والجماعت کا اتفاق ہے کہ حضرات صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا اجماع حجت اور نگران کتابوں میں تصریح موجود ہے کہ اقوال صحابہ کو نہ جب کہ ایک دوسرے کے خلاف نہ ہوں حجت میں ۱۲۔

من قری المصر المتوفی ۱۰۶۹ھ میں ہے۔

فرضت راسی الزکوۃ علی حرم مسلم

مکلف ، مالک لى نصاب من نقد

ولوتبزا و حلیاً و اونیۃ او

ما یساوی قیمتہ من عروض

تجارۃ فارغ عن الدین وعن حاجۃ

الاصلیۃ نام ولو تقدیراً و شرط

وجوبہا حولان الحول علی

النصاب الاصلی

زکوٰۃ فرض ہے مسلمان پر اگر وہ پر جو شرعی آکاؤ ہو
غلام و لونڈی نہ ہو ، بالغ پر جو نصاب تک مالک ہو نقدی ہو یا
سونے کا ٹکڑا (یا چاندی کا) یا ان دونوں کے زیورات ہوں
یا برتن یا سامان تجارت ہو جو نصاب کی قیمت تک مساوی ہو
جو فرض سے بھی فارغ ہو اور حاجت اصلیت سے بھی فارغ ہو
اور بڑھنے والا ہو اگرچہ تقدیراً اور اس کے وجوب کی شرط یہ
ہے کہ اصلی مال پر سال گزر جائے۔

مسئلہ :- سونا ساڑھے سات تولے ہو یا اسی مقدار کا برتن یا زیور ہو تو زکوٰۃ واجب
ہوگی ۔ مسئلہ :- چاندی ساڑھے باون تولے یا اتنی مقدار کا برتن یا زیور ہو تو زکوٰۃ واجب
ہوگی ۔ مسئلہ :- اگر ایک کا نصاب اتنا نہ ہو مثلاً ساڑھے سات تولے سونا نہیں
کچھ کم ہے اور ساڑھے باون تولے چاندی نہیں کم ہے تو دونوں کو ملا کر دیکھیں اگر دونوں
میل ملا کر ساڑھے سات تولے سونا یا ساڑھے باون تولے چاندی کی مقدار کو پہنچ جاویں
تو زکوٰۃ فرض ہوگی ۔ اگر میل ملا کر بھی ایک کے نصاب کو نہ پہنچتے تو زکوٰۃ فرض نہ ہو
گی ۔ اسی طرح اگر کچھ سونا کچھ چاندی کچھ سامان تجارت ہے تو سب کو ملا کر ایک کا نصاب
پورا کریں گے ۔ اگر سب ملا کر بھی ایک کے نصاب کو نہ پہنچے تو زکوٰۃ فرض نہ ہوگی ۔
نوٹ :- یہ کہہ دینا کہ جی سونا تو بہت مہنگا ہے ۔ مثلاً ۸۴ روپے تولہ اور
چاندی سستی تو اگر ہم نے سونے کا نصاب پورا کرنا ہو تو بسا اوقات نہیں

پورا ہوتا۔ اور چاندی کا لحاظ کریں تو بن جاتا ہے تو شریعت نے یہ حکم کیوں دیا حالانکہ سونا بہت قیمتی ہے چاندی اتنی قیمتی نہیں تو اس کا جواب اول تو یہ ہے کہ ہم شریعت کے ہر حکم کی علت و مسمیٰ سمجھنے سے قاصر ہیں ہزاروں حکم جن کی ہمیں علت نہیں سمجھ آتی مگر کرتے ہیں اس کو بھی یونہی کریں۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ شریعت نے فقر و فاقہ کا لحاظ کیا ہے تو اگر سونے کا نصاب نہیں بن سکتا تو چاندی کا بن جایا وگے جس میں فقر کے لیے ان کا حصہ نکلے گا۔

مدیۃ اولین ص ۵۸ میں ہے ویفتومہا بما ہوا نفع للمساکن احتیاطاً لحق الفقراء۔ یعنی سونے اور چاندی میں سے اس کا نصاب بنائے جس میں فقر کا نفع ہو تو جب چاندی سستی ہے تو وہی نفع ہوگی کیونکہ اس میں نصاب زکوٰۃ کا ہو جائے گا بخلاف سونے کے کہ اس کا نصاب نہیں بنے گا۔

مسئلہ ۱۔ زکوٰۃ میں چالیسواں حصہ دینا فرض ہوتا ہے تو ساڑھے سات تولے سونے کا چالیسواں حصہ تقریباً دو ماشے ڈھائی رتی سونا ہوگا۔ اور چاندی ساڑھے باون تولے کا چالیسواں حصہ تقریباً ایک تولہ چار ماشہ ایک رتی ہوگا۔

مسئلہ ۲۔ زکوٰۃ میں سونا چاندی دیں یا ان کی قیمت دیں دونوں جائز ہیں عند الخفیہ۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

رجع الحدیث

احکام القرآن جلد ۱ ص ۱۳ میں امام ابو بکر الجصاص الرازی الحنفی والمتوفی ۳۴۰ھ تحریر فرماتے ہیں۔

قال اصحابنا من تحرم علیہم الصدقة منهم ال عباس وال علی وال علی وال جعفر ووالد
ہم نے حنفی بزرگوں نے کہا ہے کہ جن پر صدقات حرام ہیں وہ یہ ہیں اہل عباش، اہل علیہ و اہل جعفر و اہل عارث سب کے سب اور امام

الحارث بن عیبة المطلب جیسعاً
وحکی الطحاوی عنہم (ای اصحاب)
انہ روی عن ابی حنیفة ولس
بالشہور ان فقراء بنی ہاشم
یدخلون فی آیۃ الصدقات و
قال البویوسف ومحمد یدخلون
الی ان قال وروی ابن سماعۃ عن
ابی یوسف ان الزکوۃ من بنی
ہاشم تحل لنبی ہاشم
واو تحل من غیرہم لہم
وقال مالک لا تحل الزکوۃ لاول
محمد صلی اللہ علیہ وسلم
والنطوع یحل۔ وقال الشافعی
تحرم صدقۃ التطوع علی
بنی ہاشم۔ والدلیل علی
ان الصدقۃ المفروضۃ محرمة
علی بنی ہاشم۔ حدیث ابن
عباس ما خصنا الحدیث وفیہ
وان لا ناکل الصدقۃ وحدیث
التمرۃ قال علیہ السلام لولا النی
خشیت انہما من الصدقۃ

طحاوی نے امام البویوسف سے روایت نقل کی ہے
کہ فقراء سادات پر صدقات جائز ہیں لیکن روایت
امام البویوسف سے غیر مشہور ہے (مشہور روایت
امام البویوسف کی یہ ہے کہ بزنا شتم پر صدقات جائز نہیں
اگرچہ فقیر ہوں وہو المفقیر) اور امام البویوسف و امام محمد
فرماتے ہیں کہ بزنا شتم پر زکوۃ جائز نہیں روایت واحدہ
البویوسف سے محمد بن سماعۃ نے نقل کی ہے کہ بعض
بزنا شتم کو زکوۃ دے سکتے ہیں لیکن غیر بنی ہاشم
کی زکوۃ ان کو رد انہیں اور امام مالک فرماتے ہیں کہ
حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اہل کے لیے صدقہ
واجبہ جائز نہیں نفی جائز ہے۔ اور امام شافعی فرماتے
ہیں کہ نفی بھی بزنا شتم پر حرام ہے۔ اور اس بات
کی دلیل کہ حضور کی اہل پر صدقہ مفروضہ حرام ہے
حضرت ابن عباس کی حدیث کی رو سے سوال کیا کہ
کیا حضور نے اہل بیت کو کوئی خاص کی وصیت
یا احکام کا حکم دیا جس طرح کہ شیعہ شیعہ کا خیال ہے
کہ حضرت علیؑ کی خلافت کا وصی بنایا کہ ہمیں
کوئی خاص حکم نہیں دیا مگر یہ کہ ہم لوگوں کے صدقات
نہ کھائیں۔ الحدیث اور حضورؐ کو ایک کھجور ملی تو فرمایا
کہ اگر مجھے یہ خوف نہ ہو کہ صدقہ کی ہلکی ترمیم اٹھا کر کھا
لیتا (نیز حضرت حسنؑ یا حسینؑ نے ایک کھجور زمین پر ڈال

لَا كَلْتَهَا۔ او كما قال فقبت بهذا
لی تصور نے فرمایا کہ ہمارے لیے صدقہ جائز نہیں ہے بلکہ
دوم تو ان احادیث سے ثابت ہوا کہ صدقہ مفروضہ
المفروضۃ علیہم انتہی۔ اہل النبی علیہ السلام کے لیے جائز نہیں ہے۔

فائدہ :- امام طحاویؒ نے جو امام البرقیؒ سے روایت نقل کی ہے اس کو
لیس بشہور کہا ہے۔ اس بات کو یاد رکھنا کہ آئندہ بحث نزاع میں ہر آئینہ
اور رُوح المعانی جلد ۱ ص ۱۸۸ طبع مصر علامہ سید محمد اوسی الحنفی مفتی بعد از
المتوفی ۱۲۷۸ھ میں لکھتے ہیں

ومن ههنا قالوا لا تدخل العالة
لها شئ لشره ويجل للغنى الى ان
قال والتحقيق ان لهذا العل شبهها
بالاحبة فيجوز للغنى وشبهها
بالصدقة فيحرم على الهاشمي الى
ان قال وصرح في النائية (م کتاب)
بعدم صحة كون العامل هاشمياً
اسی لیے حضرات فقہاء کہتے ہیں کہ سیدہ
عائلہ زکوٰۃ زوج آدمی سلطان الاسلام کی طرف سے
زکوٰۃ اکٹھا کرنے پر مامور ہو، بننا جائز نہیں اور
غنی کو جائز ہے۔ اور اس میں تحقیق یوں ہے کہ
اس فعل کو ثابت ہے من وجہ ساتھ اجرت کے
تو اس وجہ سے غنی کے لیے جائز ہے اور ثابت ہے
من وجہ صدقہ سے تو غنی پر حرم ہے اور غایۃ میں
تصریح کی ہے کہ عامل ہاشمی نہ ہو۔

ابن کثیر جلد ۸ ص ۱۸۸ میں حافظ عطاء الدین (المتوفی ۷۴۷ھ) فرماتے ہیں۔

لے صاحب موصوف میرے چار واسطوں سے تار بنتے ہیں میں نے مولانا عبد القدیر صاحب کیمپلری مابین مدرسہ دارالعلوم
گوجرانولہ سے پڑھا۔ انہوں نے حضرت مولانا محمد انور شاہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ سے پڑھا اور بغیر الاریب فی مسائل التبت
والجاریب شیخ بخاریؒ میں لکھا ہے کہ مولانا محمد انور شاہ صاحب نے شیخ محمد علی کشمیریؒ سے اور انہوں نے
شیخ نعمانیؒ سے اور انہوں نے اپنے والد ماجد سید محمد اوسیؒ سے پڑھا۔ فلنقل تعالیٰ الحمد والمنا۔

ولا يجوز ان يكونوا من اقرباء رسول
 الله صلى الله عليه وسلم الذين تحرم عليهم
 الصدقة لما ثبت في صحيح مسلم
 اور تفسیر احمدی مطبع تعلیمی دہلی للملا جوون (المتوفی ۱۱۳۰ھ) ص ۳۰۵ میں ہے ۔
 لما كان فيها شبه الصدقة لـ
 تأخذها عاملها شئ تنزيها
 لقربة رسول الله صلى الله عليه
 وسلم عن شبهة الوسع الى ان قال
 ولا يدفع الى بيتيها شئ ولا
 الى موالئهم ۔
 اور جائز نہیں کہ مصرف صدقات وہ اول جناب
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہوں جن پر صدقہ حرام ہے جیسا
 کہ مسلم کی صحیح حدیث میں منع آیا ہے ۔
 جب کہ اس مثال میں شہت صدقہ کا تو سرید
 عال نہیں لیکن کیونکہ حضور علیہ السلام کی قربت کو
 میل کھیل کی چیز سے بچانا ضروری ہے اور میں جائز
 کہ زکوٰۃ بنو ناسم اور ان کے غلاموں کو
 دی جائے ۔

یہاں تک مختصر حصہ تفاسیر کا جو بندہ ناچیز کو میسر ہو سکیں لکھا۔ اب احادیث
 پیش ہوں گی۔

باب سوم

۱۔ حضرت امام بخاری (ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل البخاری) (المتوفی ۲۵۶ھ) نے صحیح بخاری جلد ۱ ص ۲۱ میں حضرت ابو ہریرہؓ (ان کے نام میں اختلاف ہے جابیت میں عبد شمس تھا۔ اور اسلام میں عبد الرحمن بن صخرہؓ ہریرہ جھوٹی بلکہ کہتے ہیں جو تکبیر بیول سے محنت کرتے تھے لہذا ابو ہریرہ کنیت مشہور ہو گئی حضور ہی نے پہلے یہ فرمایا تھا۔ راجع حاشیہ ترمذی جلد ۱ ص ۲ ان کی وفات ۵۸۱ یا ۵۹۱ھ میں ہوئی اسے یہ روایت کی ہے۔

عن ابی ہریرۃ قال کان رسول اللہ صلی علیہ وسلم یولی بالتمر عند صر المخل فیجی هذا بتمر و هذا بتمر حتی یصیر عتہ کو ما من تمر فیجعل الحن و الحن ین یلعبان بذلک التمر فلخذ احدھا تمرۃ فجعله فی فیہ فظفر الیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاخرجہا من فیہ فقال اصعلت ان ال محمد لا یاکلون الصدقۃ۔

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ حضور کے پاس لوگ کھجوریں لایا کرتے تھے کہ کوئی اپنی کھجوروں میں کچھ لکھجوریں بچھے اور مانسے کے قابل ہجائیں کچھ حصہ لے آئے۔ دوسرا ہی کھجوریں سے کچھ لے آئے تاکہ حضور کے پاس ایک ڈھیر لگ جائے۔ ام حن اور حنین (کچھ میں) کھیل رہے تھے ان کھجوریں کے ساتھ کہ ان میں سے ایک ٹیکہ دار اٹھا کر زمین ڈال دیا حضور نے ان کو دیکھا اور ان کے منہ سے کھجور نکال کر فرمایا کیا تم میں خیر نہیں کہ آل محمد صرفہ نہیں کھایا کرتے۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم۔

تمام احادیث بخاری ص ۲۱ (۲۷۵) اور غیر کثیر قریباً ہم فرجہ تحت حق حافظ ابن حجرؒ فی مقدمہ فتح الباری والنوی فی الاسماء واللغات اور تمام احادیث بخاری غیر محرکہ (۲۱) ہیں حسب تحقیق علامہ زبیدی۔

اور تجربہ بخاری جلد ۱۵ میں ہے کہ حضرت حسن کے منہ سے کھجور نکالی اور کہا کہ تمہیں معلوم نہیں کہ اولاد محمد صدقہ نہیں کھاتے الخ

۲۔ حضرت امام مسلم رحمہ اللہ بن حجاج القشیری المتوفی ۲۶۱ھ صحیح مسلم جلد ۲۲ میں حدیث روایت کرتے ہیں کہ مسلم کی تمام احادیث ۲۸۱۰ ہیں۔ ایک لمبی حدیث کے درمیان مندرجہ ذیل لکھا ہے جو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔

ان الصدقة لا ینبغی لمحمد ولا صدقہ نہ تو حضور کے لیے اور نہ آپ کی آل کیلئے
لأل محمد انما ہی اوساخ الناس کسی کے لیے بھی ان میں سے درست نہیں ہے
الحديث۔ کیونکہ یہ لوگوں کے مال کی بل کھیل ہوتی ہے۔

۳۔ امام نسائی (ابو عبد الرحمن احمد بن حنبل بن علی نسائی المتوفی ۳۳۳ھ) اپنی کتاب نسائی جلد ۱۸ میں روایت نقل کرتے ہیں۔

ان ربيعة بن الحارث قال لعبد کہ حضرت ربیعہ بن الحارث (جو ایک صحابی
المطلب بن ربيعة والفضل بن ہیں) نے حضرت عبد المطلب بن ربیعہ (ربیعہ بھی
عباس بن عبد المطلب اثبتا صحابی ہیں) اور فضل بن عباس سے کہا کہ جاہ حضور
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اور کو کہ ہم کہم کہم صفت پر حامل مقرر کر دیں تھے
فقلوا له استعملنا رسول الله على میں حضرت علی تشریف لائے اور کہنے لگے کہ تمہیں ہرگز
الصدقات فأتى على ابن ابی طالب و حضور حامل نہیں مقرر کر دیں گے غیر عبد المطلب بن ربیعہ

۷۔ تجربہ بخاری یعنی وہ احادیث جو مسند میں ان کو حذف کر کے مجروح کر کے غیر مکرر احادیث جمع کی جائیں
جب تجربہ علامہ بیہدی ہیں۔ زبیدی رد وہیں ۱۰۔ ابوالحسن بن المبارک زبیدی المتوفی ۶۶۹ھ صاحب تجربہ ہیں ہیں ہم سید
تقریبی زبیدی شرح الاحیاء وغیرہ المتوفی ۱۲۵ھ اور اس تجربہ کا اردو میں مولانا محمد حیات منجلی نے ترجمہ کیا ہے۔

حدیث ضعیف الخ نسائی ہی وہ کتاب جس میں ضعیف حدیثیں بہت کم ہیں۔

۴۔ اور امام ترمذی ^{۱۲۸} الحافظ المتقن ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ سورۃ الترمذی المتوفی ۲۵۹ھ اپنی جامع ترمذی جلد ۱۳ میں حضرت ابو رافع ^{۱۲۹} رضی اللہ عنہ کے غلام تھے۔ مات فی خلافة علیؑ وهو اذ صحیح سے روایت پیش کرتے ہیں۔

عن ابی رافعؓ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بعث رجلاً من بنی مخزوم علی الصدقة فقال لا بل رافع اصحبی کما تصیب منها فقال لوحتی ارقی رسول اللہ صلی اللہ وسلم فاساله وانطلق الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فساله فقال ان الصدقة لا تحل لنا وان موالی القوم من انفسهم قال وهذا حدیث حسن صحیح۔

حضرت ابو رافعؓ فرماتے ہیں کہ حضور نے قبیلہ بنی مخزوم کے ایک آدمی کو صدقات پر نال بنایا انہوں نے حضرت ابو رافعؓ کو کہا آدمیر سنا تھہ چاہے کہ تمہیں بھی کچھ مل جائے حضرت ابو رافعؓ نے فرمایا میں جب تک حضور کے پاس جا کر پوچھ نہ لوں نہیں جاسکتا جب حضور کے پاس جا کر پوچھا تو حضور نے فرمایا ہمارے لیے صدقات جائز نہیں اور تم ہمارے غلام ہو تمہارے لیکن جائز نہیں کیونکہ دشمنیت میں غلام مالک کی قوم سے سمجھا جاسکتے (یعنی بعض احکام میں جو حکم مالک کا ہو گا وہی غلام کا ہو گا مثلاً میری سزا کہ زکوٰۃ آقا کے لیے بھی جائز نہیں غلام کے لیے بھی ناجائز ہے)۔

اردو ترجمہ ترمذی جلد ۱۳ میں ہے حضور نے فرمایا کہ ہم لوگوں کے لیے صدقہ حلال نہیں اور غلام قوم کے انہیں میں شمار ہوتے ہیں یعنی جب سادات کو نہ صدقہ حلال نہیں تو ان کے غلاموں کے لیے بھی حلال نہیں الخ۔

فائدہ :- جو بزرگ کہ قبیلہ بنی مخزوم سے صدقات پر نال بنائے گئے تھے ان کا نام

ارقم بن ابی ارقم ہے۔ کذا فی نفع القوت المفتدی حاشیہ ترمذی ج ۱
 ۸۳۔ و تحفة الاحوذی جلد ۲ ص ۲۱ عن ابی یحییٰ والطبرانی فی الکبیر
 یہ روایت باختلاف بعض الفاظ و باختلاف ضمون سابق مندرجہ ذیل کتب حدیث
 میں بھی موجود ہے۔

۵۔ البراد و الامام المتقن البراد و السجستانی المتوفی ۲۴۵ھ جلد ۱ ص ۲۱۰
 لنا الصدقة الخ

۶۔ مجمع الزوائد للامام بن ابی شیبہ المتوفی ۲۸۰ھ جلد ۳ ص ۸۹
 مشکوٰۃ لبی الدین محمد بن عبد اللہ الخطیب البزازی قد فرغ من ۲۸۰ھ جلد ۱ ص ۱۶
 اور اردو ترجمہ مشکوٰۃ ص ۲۸۸ ہے آپ نے فرمایا کہ یہ صدقات یعنی زکوٰۃ وغیرہ آدمیوں کی میل
 ہے۔ اور اس کا کھانا محمد اور آل محمد کے لیے حلال نہیں الخ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و علیٰ آلہ و صحبہ
 و ازواجہ وسلم۔

فائدتہ: مشکوٰۃ کا اصل ماخذ مصابیح ہے جو محدث کبیر امام فرابغوی المتوفی ۵۸۰ھ صاحب عالم الترمذی و شرح
 السنن کی تصنیف ہے چونکہ انہوں نے تخریج نہیں فرمائی تخریج محدثین کی اصطلاح میں کسی روایت کو جس کتاب سے نقل کی گئی
 اس کی طرف منسوب کر دینا کہ یہ روایت فلاں کتاب میں ہے صاحب مشکوٰۃ نے تمام احادیث کی (الامام اللہ تعالیٰ)
 تخریج کر دی ہے۔ اور ساتھ ہی فصل ثالثہ بڑھادی ہے مصابیح کی ایک شرح علامہ فضل اللہ توشہقی مدنی صاحب مشکوٰۃ
 و مشرف الدین بن صلیح الدین مدنی المتوفی ۶۹۹ھ نے لکھی ہے اور دوسری شرح علامہ مکہ و عبد اللطیف بن عبد العزیز
 بن فرشتہ المتوفی فی حد و ۷۵۰ھ نے لکھی ہے۔ کل احادیث مشکوٰۃ (۵۹۴۵) ہیں اور مشکوٰۃ کے مختصر شرح میں
 سے مجموعہ شرح علامہ طبری (المتوفی ۴۳۳ھ) کی ہے اور اس وقت حضرت علامہ علی القاری الحنفی المتوفی ۱۰۱۴ھ
 کی شرح مرجع اور شیخ عبدالحی مدنی المتوفی ۱۰۵۲ھ کی عربی شرح لمعات التبیق امدان کی دوسری شرح
 فارسی اشعۃ المتعالمین موجود ہیں۔

۸۔ اور مستدرک حاکم (رحمہ اللہ) الحاکم المتوفی ۵۰۵ھ (جلد ۱ ص ۱۰۰) میں بھی یہی حدیث ترمذی شریف کے الفاظ سے نقل کی گئی ہے۔

۹۔ اور منہ احمد لایعالم احمد بن حنبل (احمد الامتہ الاعلام المتوفی ۲۴۱ھ) جلد ۴ ص ۱۱۱ میں الفاظ سے جو کہ ترمذی و نسائی وغیرہ میں موجود ہیں یہ روایت مذکور ہے۔

۱۰۔ اور تفسیر طبری (ابو جعفر محمد بن جریر طبری المتوفی ۳۲۰ھ) جلد ۱ ص ۱۰ میں ہے۔

عن مجاهد قال کان ال محمد صلی
اللہ علیہ وسلم لا تدخل لہم الصدقۃ
فجعل لہم خمس الخمس انتہی۔
حضرت مجاہد فرماتے ہیں کہ حضور کی آل کے لیے صدقہ
جائزہ تھا تو ان کی تطہیب فلان کے لیے حضرت نے
خمس غنائم ان کو دلائی۔

۱۱۔ یہی روایت بعینہ ان الفاظ سے مصنف ابن ابی شیبہ (المتوفی ۲۳۵ھ) جلد ۲ ص ۱۱۱ میں مذکور ہے۔

۱۲۔ کنز العمال (علی المتقی بن حام المین السندی المتوفی ۹۷۵ھ) جلد ۲ ص ۲۸۵ میں ہے
عن ابن عباس (مرقوماً) اصبر واعلیٰ
انفسکم یا بنی ہاشم فانما
الصدقات غسالات الناس۔
حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے
فرمایا: اے بنی ہاشم اپنے نفوس کو مضبوط رکھو (صدقات)
کے کھانے سے (صدقات تو لوگوں کی میل کھیل ہیں۔)
(رواہ الطبرانی)

۱۳۔ نصب الرایہ ص ۳۶۶ (حافظ جمال الدین عبداللہ بن یوسف الزلیع الحنفی المتوفی ۶۲۲ھ) میں بایں الفاظ حدیث کی تخریج کی گئی ہے۔

سلطانی ابن ابی شیبہ (رحمہ اللہ) مسلم۔ ابو داؤد۔ ابن ماجہ وغیرہ کے اسناد میں اور امام ابو حنیفہ کے شاگردوں کے
شاگردوں میں کیونکہ ابن ابی شیبہ و دیگر بن جراح المتوفی ۱۹۷ھ کے شاگرد ہیں اور دیگر امام ابو حنیفہ کے جامع تہذیب
المتذیب جلد ۱ ص ۱۱۲ و کتاب العلم لابن عبد البر ص ۱۹۳ و تاریخ خلیفہ جلد ۱ ص ۱۱۲

قال النبی علیہ السلام یا بنی ہاشم ان الله حرم علیکم غسالة الناس و اوساخهم الحدیث
 حضور فرماتے ہیں کہ اے بنی ہاشم اللہ تعالیٰ نے تمہارے اوپر حرام کر دیا ہے لوگوں کا صدقہ جو کہ ان کے مال کیلئے کچل ہے۔

۱۵۔ اس روایت کو حافظ ابن حجر عسقلانی (المتوفی ۸۵۲ھ) بھی درایہ ص ۱۶۷ میں انہیں الفاظ سے نقل کرتے ہیں۔

۱۶۔ علامہ ابن حزم ظاہری (ابو محمد بن علی بن احمد بن سعید بن حزم اندلسی المتوفی ۵۶۱ھ) نے علی جلد ۱ ص ۱۶۷ میں اسی حدیث کی جواب بھی پیش ہوئی ہے تخریج کی ہے۔

۱۷۔ امام ابو جعفر احمد بن محمد الطحاوی (المتوفی ۳۲۱ھ) نے طحاوی جلد ۱ ص ۲۹۹ میں یہ حدیث روایت کی ہے۔

۱۸۔ کتاب الرواۃ لابن ابی شیبہ مطبوعہ فاروقی دہلی ص ۲۸۸۔ قالت عائشة قال رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم انما مال محمد لا فاکل الصدقة۔ حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ہم آل محمد ہیں ہم صدقہ نہیں کھایا کرتے۔

۱۹۔ مسند احمد بن حنبل جلد ۳ ص ۴۴۸ و ابن ابی شیبہ جلد ۳ ص ۶۔ مسند احمد جلد ۳ ص ۳۴۸ عن عبد الرزاق عن سفيان والطحاوي جلد ۳ ص ۳۰۳ عن عطاء بن السائب قال اتيت ام كلثوم بنت علي بن أبي طالب من الصدقات فرفضته۔ وقالت حدثني مولى لرسول صلی اللہ علیہ وسلم یقال له مہمان ان رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم قال انما مال محمد لا تحل لنا الصدقة ومولى القوم منهم انتہی۔ حضرت عطاء بن السائب کہتے ہیں کہ میں حضرت ام کلثوم بنت علیؓ کے پاس صدقات میں سے کوئی چیز لے گیا تو حضرت ام کلثومؓ نے رد کر دیا اور فرمایا کہ مجھ سے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ایک

نے جس کا نام حضرت مہران ہے بیان کیا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آل محمد کے لیے صدقہ حلال نہیں اور قوم کا غلام انہیں میں سے ہوتا ہے ۲۰۔ یہی روایت ان ہی الفاظ سے تصبیر الراجیہ جلد ۲ ص ۵۵ اور ذریعہ ص ۱۸۱ ۲۱۔ میزال الاعتدال جلد ۲ ص ۲۸ میں ہے۔

عن ابن عباس اتي فتيان من بني عبد المطلب رسول الله صلى الله عليه وسلم فقالا استعلنا على الصدقة - قال ان الصدقة لا تحل لآل محمد الخ

کہ دو لڑکیاں انحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے اور کہا کہ ہمیں صدقات پر عامل بنادیں تو آپ نے فرمایا کہ یہ صدقات آل محمد کے لیے حلال نہیں۔

۲۲۔ یہ روایت کتاب الاموال (لحافظ ابی عبید قاسم بن سلام المستوفی ۲۳۶ ۲۳۷) طبع مصر میں بھی موجود ہے۔

نوٹ :- اس کے علاوہ بھی بعض کتب حدیث کے حوالے موجود تھے مگر ہم نے اختصار اور سچ نہیں کئے کیونکہ وہ کتابیں جن سے عموماً استدلال کیا جاتا ہے یہی ہیں جو کہ مخدوم کتابیں ہیں اور اسلام کے ہر فرقہ کے علماء ان سے استناد کرتے رہتے اور کرتے ہیں۔

چوتھا باب

شارعین حدیث (علی اختلاف مذاہبہم) کے اقوال مندرجہ ذیل منقول ہیں :-
حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں :-

۱۔ قال ابن قدامة لا نعلم خلافا في ان بنی ہاشم لا تحمل لهم الصدقة المفروضة كذا قال وقد نقل الطبري الجواز ايضا عن ابی حنيفة وقيل عند يجوز لهم اذا حرموا سهم ذوي القربى حكاه انطحاوی وعن ابی یوسف محل صدقة بعضهم لبعض و في حديث مسلم انما هي اوساخ الناس الحديث. يؤخذ من هذا اجواز التطوع دون الفرض وهو قول اكثر الحنفية والمصحيح عند الشافعية والحنابلة (فتح الباری ج ۲ ص ۲۸۵)

امام ابن قدامہ (حنبل) فرماتے ہیں کہ میں اس مسئلے میں کسی کا اختلاف معلوم نہیں کرتا ہاشم کے لیے صدقہ مفروضہ ناجائز ہے (سب کا اسی پر اتفاق ہے کہ ناجائز ہے) حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ طبرانی نے امام ابو حنیفہؒ سے جو این نقل کیا ہے اور وجہ بعض نے یہ بیان کی ہے کہ چونکہ ان کو اب فیس نہیں ملتا اس لیے جائز ہوگا اس کی تفصیل آئندہ آئیگی، اور امام ابو یوسفؒ سے منقول ہے کہ بعض بنی ہاشم کا صدقہ بعض کے لیے جائز ہے۔ حافظ کہتے ہیں کہ مسلم کی روایت سے جرم ثابت ثابت ہوئی ہے صدقہ مفروضہ مکمل (صدقہ نقلی جائز ہے) اور یہی اکثر احناف کا مذہب ہے اور یہی شوافع کا صحیح قول ہے اور حنبلیوں کا بھی یہی مذہب ہے۔

حافظ ابن حجر دمشقی المسک میں فن حدیث میں ان کا جو درجہ اور مقام ہے وہ انظر من الشمس ہے علماء کرام کے ہاں وہ حافظ الدنیا کہلاتے ہیں یعنی دنیا میں پائے دور کے اندر علم حدیث کے سب سے بڑے حافظ انہوں نے اکثر احادیث کا اور حضرات متوفیہ اور حنا بلکہ کا صحیح مذہب یہی بتایا ہے کہ روایات کے لیے واجب قسم کے صدقات جائز نہیں۔
۲۔ مجموع شرح منہب للعلامة النووي جلد ۶ ص ۲۶

لا يجوز دفع الزكاة الى هاشمي لقوله عليه السلام - نحن اهل بيت لا يحل لنا الصدقة - الحديث - وقال البوسعيدي الصطبري لما منعوا حقهم من الخمس جاز الدفع اليهم لانهم حرهوا الزكاة لحقهم خمس الخمس فاذا منعوا الخمس وجب ان يدفع اليهم و المذهب الاول لان الزكاة حرة عليهم لشرفهم برسول الله صلى الله عليه وسلم - وهذا المعنى لا يزيل بمنع الخمس وفي موالئهم وجهان الى ان قال هذا مذهبنا وجوز البوخيزية دفع الزكاة الى بني المطلب ووافق على تحريمها على بني هاشم الخ

حضور کے فرمان کے مطابق ہاشمیوں کو زکوٰۃ دینی ناجائز ہے اپنے ذریعہ ہم اہل بیت میں ہمارے لیے صدقہ جائز نہیں۔ الحدیث۔ اور البوسیدی الصطبری دمشقی کہتے ہیں کہ جب ان کا حق خمس میں تھا تو ان لوگوں کو کوئی بھی نقصان نہ تھا۔ کیونکہ جب زکوٰۃ حرام تھی تو خمس ملتا تھا لیکن جب کہ خمس ہند ہو گیا تو زکوٰۃ ملنی چاہیے لیکن مذہب شیعہ پر مبنی قول ہے کہ ناجائز ہے کیونکہ زکوٰۃ کی حرمت حضور کے اہل پر قربت کی شرافت کی بنا پر ہے۔ اور یہ سب رحمت بوجہ شرافت، بہر حال موجود ہے خمس ہویانہ ہو۔ اور بنو ہاشم کے غلاموں میں دو وجہیں ہیں اہل ان قال یہ ہمارا مذہب ہے اور امام البوشیزہ نے بنو عبد المطلب پر زکوٰۃ ناجائز رکھی ہے۔ اور بنو ہاشم پر حرام کہنے میں ہمارے ساتھ ہیں۔

(۳) یہی بزرگ اپنی مشہور شرح مسلم جلد ۱ ص ۲۴۴ میں لکھتے ہیں۔

فيه تحريم الزكاة على النبي صلى
الله عليه وسلم وعلى آله وهم
بنو هاشم وبنو عبد المطلب
وقال ابو حنيفة ومالك هم
بنو هاشم خاصة الخ

اس حدیث میں دلیل ہے کہ زکوٰۃ حضور پر
اور آپ کی اہل پر حرام ہے اور آپ کی اہل بنو
ہاشم و بنو عبد المطلب ہیں اور امام مالک اور
امام ابو حنیفہ کہتے ہیں کہ اصل صرف
بنو ہاشم ہی ہیں۔

اسی جلد ۱ ص ۳۲۴ میں تحریر فرماتے ہیں:-

دليل على انها محرمة سواء كانت
بسبب العمل او بسبب الفقر والمسكنة
او غيرهما من الاسباب الثمانية و
هو الصحيح الخ

اس حدیث میں دلیل ہے کہ زکوٰۃ بنو ہاشم پر
حرام ہے غافل بن کر لے پھر بھی اور فقیر و مسکین
کے لحاظ سے لے پھر بھی یا وہ آٹھ اسباب جو مذکور
ہوئے ان میں سے کوئی بھی سبب ہو بہر حال حکم اور یہی صحیح
ہو الصیح الخ

۴۔ اور یہی امام نووی جلد ۱ ص ۲۶۹ کی مندرجہ ذیل روایت کی شرح کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

حديث وموقف عن زبير بن ارقم ولكن اهل
بيتهم من خدم علي بن ابي طالب
بعدة قال ومن هم قال وهم آل علي
والعقيل وال جعفر واهل عباس
قال كل هؤلاء حرم الصدقة الحديث الخ

حضرت زبیر بن ارقم حضور کے اہل بیت کے متعلق مرفوع
حدیث نقل کر رہے تھے کہ حسین، ہمام، اسماء، جعفر، علی، زکریا
ازواج مطہرات بھی اہل بیت ہیں کیا ان میں سے کوئی ایک
مذکورہ کرتا ہوں جن پر صدقہ حرام ہے وہ آل علی و آل
جعفر و آل عقیل و آل جعفر و اہل عباس
امام نووی فرماتے ہیں:-

المراد بالصدقة الزكاة وهي حرام
عندنا على بنی المطلب وقال مالك
بنو هاشم فقط الخ

صدقہ سے مراد زکوٰۃ ہے (غفلتیں) اور یہ بزرگ
بنو ہاشم اور بنو عبد المطلب دونوں پر حرام ہے امام
مالک فقط بنو ہاشم پر حرام سمجھتے ہیں۔

۵۔ ارشاد الساری شرح صحیح بخاری رشیخ احمد بن محمد مصری المتوفی ۹۲۳ھ المشور بہ
قسطلافی جلد ۳ ص ۶۱ میں ہے۔

وتحرم علیہما علی ال النبی صلی
اللہ علیہ وسلم لا ذہبا مطہرة
كما قال تعالیٰ خذ من اموالہم صدقة
لتطہرہا بہا الیہ الی ان قال ولا تص
عند اصحابنا ان المحرم علی الاول الفضن
دون التطوع الخ
اور حضور کے اہلبیت پر زکوٰۃ حرام ہے کیونکہ وہ ال کپک
کرتی ہے۔ قرآن مجید میں ہے آپ ان زکوٰۃ وصول کیے
ان کو پاک کریں (تو گویا مال زکوٰۃ میں کچھ بچا پائی گئی
جیسا کہ پہلے تھو روایات میں واضح انس گدرا ہے)
اور ہمارے صحیح مذہب یہ ہے کہ آل النبی علیہ السلام پر فرض
زکوٰۃ حرام ہے نقلی حدیث سے ثابت نہیں۔

۶۔ اور سبل التلام شرح لموت المرم (محمد بن اسماعیل بن الصلاح الامیر الکھلائی ثم الضعانی)
المتوفی ۱۱۴۳ھ مطبوعہ مصر جلد ۲ ص ۲۰۸، ۲۰۹ میں ہے۔

وهو دلیل علی تحریم الزکوٰۃ علی محمد و
علی آلہ فانہ اجماع وكذا ادعی الاجماع
علی حرمتها الوطالب وابن قدامة
ولقتل المجاوز عن الی حنیفة۔ الخ
یہ حدیث مذکور دلیل ہے کہ زکوٰۃ حرام ہے آپ
پر بھی اور آپ کے اہل پر بھی امام الوطالب اور ابن قدامہ
نے اس پر اجماع نقل کیا ہے۔ امام البخاری سے
جواز نقل کیا گیا ہے الخ

۷۔ وفی محلی ابن حزم جلد ۶ ص ۱۴

وبنوا مطلب شی واحد ولا یحل
لہم ذین البطنین صدقة فرض وان
تطوع اصلا لقوله علیہ السلام لا تحمل
لحمہ ولا اول محمد واما الہمة
والعطیة والفدیة والصل والصل والصل
والصل والصل فیجوز الخ۔
بنو ہاشم وبنو عبدالمطلب ایک ہی کچھ جلدتے ہیں ان
دونوں کے لیے نہ تو فرض صدقہ جائز ہے اور نہ نقلی۔
کیونکہ حضور نے فرمایا کہ زکوٰۃ نہ محمد کے لیے حلال ہے نہ
اہل محمد کے لیے۔ بہر حال یہ اور خطیہ اور فردیہ اور
اور شکرانہ اور تحفہ اور صلہ اور پیش کش
یہ سب جائز ہیں۔

۸۔ عنون المبحرود شرح ابی داؤد (مولانا شمس الحق عظیم آبادی غیر مقلد) جلد ۲ ص ۱۱۱ میں ہے۔

وانما لا یحل لنا الصدقة الحديث
یہ حدیث (حسب سبب) کیفیت تھا لمواہم دلیل ہے
وهذا دلیل لمن قال بحرمه الصدقة
ان کی جہت کے ہیں کہ صدقہ ان کے حوالی پر بھی حرام ہے
علی موالی من تحرره علیہ الصدقة الخ
جن پر تو صدقہ حرام ہے۔

۹۔ اور بذیل المبحرود شرح ابی داؤد (مولانا خلیل احمد سمار پوروی المتوفی ۱۳۴۶ھ) ج ۳ ص ۱۱۱ میں ہے۔

واما ال النبی علیہ السلام فقال اکثر
حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے آل پر صدقہ
المنفیة وهو المصحح من الشافعية و
فرضی حرام ہے۔ یہی سبب اکثر احناف و شوافع
الخصالة وکثیر من المزیديّة انہا تجوز
و خالدا اور بہت سے فسرہ زید کا سبب
لہم صدقة التطوع دون الفرض لان
کہ حرام فرضی ہے نہ کہ نفلی کیونکہ حدیث میں یہ لکھیں
المحرم علیہہ انما هو اوصاخ الناس و
کو منع کی ہے۔ اور یہ فسرہ فرضی میں سبب نہ
ذلك هو الزکوة لا صدقة التطوع الخ
کہ نفلی میں الخ

قائدہ ۱۔ زیدیشیعوں کا ایک فرقہ ہے جس کا شرح مواقف نے نو کشور ص ۵۲ میں لکھا ہے
الشیعة هم اثنان وعشرون فرقة
شیعوں کے بائیس فرقے ہیں اصولی اور یقین ہیں۔
اصولہم ثلاثة غلاة و زیدیة و
باقی ان کی شاخیں ہیں بہت تباہ کرنے والے صحابہ
امامیة الخ۔
کی تکفیر کرنے والے اور زید اور امامیہ الخ۔

اور ص ۵۶ میں لکھا ہے الزیدیة منسوبون الی زید بن علی بن زین العابدین
کہ زید زید بن علی بن زین العابدین کی طرف منسوب ہے۔

تیز غنیۃ الطالبین مطبوعہ لاہور (شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ تعالیٰ المتوفی ۵۶۱ھ)

۱۰۔ مواقف کا مصنف قاضی عوض الدین عبدالرحمان بن احمد البکری المتوفی ۵۸۷ھ ہیں۔ اور شارح قضا

سید شریف علی بن محمد جانی المتوفی ۸۱۶ھ ہیں ۱۲۔

میں لکھا ہے۔ زید بن شعیب کا ایک فرقہ ہے شرح مواقف ص ۵۲ میں وہ تہذیبہ لکھی ہے کہ شایعہ علیہ السلام انہوں نے (نظام) حضرت علیؓ کا ساتھ دیا اور (نظام) اتحاد کیا اور ان کے ساتھ چلنے پھرنے میں شایعہ کی قلت بدل شایعہ المجرس والیہود والتفصیل لایسحہ هذا المقام۔ اس کا کچھ اجمالی نقشہ آخر کتاب میں دیکھیں
۱۔ معالم السنن والاعلام الخطابی المتوفی ۳۸۸ھ شرح ابی داؤد طبع حلب جلد ۲ ص ۱ میں ہے۔

اما النبی صلی اللہ علیہ وسلم فلا
خلاف بین المسلمین ان الصدقة
لا تحل له وكذلك بنوهما شہ فی
قول اکثر العلماء وقال الشافعی
لا تحل الصدقة لنبی المطلب ایضاً
حضرت پر صدقہ حلال نہیں اس میں سب مسلمانوں
کا اتفاق ہے۔ بنو ہاشم پر حرمت کے قائل
جسور علماء ہیں۔ اور امام شافعیؒ بنو المطلب
پر بھی حرام کہتے ہیں۔ الخ

فائدہ۔ بنو ہاشم (ہاشم حضور کے باپ کا دارا۔ اس طرح کہ محمد بن عبد اللہ بن
عبد المطلب بن ہاشم بن عبد مناف بن قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوئی بن غالب
بن فہر بن مالک بن النضر بن کنانہ بن خزیمہ بن مدرکہ بن الیاس بن مضر بن نزار بن معد بن
عدنان۔ فالعلویۃ والعباسیۃ من بنی ہاشم لان العباس وابی طالب ابنا عبد المطلب الخ
یعنی علوی اور عباسی ہاشمی ہیں کیونکہ حضرت عباسؓ اور ابوطالب جو حضرت علیؓ کے والد
تھے دونوں عبد المطلب کے بیٹے ہیں۔

ایسے حضرت عباسؓ اور ابوطالب کی اولاد بنو ہاشم ٹھہری حضرت علیؓ حضرت
جعفرؓ حضرت عقیلؓ یہ تینوں بزرگ (بھائی) ابوطالب کے بیٹے ہیں۔ یہ بات علامہ
قطب المربع الحنفیؒ (المتوفی ۸۷۸ھ) نے شرح مسائرہ جلد ۲ ص ۱۶۵ مصری میں لکھی ہے۔

اصل کتاب مسائرہ ۱۴۱ھ میں جہم الحنفیؒ کی بے بدولت کی ایک شرح کمال الدین محمد بن محمد المعروف بابا شریف المقدسی انصاریؒ
المتوفی ۹۰۵ھ نے تصنیف کی ہے جس کا نام مسائرہ ہے،

اور دلائل سے ثابت ہے کہ حارث بن عبد المطلب کی اولاد بھی صدقات کے مسائل میں بنو ہاشم میں شامل ہے۔ عبد المطلب کے ولس یا بارہ بیٹے تھے۔ سیرۃ النبی شبلی (المتوفی ۱۳۳۲ھ) جلد ۱ ص ۱۵۱ ان میں سے دو مسلمان ہوئے تھے حضرت حمزہؓ و المتوفی شہیدؒ اسلمہؒ اور حضرت عباسؓ المتوفی ۲۲۸ھ جو آپ کے چچا تھے اور آپ کے دو سال بڑے تھے (اکمال ص ۶۷) تو مذکورہ بالا حضرات را ال علیؓ آل جعفرؓ آل عقیلؓ آل عباسؓ آل حارث بن عبد المطلب کے سوا جو عبد المطلب کی اولاد ہے اس میں حضرت امام شافعیؒ (المتوفی ۲۴۰ھ) اور اہل ظاہر کا اختلاف ہے کہ جس طرح بنو ہاشم پر زکوٰۃ حرام ہے اسی طرح بنو المطلب پر بھی حرام ہے اور امام مالکؒ اور امام ابو حنیفہؒ وغیرہ فرماتے ہیں کہ یہ تخصیص فقط بنو ہاشم کی ہے۔ بنو المطلب اور ابو جہلؓ ابولہبؓ وغیرہ کی اولاد کو زکوٰۃ دینا جائز ہے (بشرطیکہ وہ مسلمان ہو گئے ہوں) ۱۱۔ اور شرح موطا (امام مالکؒ المتوفی ۱۷۹ھ) موسوم بمسئومی شیخ ولی اللہ الدہلویؒ (المتوفی ۱۷۶۱ھ) جلد ۱ ص ۲۲۸ میں ہے۔

لو تحل الصدقة لبني هاشم عند اهل العلم وقال الشافعي وبنو المطلب مثلهم واختلفوا في موالهم على قولين انتهى

۱۲۔ اور یہی بزرگ و طاہم مالک کی دوسری فارسی شرح المعروف بمصنف جلد ۲ ص ۲۳۸ میں تحریر فرماتے ہیں :-

حلال نیست زکوٰۃ آل محمدؐ و غیر ازیں حضور کے اہل کے لیے زکوٰۃ حلال نہیں ہے

نیست کہ زکوٰۃ چرک مردماں است کیونکہ وہ لوگوں کی ریل کھیل ہے مترجم (ولی اللہ)

مترجم گوید حلال نیست صدقہ بنو ہاشم کتاب ہے کہ بنو ہاشم کو اتفاق علی صدقہ جائز نہیں

را با اتفاق علماء۔ وقال الشافعي **بأنه المطلب** الخ
اور امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ **بأنه المطلب** کا بھی یہی حکم ہے۔
۱۳۔ علامہ محمد انور شاہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ (المتوفی ۱۳۵۲ھ) **العرف الشذی** ۲۹۳، ۲۹۴
(یہ مولانا کی تقاریر ہیں جو مدرس ترمذی کے وقت لکھی گئی ہیں۔ ان کو فاضل مولانا محمد چراغ
صاحب صدر مدرس مدرسہ عربیہ کوجہر انوار نے عربی میں جمع کر دیا تھا جو چھپ چکی ہیں۔
اگرچہ اس میں عربی عبارات کی بے شمار غلطیاں ہیں اور کتابت کی غلطیاں اس کے علاوہ
ہیں لیکن اس میں ہمہ یہ علم کا ایک نیشن بہا ذخیرہ ہے) میں فرماتے ہیں۔

باب کراهية الصدقة على النبي صلى	(باب کراهية الصدقة صدقة حضور پر اور آپ کا اہل
الله عليه وسلم وعلى اهل البيت	پر صراحت ہے۔ وہ اہل علیؑ و اہل حضرتؑ اور اہل بیتؑ اور
وهو ال علي وحجف وعقيل وعباس	اہل عباس میں۔ پھر ہماری عجاہ اصناف کی کنہوں
ثم في كتبنا ان الهاشمي لوسعي اى	میں لکھا ہے کہ ہاشمی کا عامل بننا یا اس طور کہ زکوٰۃ سے
عمل السعاية فلا يخذ من الزكاة	اجرت لے جائز نہیں۔ اور وقف کے مال سے بلا اشتک
ويجوز اخذه من الوقف بلا خلاف	بنو ہاشم لے سکتا ہے۔ بہر حال نفلی صدقات تو اس میں
واما النافلة ففيها اختلاف قال	اختلاف ہے، ربطی شارح کنز فرماتے ہیں کہ نفلی بھی
الزيلكي شارح الكثر انها لا تجوز	بنو ہاشم کو جائز نہیں اور اسی کہ علامہ ابن ہمام نے
للهاشمي وتبعه ابن الهمام واما غيره	اعتبار کیا ہے اس کے علاوہ وہ سب اشتک اس کے قابل
فَيُجَوِّزُها لهم ونقل محمد بن	ہیں کہ بنو ہاشم کو نفلی صدقات لینے جائز ہیں امام
شجاع الثلجي۔ رواية. ساذة في جواز	محمد بن شجاع و الثلجي المتوفی ۲۶۶ھ وہ مساجدنی

سہ شمس کنز امام فخر الدین الزیلعیؒ حضرت امام نسفیؒ (المتوفی ۷۸۸ھ) کے ہم عصر تھے یہ امام محدث
جمال الدین الزیلعیؒ المتوفی ۷۸۸ھ صاحب تخریج مداریک کے علاوہ ہیں بعض ناواقف لوگ ان دونوں
کو ایک سمجھتے ہیں۔ ان کی مشورہ کتاب تبیین التائق اب طبع ہو گئی ہے ۱۲۔

اخذ الزکوة للمهاشمی لولیع یحبد
 الخمس من بیت المال ونقله من
 امالی ابی یوسف وفي عقد الحمید
 افقی الطحاوی من الحنفیة وفخر الدین
 الرزنی من الشافعیة بمجوز دفع الزکوة
 للمهاشمی فی هذه الصورة الخ۔
 صلوة العصر نے ایک شاذ روایت نقل کی ہے کہ
 بنو ہاشم کو جب خمس نہ ملے تو زکوٰۃ لینا جائز ہے۔
 اور اس کو امالی ابی یوسف سے نقل کیا ہے و امالی
 جو استاد کی تقاریف لکھی جائیں اور عقد الحمید
 میں امام طحاوی اور امام رازی کا فتویٰ نقل کیا ہے کہ
 بنو ہاشم کو خمس نہ ملنے کی صورت میں زکوٰۃ لینا جائز ہے

العرف الشذی کی مذکورہ بالا عبارت میں بحث ہے۔ اول یہ کہ ویجوز اخذہ
 من الوقف بلا خلاف الخ کہ ہاشمی وقف کا مال لے سکتا ہے بالاتفاق الخ یہ مجمل ہے
 فتاویٰ خانۃ المعروف بقاضی خاں الامام احمد بن الحسن بن المتصور بن ابی القاسم اوزجندی
 الامام البکیر المتوفی ۵۹۲ھ مطبوعہ نو سکھوہ جلد ۱ ص ۱۲۵ میں ہے۔

ولایجوز النفع الی بنی ہاشم ولایملیہم
 الی ان قال لا یجوز صرف غلة الیمن و
 الطہار والقتل وعشر الرض وغلة
 الموقف وعن ابی یوسف فی روایة
 یجوز صرف غلة الموقف اذا کان الوقف
 علیہم بمنزلة الوقف علی الذغنیاء
 وان کان الوقف علی الفقراء ولم یرسم
 بنی ہاشم لا یجوز صرفہا الی بنی
 ہاشم الخ۔
 جائز نہیں کہ زکوٰۃ دی جائے بنو ہاشم اور ان کے
 غلاموں کو اور اسی طرح کفارہ قسم کا اور کفارہ طہار
 کا اور زمین کا عشر اور آمدنی وقف کی یہ سب تمناؤں
 ہیں۔ امام ابو یوسف سے ایک روایت یہ ہے
 کہ اگر ایسا وقف ہو جو اغنیاء پر ہو تب اسے تو ان
 کے لیے بھی جائز ہے۔ اور اگر وقف فقراء پر ہو
 اور بنو ہاشم کا نام نہیں لیا گیا تو ان کے لیے جائز
 نہیں الخ

اور عمدۃ القاری جلد ۳ ص ۴۳ میں ہے۔

وفی المبسوط یجوز دفع صدقة التطوع مبسوط میں ہے کہ نقلی صدقات اور وقف بنی

ہاشم کو جیتے جائز ہیں۔ امام ابو یوسفؒ اور محمدؒ سے
غیر مشہور روایت یہی ہے اور شرح مختصر الکفری
میں اور سیجانی اور مفید میں ہے کہ جب بنو ہاشم
کا نام وقف کرتے وقت لیا گیا ہو تو جائز ہے
دودہ نہیں اور کثی میں ہے کہ جب وقف کرتے
وقت بنو ہاشم کا نام نہ لیا گیا ہو تو ان کیلئے جائز نہیں
کیونکہ حکم ان کا اغنیاء کا سا ہے

حضرت امام ابو یوسفؒ کا یہ مذہب نہیں بلکہ ان کی ایک روایت ہے، معتد بہ عقائد اربعہ
میں مذکور ہے۔

عندہ اور عنہ میں فرق یہ ہے کہ عندہ مذہب ہے روایات
کرتا ہے اور عنہ روایت پر مشابہت فقہاء کیس
عند ابی حنیفہؒ تو مطلب یہ ہوگا کہ ان کا مذہب
یہ ہے اور عنہ جیسے کہیں تو مطلب یہ ہوگا کہ ان
کی ایک روایت یہ ہے (نہ کہ مذہب ہے)

اور یہاں جملہ فی روایۃ عنہ اس کی تصریح کرتا ہے کہ یہ انہی ایک روایت
ہے امام ابو یوسفؒ کا مذہب یہ نہیں ہے اور نہ یہ حضرات طرفین (ابو حنیفہؒ و محمدؒ)
کا مذہب ہے، اور ساتھ ہی امام ابو یوسفؒ مطلقاً نہیں کہتے بلکہ شرط لگاتے ہیں کہ وہ
وقف اغنیاء پر ہو تو اس میں بنو ہاشم شامل ہیں اور اگر فقراء پر ہو اور بنو ہاشم کا نام وقف
کرتے وقت نہ لیا گیا ہو تو بنو ہاشم کے لیے جائز نہیں۔ اور صاحب العرف الشافعی
نے مطلقاً بلا خلاف غلۃ وقف کہ بنو ہاشم پر جائز رکھا ہے۔ اس کی مزید تائید فتح القدیر
(الکامل الدین محمد بن ہمام بن عبد الواحد المتوفی ۸۶۱ھ) مصری جلد ۲ ص ۲۴ سے بھی ہوتی ہے۔

والا وقاف الی بنی ہاشم عن
ابی یوسفؒ ومحمدؒ فی النوادر وفی
شرح مختصر الکفریؒ والاسیجانی و
المفید اذا اسعوا فی الموقف وفی
الکفریؒ اذا اطلق الموقف لا یجوز
لان حکمہم حکم الاغنیاء الخ

الضیق بین عندہ وعنہ ان الاول
دال علی المذہب والثانی علی الروایۃ
فاذا قالوا عند ابی حنیفہؒ دل ذلک
علی انه مذہبہ واذا قالوا عنہ
دل ذلک علی انه روایۃ عنہ۔ انتہی

فقہ المالہ يجوز صرف كفاة الیملین و
حضرات فقہاء كرام کہتے ہیں کہ قسم زلمار کا کافی ہے
بنوالمشکم کو جائز نہیں اور اسی طرح غلۃ الوقت بھی جائز
نہیں امام ابو یوسف سے ایک روایت میں ہے کہ جائز ہے
دو تم یہ کہ العرف الشذی میں جو حوالہ عقد الجیدہ کا دیا ہے۔ اس میں مندرجہ ذیل عبارت ہے۔
عقد الجیدہ مجتہباً (مع ترجمہ الارویۃ) صف ۵۔

ومنها راسی من المسائل المتی افقی
جن مسائل میں علامہ نے خلاف مذہب فتویٰ دیا ہے
العلماء علی خلاف المذهب (دفع الزکوۃ)
ان میں ایک یہ بھی ہے کہ میدود کو زکوۃ دینی جائز
الی از شراف العلویین افقی الامام
ہے۔ امام رازی نے فتویٰ دیا ہے کہ جب ان کو
فخر الدین الرازی بجوازہ فی ہذہ
ثمن بیت المال سے نہیں ملتا اور وہ فقیر
الوزمنۃ حین منعوا سہمہم من
ہوں تو ان کو زکوۃ جائز ہے۔
بیت المال و صنفہم الفقرا انتی

اس عبارت میں امام طحاوی کا نام تک بھی نہیں چیر جائیکہ ان کا فتویٰ تو قول ص
العرف الشذی کا کہ امام طحاوی نے بھی جواز کا فتویٰ ہے جیسا کہ عقد الجیدہ میں ہے الاصحیح
نہیں بلکہ عقد الجیدہ میں فقط امام رازی کا قول ہے۔ اس غلطی کا سبب جو سمجھ آیا ہے یہ ہے
کہ حضرت شاہ صاحب نے اثناء تقریر میں فرمایا ہو گا کہ امام طحاوی نے نقل کیا ہے کہ

لہ فائدہ: یہاں محقق بھی عنہ لفظ استعمال کرتے ہیں۔ فائدۃ البحر الرائق مصری جلد ۲ صفحہ ۲۸۱ میں محقق ابن ہمام
کا محقق قول اس کے خلاف نقل کر کے کہ میں کلمہ لکھتا ہوں کہ ابن ہمام غلط وقت کو نقلی سمجھتے ہیں حالانکہ بعض صورتیں وقت کی
واجب بھی ہوتی ہیں (جب کہ منت بھی ہو کہ شاذ کوئی کہے جب میرا قائل کلم ہو گیا تو میرا یہ گھر وقت سے تو یہ واجب ہو گا اور
واجب صدقاً نیز ما شرم پر حرام ہیں۔ فلذا جاع الی البصر وہ لفتاریہ کنا مجموعہ عقد اوئی مولانا عبدالحق صاحب
ملک ۲ ہرچہ یاد بادوب حضرت فقہار حنفیہ کا اس پر اتفاق نہیں۔ مقتضیہ

بنو ہاشم کو زکوٰۃ جائز ہے۔ اور امام رازیؒ نے بھی جواز کا فتویٰ دیا ہے جیسا کہ عقد الجعید میں لکھا ہے الا تو ضبط کرنے والے حضرت یہ سمجھتے کہ یہ حوالہ دونوں (امام طحاویؒ اور امام رازیؒ) کے متعلق ہے حالانکہ عقد الجعید کا حوالہ فقط امام رازیؒ کے افتاء کے متعلق ہے امام طحاویؒ کے متعلق نہیں اور اس کی دلیل یہ ہے کہ فیض الباری شرح صحیح البخاری (جو مولانا بدر عالم رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت شاہ صاحبؒ کی تقریریں ضبط کی ہیں ۲/۵۲ میں ہے۔

ونقل الطحاوی عن امالی ابی یوسف امام طحاویؒ نے امالی ابی یوسف سے نقل کیا ہے کہ
انه یجوز دفع الزکوٰۃ الی ال النبی علیہ جب سادات کو خمس نہ ملے تو زکوٰۃ جائز ہوگی کیونکہ
السلام عند فقد ان الخمس فان خمس من الان کا حق ہے۔ اور عقد الجعید میں لکھا ہے
فی الخمس حقہم الی ان قال وحی کہ امام رازیؒ نے بھی جواز کا فتویٰ دیا ہے۔
عقد الجعید ان الرازی ایضاً افتی بجوازہ الخ

تو اس سے ثابت ہو گیا کہ طحاویؒ کا قول عقد الجعید میں نہیں۔ فقہر
فائدہ۔ العرف الشدی میں لکھا ہے کہ امام ابی یوسفؒ سے جو یہ روایت نقل کی گئی ہے۔
کہ بنو ہاشم کو زکوٰۃ (جب کہ خمس نہ ملے) یعنی جائز ہے تو یہ روایت شاذ ہے (مشاذ و روا
پرفتنی درست ہمیں جس کی تحقیق آگے آئے گی انشاء اللہ تعالیٰ۔
فائدہ۔ جملہ حضرات احناف کی معتبر اور مستند کتب میں سچے فتویٰ جواز کا (بغیر امام طحاویؒ
کے جس کی تحقیق کے لیے ہم نے یہ ذخیرہ جمع کیا ہے اور اس سے بعض غیر محدث فقہیہ جواز
یکچھے ہیں گو امام طحاویؒ کا مطلب قطعاً جواز کا نہیں جیسا کہ عنقریب آئے گا انشاء اللہ
تعالیٰ ایک بھی نہیں ملے گا کہیں بلفظ عن کہیں عنہ کہیں وحی روایت کہیں دوسری
کہیں یس بشہود کہیں شاذہ وغیرہ الفاظ منقول ہیں۔ ہے حضرت امام رازیؒ
(المتوفی ۶۰۶ھ) تو گو ایک بہت بلند خیال منطقی و فلسفی ہیں جن پر آج بھی اہل اسلام کو

بجائے خبر ہے اور غیر مسلموں کو رشک۔ لیکن ساتھ ہی علم حدیث میں ان کو اتنی دسترس نہیں ملتی جو کسی محدث کے شایان شان ہوتی ہے۔ ان کی تفسیر کے دیکھنے والے بزرگ ان اکثر احادیث کا جو تفسیر کہیں میں موجود ہیں خود اندازہ لگا سکتے ہیں کہ کس درجہ کی ہیں اکیر رنواب صدیق حسن خانؒ جلد ۱۲ ص ۱۱۳ میں ہے امام رازیؒ از علم حدیث مجرب ہے نذرو۔ اور اتفاق جلد ۲ ص ۹۱ و جلد ۲ ص ۱۸۹ و اکیر ص ۱۱۳ والد المفسر جلد ۲ ص ۱۵۵ میں ہے۔

قال بعض العلماء فيه كل الشيء بعض علماء لے کہا ہے کہ تفسیر کبیرہ صنفہ امام الاد التفسیر الخ۔ رازیؒ میں سب کچھ ہے جو حق تفسیر میں نہیں۔

فائدہ: بعض علماء کو قدیم و حدیث روایت فان لکھ خمس الخمس سے دھوکہ ہوا ہے ہم اس کو پیش کر کے اس پر نقل و عقلاً بحث کریں گے انشاء اللہ تعالیٰ ملحوظ خاطر رہے کہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب کا امام رازیؒ کے قول کو نقل کرنا اس لیے نہیں کہ حضرت شاہ صاحب بھی جواز کے قائل ہیں ہم نے حضرت شاہ صاحب کے دو حوالے مسوی مصنفی کے پہلے پیش کئے ہیں حجۃ اللہ البالغہ کا حوالہ عنقریب پیش ہوگا۔ ۱۴۔ اشعۃ اللمعات شرح فارسی مشکوٰۃ (شیخ عبدالحق دہلوی المتوفی ۱۰۵۲ھ) جلد ۲ ص ۲۵ میں ہے۔

وعدم جواز دفع ذکوة بنی ہاشمہ اور زکوٰۃ کا ستاد پر ناجائز ہونا ظاہر روایت ہے اور امام البخاریؒ سے ایک روایت یہ بھی ہے کہ جائز ہے اور نیز امام صاحب و امام ابو یوسفؒ سے یہ روایت بھی ہے ظاہر روایت است و در روایت از امام البخاریؒ جائز است دریں زمان و ممنوع بود در آن زمان و روایتی از وے از امام

نہ فرغ من فی جازن الدنئی سلم اللہ۔ فائدہ: واعتمد بعض العلماء علی الرازی فی الحدیث البیضاء راجع مشکلات القرآن۔

ابو یوسفؒ جائز است دفع بعضی
 کہ بعض بزواتم بعض کو زکوٰۃ دے سکتے
 ہیں۔

۱۵۔ اور علاء السنن (المولانا ظفر احمد تھانویؒ) جلد ۹ صفحہ ۵۵ میں ہے۔

والمعمول یہ ہو ظاہر الروایۃ فانہ
 فقہی ظاہر روایت پر ہے کیونکہ حدیث صحیح کے مطابق
 مطابق للنص لہ

۱۶۔ اور عمدۃ القاری والمحقق الاحناف حافظ عبد الدین محمد بن احمد العینی المتوفی ۷۵۵ھ
 جلد ۳ صفحہ ۳۳ میں ہے۔

فہ ان الصدقة لا تحل لہم وہی
 النخیرۃ للقرانی۔ ان الصدقة محرمۃ
 علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 الی ان قال والا ثمة علی تحریمہا
 علی قرابۃ النبی صلی اللہ علیہ
 وسلم وقال الذہیری المالکی
 یحل لہم فرضہا وقلہا وہو
 روایۃ عن ابی حنیفۃ وقال الا صطخر
 ان منعوا من الخمس جاز صرف
 الزکوٰۃ الیہم وردی ابن سماعۃ
 عن ابی یوسفؒ ان زکوٰۃ بعض بنی
 ہاشم علی بعض یحل ولا یحل
 ذلک لہم من غیرہم وقف
 الینابیع یجوز للہاشمی ان یدفع

اس حدیث ران ال محمد لا یأکلون
 الصدقة میں دلیل ہے کہ صدقہ حضورؐ علیہ السلام
 کے لیے حلال نہیں اور قرانیؒ نے ذخیرہ میں لکھا ہے
 کہ صدقہ حضورؐ پر حرام ہے اگر اس بات پر متفق ہیں
 کہ حضورؐ کی قربت (اہل بیت) پر صدقہ حرام ہے طبری
 لکھتے ہیں کہ کتب نقلی فرعی سب جائز ہیں اور امام
 ابو حنیفہؒ کی روایت منقول ہے کہ کوئی نہیں
 اور اصطخریؒ شافعی کہتے ہیں کہ جب دو غنم سے
 محروم ہوں تو ان کے لیے زکوٰۃ جائز ہے۔ ابن
 سماعۃؒ نے ابو یوسفؒ سے یہ روایت بھی نقل کی ہے
 کہ اگر آپ میں بعض بزواتم بعض کو زکوٰۃ دے سکتے
 ہیں اور غیر بنی ہاشم سے ان کے لیے رو نہیں
 بنایا میں امام ابو حنیفہؒ کا یہ قول نقل کیا
 ہے کہ کسی سے زکوٰۃ لے سکتے ہیں

ذکاة الى الهاشمي عند ابی حنیفةؒ ولا
 يجوز عند ابی یوسفؒ وفي جوامع الفقه
 یکره للهاشمي عند ابی یوسفؒ
 خلا فالحمید بن الحسن (الموتی ۸۹ھ)
 وروی البوعصمة عن ابی حنیفةؒ
 جواز دفعها الى الهاشمي في زمانه
 قال الطحاوی هذه الرواية عن
 ابی حنیفةؒ لیست بمشہورة الى ان قال
 وفي شرح القدوري الصدقة الواجبة
 كالزکوة والعشر والنذر والكفارات
 لا يجوز لهم۔

وفي التوضیح وفي الحديث
 ذکوة واضحة علی تحريم الصدقة
 علی الہ علیہ السلام وبہ قال ابو
 حنیفةؒ والشافعیؒ الى ان قال قال
 الطبريؒ في حق ابی یوسفؒ لا القياس
 اصاب ولا الخبر اتيح الى ان قال
 العينيؒ هذا كلام صادر عن
 غير رواية ناس عن تعصیب باطل
 والیوسفؒ يعرف الناس لمواد
 التانيل وعلیہم بتاویل

توضیح میں لکھا ہے کہ اس حدیث میں واضح دلیل
 ہے کہ صدقات حضور علیہ السلام کی اہل پر حرام
 ہیں۔ اور یہی مذہب ہے امام ابو حنیفہؒ و شافعیؒ
 کا امام طبريؒ نے امام ابو یوسفؒ کے حق میں لکھا
 ہے کہ ابو یوسفؒ جو یہ کہتے ہیں کہ فرضی حلال
 اور نفلی حرام نہ تو ان کا قیاس صحیح ہے اور نہ
 حدیث کی اسناد نے اطاعت کی۔ عینیؒ فرماتے
 ہیں کہ امام طبريؒ (شافعیؒ کے جگہ مجتہد) کا یہ کتاب
 سوچے سمجھے ہے اور محض تعصیب باطل
 کی وجہ سے ہے۔ امام ابو یوسفؒ لوگوں میں

الاخبار ومدار کہا و هذا الطحاوی
 الذی من اکبر ائمة الحدیث وادی
 الناس بمذهب ابی حنیفة و اقوال
 صاحبیه نقل عن ابی یوسف القاسمی
 هو الامام ابو حنیفة ان التطوع
 یجزم علی بنی ہاشم فاذا کان
 التطوع جبلاً فالفرض اشد حرمة
 الی ان قال المعینی فعادة هؤلاء
 المتعصبین (الطبری وغیرہ) انہم
 ینسبون رواية ضعيفة او شاذة
 الی امام من الائمة الثلاثة
 ثم ینکرون علیہم بما لا
 یحل نسبتہ الی احد منهم
 انتہی کلام العینی بقدر الحاجة
 یہ احناف کے مشور فقہ و محدث بزرگ ہیں اسی لیے ہم نے ان کے کلام
 کو پہلے پیش نہیں کیا تاکہ یہ سب حوالوں کے لیے بمنزلہ شرح کے ہو جائے یہاں
 چند اباحت ہیں جن کو پیش کرنے سے ماضی کے بہت سے عقیدے حل ہو
 جائیں گے اور آئندہ کے لیے ہمیں یہ اصول موضوعہ کا کام دیں گی۔
 ایک جرم عظیم ہے۔

سلمہ ابو یوسف جو ابو حنیفہ علم بیان کا ایک ممتہ ہے اہل علم خوب جانتے ہیں راجع مختصر اللعانی و
 مطول کلامہ سعد الدین تفتازانی الشافعی المتوفی ۷۹۱ھ۔

اول ابو عصمتہ کا تعارف کرنا ہے کہ یہ کون ہے۔

۱۔ جواب المصنف (للعلامة محي الدين ابى محمد عبد القادر ابن ابى الوفاء محمد بن محمد بن نصر اللہ بن سالم الحنفی المصری المولود ۶۹۶ھ المتوفى ۷۵۵ھ) مصری جلد صاحب کا میں فرماتے ہیں۔

الجامع لقب ابو عصمة المروزی جامع لقب ہے ابو عصمة مروزی کا اور نام نوح واصمه نوح الى ان قال وهو ابو عصمة نوح بن ابی مریدہ الى ان قال المتوفى ۸۳۳ھ

۲۔ تذكرة الموضوعات شيخ محمد طاهر بن علي السدي الحنفی صاحب مجمع بحار الانوار المتوفى ۹۸۶ھ ص ۸۴ میں لکھتے ہیں۔

فيه ابو عصمة المشهور بالوضع الخ اس حدیث میں ابو عصمتہ ہے جو جعلی حدیث بنانے میں مشہور ہے۔

۳۔ اسی تذکرہ الموضوعات ص ۸۴ میں فرماتے ہیں فيه ابو عصمة كذاب الخ اس حدیث میں عصمتہ ہے جو بہت بڑا جھوٹا آدمی ہے۔

۴۔ کتاب القراءة ہیثمی (المتوفى ۴۵۶ھ) ص ۱۲۸ میں ہے۔

ابو عصمة نوح بن مریدہ کذاب ابو عصمتہ نوح بن مریدہ ایک بڑا جھوٹا آدمی ہے۔

۵۔ تقریب التہذیب فاروقی ربلی (لحافظ ابن حجر عسقلانی) ص ۳۷۷

قال ابن المبارك كان يضع الحديث عبد بن المبارك فرماتے ہیں جعلی روایتیں بنایا کرتا تھا۔

۶۔ میزان الاعتدال جلد ۳ ص ۲۴۵ میں فرماتے ہیں:

هو الجامع اخذ الفقه عن ابی حنیفة وہ ملقب بہ جامع ہے۔ فقہ ابو حنیفہ سے

قال احمد لم یکن بذالک فی الحدیث پڑھتا رہا امام احمد کہتے ہیں بیچ ہے۔

وقال مسلم وغيره متروك الحدیث مسلم وغیرہ فرماتے ہیں مترک الحدیث ہے۔ حاکم

وقال الحاكم وضع ابو عصمة حدیث فرماتے ہیں اس نے فضائل قرآن کی حدیثیں وضع

فضائل القرآن وقال البخاری منکر الحديث ^۱ کی ہیں امام بخاری فرماتے ہیں منکر الحديث:

۷۔ امام حاکم نے مدخل فی اصول الحديث صف ۳ میں لکھا ہے وضع الوعصمة الخ۔

۸۔ یہ چند سال ہول حدیث ص ۳۱ میں فرماتے ہیں وضع الوعصمة الخ۔

۹۔ شاہ عبد العزیز دہلوی (المتوفی ۱۲۳۹ھ) نے عجاہ نافعہ ص ۳۱ میں بیان کیا ہے کہ

یا اقرار کردہ باشد لوضع احادیث چنانچہ
نوح بن ابی مریم کہ در فضائل قرآن احادیث
وضع نمود و گفت ہر گاہ دیدم مردم را کہ
از قرآن اعراض کردند و علوم دیگر مثل
تاریخ و تفسیر و فقہ ابی حنیفہ مشغول اند
وضع کردند الخ۔
وضع کی پہچان کا ایک سبب خود وضع کا اقرار
بھی ہے جیسے کہ نوح بن ابی مریم نے فرمایا کہ میں
نے فضائل قرآن کی احادیث اس لیے وضع کی
ہیں کہ لوگ قرآن سے غافل ہو کر تاریخ و تفسیر و فقہ
ابو حنیفہ سے مشغول ہیں تو میں نے حدیثیں وضع
کیں (جعلی بنائیں)

حدیث میں جعلی حدیثیں بنانے والے کے لیے جو حکم بیان ہوا ہے ملاحظہ
فرمائیں (واہ امام ابو حنیفہ کے بڑے خیر خواہ۔) مسلم جلد ۱ ص ۱ میں مختلف اسانید سے یہ
روایت موجود ہے۔

من کذب علی متعمداً
فلیتسبوا مقعدہ من
النار۔
جو شخص جان بوجھ کر کھجور چھوٹ کے دینی جو
روایت میں نے نہیں کسی نیری طرف متوجہ کرے
میسے وضعیں کرتے ہیں (تو اپنا ٹھکانا جہنم میں بنائے۔)

سب متواتر احادیث میں سے یہ روایت بعض کے نزدیک پہلے درجہ پر
ہے بحجۃ الفکر ص ۵۹ میں حافظ ابن حجر فرماتے ہیں۔

والفقہ اعلیٰ ان تعمد الکذب علی
النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ
وصحبہ وسلم من الکبائر وبالغ
المرکوزہ کا اس بات پر اتفاق ہے کہ آنحضرت
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر جان بوجھ کر چھوٹ
کرنا کبائر میں سے ہے اور امام ابو محمد بخاری

ابو محمد الجوبینی فکف من لعدا الکذب^۱ ای شخص کی بات کو کرتے ہوئے تکثیر کرتے ہیں۔

اب ان تصریحات ہالا کے بعد غور فرمائیں کہ امام ابو حنیفہؒ کی مشہور روایت کے خلاف جو غیر مشہور روایت ہے۔ اس کا راوی ابو عصمت مذکور ہے جو شخص حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر جھوٹ سے باز نہیں آتا اور خرف سے کتاب کے میں یہ حدیث اس لیے وضع کی ہیں الخ تو کیا امام ابو حنیفہؒ اس کے جھوٹ سے بچ سکتے ہیں۔ جھوٹ اور وضع تو اس کے باتیں اچھے کا کرتب معلوم ہوتا ہے۔
دوسری بحث جو بوز کی روایت امام ابو یوسفؒ کی طرف نسبت کی جاتی ہے اس میں بڑا اضطراب ہے۔

۱۔ بزم الثم بعض بعض کو زکوٰۃ دے سکتے ہیں۔ یہ ابو یوسفؒ کا مذہب ہے، جیسا کہ احکام القرآن جلد ۲ ص ۱۳۱ اور فیض الباری جلد ۲ ص ۵۲ و عمدة القاری جلد ۴ ص ۲۳۳ سے معلوم ہوتا ہے۔

۲۔ عمدة القاری (ص ۲۳۳) میں ینایع سے نقل کیا ہے کہ یہ مذہب امام ابو حنیفہؒ کا ہے۔ امام یوسفؒ کہتے ہیں ناجائز ہے۔

۳۔ عمدة القاری بحوالہ مذکور جوامع الفتا سے ابو یوسفؒ کا قول لکھا ہے۔ دیکھ
خلاف امام محمدؒ

دوسرے نمبر کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ اختلاف امام ابو یوسفؒ اور امام ابو حنیفہؒ کا ہے اور سوم سے معلوم ہوتا ہے کہ اختلاف امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ کا ہے اور غیر اول سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ فقط امام ابو یوسفؒ کا قول ہے۔

۴۔ اشعة المعات جلد ۲ ص ۲۵ سے معلوم ہوتا ہے کہ امام ابو حنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ دونوں کے نزدیک جائز ہے۔

۵۔ لامش نسائی جلد ۱ ص ۲۸۱ و عمدة القاری جلد ۴ ص ۲۳۳ و نیل الاوطار جلد ۵ ص ۵۸

میں ہے۔

قال ابو یوسفؒ تحرم التعلیة علیہم
امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں کہ نقلی صدقات بھی
کصدقة الفرض الخ سادات پر حرام ہیں جیسے فرضی حرام ہیں۔

نیز یہ اختلاف بھی ہے کہ آیا بعض بنی ہاشم بعض کو دے سکتے ہیں یا خمس نہ ملنے
کی وجہ سے غیر بنی ہاشم بھی بنو ہاشم کو زکوٰۃ دے سکتے ہیں اور

۱۔ فیض الباری جلد ۲ ص ۵۲ والعرف الشذی ص ۲۹۳ سے معلوم ہوتا ہے کہ جب
خمس نہ ملے تو جائز ہے الا یہاں اس کی تصریح نہیں کہ ہاشمی کو دے بلکہ غیر ہاشمی
کی صورت میں مطلقاً جائز ہے۔

۲۔ قاضی خان جلد ۱ ص ۲۵ میں ابو یوسفؒ کا مذہب صرف غلۃ الوقت ہی لکھا ہے
زکوٰۃ کو چھوڑا ہی نہیں۔ اور (۵) سے معلوم ہوتا ہے کہ سب فرضی و نقلی صدقات
ان کے نزدیک حرام ہیں لہذا ان اضطرابات کی وجہ سے بھی یہ قول قابل اخذ نہیں۔
بحث سوم علامہ علیؒ نے یہ جواز کے سبب قول مروی از ابو حنیفہؒ و ابو یوسفؒ
شاذ اور ضعیف بتلاتے ہیں اس بات کو مد نظر رکھنا آئندہ کام آئے گی۔ انشاء اللہ تعالیٰ
۳۔ اور نسائی جلد ۱ ص ۲۸ کے حاشیہ میں لکھا ہے۔

واختلف فی الاول ہما فقال الثاقفی
اہل میں اختلاف ہے اہم شافعیؒ اور ایک جماعت
وجاعة انہا بنو ہاشم و بنو المطلب
راہل ظاہر کی یہ کہتی ہے کہ بنو ہاشم و بنو المطلب
وقال ابو حنیفہ و مالک و یسوی
دونوں اہل ہیں اور امام ابو حنیفہؒ اور مالکؒ فرماتے
ہاشم فقط والمراد بنی ہاشم
ہیں کہ فقط بنو ہاشم میں سے بھی صرف آل علیؒ

۱۔ اور نسائی کے حاشیہ ص ۲۸ میں ہے کہ امام احمدؒ سے دو روایتیں منقول ہیں اور فتح الملہم ص ۹۹
میں ہے کہ امام احمدؒ کی ایک روایت امام ابو حنیفہؒ کے ساتھ ہے ۱۲۔

العلیٰ وال جعفر وال عقیل وال عبس وال حارث
وال الحادث الی ان قال فقال اکثر
الحنفیة وهو المصحح عن الشافعیة
والخنبلة انہا تجوز لہم صدقة
التطوع دون الفرض الخ
۱۸۔ اور مشکوٰۃ جلد ۱ ص ۱۶۱ کے حاشیہ میں لکھا ہے۔
وال الی بنی ہاشم وموالہم
وهذا فی ظاہر الروایۃ وروى
البوصمة عن البیہقیة انه يجوز
فی هذا الزمان وان كان محتجاً
فی ذاك الزمان وعنه وعن
ابی یوسف يجوز ان یدفع بعض
بنی ہاشم الی بعض الخ

بنو ہاشم اور ان کے غلاموں کو بھی زکوٰۃ دینی جائز
نہیں۔ اور یہی ظاہر روایت ہے۔ ابو یوسف نے
امام البوصمة سے یہ بھی روایت نقل کی ہے کہ
اس زمانے میں جائز نہ ہے کہ زکوٰۃ دی جائے
بنو ہاشم کو اور مخالفت اُس زمانہ میں تھی اور
ایک روایت امام اعظم اور ابویوسف سے یہ بھی ہے
کہ بعض بنو ہاشم بعض کو زکوٰۃ دے سکتے ہیں الخ
۱۹۔ تحفۃ الاحوذی شرح ترمذی (مولانا عبد الرحمن المبارک پوری صاحب ابکار المنن و
تحقیق الکلام غیر مقلد) جلد ۲ ص ۲۲ میں لکھتے ہیں۔

والحدیث یدل علی تحریم الصدقة
علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم
وتحریمہا علی آلہ ویدل علی تحریمہا
علی موالی بنی ہاشم الخ

۲۰۔ فتح الملسم (شرح صحیح مسلم) جلد ۳ ص ۹۹ میں مولانا عثمانی لکھتے ہیں۔
وقال البیہقیة ومالك واکم فی
اور امام البوصمة اور مالک واکم روایت

روایۃ ہو بنو ہاشم فقط ای ان قال
قال ابن قدامة لا نعلم خلافاً في ان
بني هاشم لا تحل لهم الصدقة
المفروضة وكذا حكي الاجماع ابن
رسلان الا مختصراً ملقطاً۔
امام احمد سے یہ ہے کہ مراد اہل سے (جن پر صدقہ
مفروضہ حرام ہے) بنو ہاشم ہی ہیں اور امام ابن قدامہ
نے کہا ہے کہ اس میں ہیں کسی کا اختلاف معلوم
نہیں کہ صدقہ مفروضہ بنو ہاشم کے لیے حرام ہے
اور اسی طرح اجماع نقل کیا ہے امام ابن رسلان
نے بھی الخ۔

یہاں تک تیس شروع حدیث جو قدیم و حدیث لکھے گئے ہم نے حصول مطلب کا
ثبوت ہم پہنچایا بعض دوسرے شروع مثلاً مرقاة تعلیق الصبح۔ مرقاة الصعود وغیرہ اسی
کے مؤید ہیں ہم نے اختصاراً ان کو درج نہیں کیا فلنکت علی هذا ان یکن منكم
عشرون صابرون یغلبوا مائتین۔
فائدہ۔ آپ یہاں تک یہ پڑھتے اور سنتے آئے ہیں کہ امام شافعیؒ اور اہل ظاہر وغیرہ کا
بنو المطلب میں اختلاف ہے اور یہ فرماتے ہیں کہ بنو مطلب بھی ہاشم کی طرح صدقہ مفروضہ
سے محروم ہیں اور ان کے لیے بھی اسی طرح صدقہ مفروضہ حرام ہے جس طرح بنو ہاشم پر یہی
ان بزرگوں کی دلیل تو یہ حدیث ہے۔

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم
انما بنو هاشم و بنو المطلب شئ
واحد وقسم بينهم ماله ذوی
القربى۔
آپ نے فرمایا کہ بنو ہاشم اور بنو مطلب ایک
ہی ہیں اور ذوالقربی کا حصہ ان دونوں
(بنو ہاشم اور بنو مطلب) میں تقسیم کیا ہے۔

نوی جلد ۱ ص ۲۴۲ و محلی ابن حزم جلد ۱ ص ۱۴۱ و مجموع شرح مہذب جلد ۲ ص ۲۲۶
وفتح المہم جلد ۳ ص ۹۹ و نیل الاوطار جلد ۴ ص ۵ وغیرہ میں یہ مذکور ہے اور اصل حدیث
بخاری جلد ۱ ص ۴۴ میں موجود ہے۔ بایں الفاظ۔

عن جابر بن مطعم قال مثبت انا
وعثمان بن عفان الى رسول الله صلى
الله عليه وسلم فقلنا يا رسول الله
اعطيت بنى المطلب وقسركنا ونحن
وهم بمنزلة واحدة فقال رسول الله
صلى الله عليه وسلم انما بنو المطلب
وبنوها شئ واحد۔

حضرت جابر بن مطعم فرماتے ہیں کہ میں اور حضرت
عثمان بن عفان نے خیر تقسیم ہو جانے کے بعد حضور
کے پاس گئے اور عرض کی کہ حضرت کیا وجہ ہے
کہ آپ نے بنو المطلب کو حصہ دیا اور ہم کو نہ دیا حالانکہ
ہم اور وہ برابر ہیں (قرابت میں) حضور نے ارشاد
فرمایا کہ بنو المطلب اور بنو ہاشم ایک ہی
خیزبہ۔

یہ حضرات فرماتے ہیں کہ اس سے ثابت ہوا کہ یہ دونوں گروہ (بنو المطلب اور
بنو ہاشم) ایک ہی ہیں جو ایک کا حکم ہوگا وہی دوسرے کا حکم ہوگا۔ اور جب بنو ہاشم
پر صدقہ، مقرر و نہ حرام ہے تو بنو المطلب پر بھی حرام ہوگا اس کا جواب ایک تو وہ ہے
جو بعض کتب میں منقول ہے مثلاً قاضی شوکانی رئیس طبقة الحديث نيل اللطاف جلد ۱
ص ۵۵ میں لکھتے ہیں۔

واحبيب بانه اعطاه ذلك
لموالاهم ولا عوضا عن
الصدقة الخ

اس (حدیث کے استدلال) سے جواب دیا
گیا ہے کہ بنو المطلب کو جو حصہ دیا گیا ہے تو اس لئے
کہ انکی بنو ہاشم کے ساتھ ملائے گئے (جو شامل معنی آخر میں)
تو جب بنو ہاشم کو حصہ دیا گیا تو ان کو بھی دیدیا گیا اس لئے نہیں دیا گیا کہ یہ صدقہ
کی عوض تھا (جیسا کہ بنو ہاشم کے حق میں عند البعض)

عائسیٰ مذکورہ عبارت فتح الملہم جلد ۲ ص ۹۹ میں مذکور ہے۔
دوسرے جواب علامہ ابن قدامہ (حنبلۃ المتوفی ۶۲۰ھ) تلمیذ شیخ عبدالقادر جیلانی دیتے
ہیں جیسا کہ فتح الملہم جلد ۲ ص ۹۹ میں بایں الفاظ منقول ہے۔
ومشاركة بنی المطلب لهم فی

بنو المطلب کا بنو ہاشم کے ساتھ شریک ہونا

خمس الخمس ما استحقوه بمجرد
 القرابة بدليل ان بنی عبد شمس
 وبنی نوفل یساوونهم فی القرابة
 ولم یعطوا شیئاً وانما شادکوه
 بالنصرة اوبها جمیعاً والنصرة لا تقتضی
 منع الزکوة الخ
 حصہ خمس میں محض قرابت ہی کی وجہ سے نہ تھا
 اس لیے کہ بنو عبد شمس اور بنو نوفل قرابت میں
 بنو مطلب کے مساوی ہیں حالانکہ ان کو کوئی چیز
 (بھی خمس خیر میں سے) نہیں دی گئی تو ان کا
 شریک ہونا آپ کی نصرت کی وجہ سے ہے۔
 یا قرابت اور نصرت دونوں کی وجہ سے اور نصرت
 اور مدد کرنے سے یہ تو لازم نہیں آتا کہ ان کو زکوٰۃ

دینی حرام ہے۔

فائدہ۔ علامہ محقق کی عبد الست دو فائدے حاصل ہوتے ہیں۔

۱۔ یہ کہ شریعت قرابت کی وجہ سے نہ تھی کیونکہ بنو عبد شمس اور بنو نوفل بھی حضور صلی اللہ
 تعالیٰ علیہ وسلم کے قریبی تھے مگر ان کو خمس کا حصہ نہیں دیا گیا۔ تو معلوم ہوا کہ ان کو حصہ خمس
 میں سے ملنا کسی اور علت پر موقوف ہے۔ اور وہ موالات ہی ہو سکتی ہے۔

فقط قرابت کی وجہ سے تو یہ بات نہ تھی باقی رہی نصرت اور مدد یا دونوں علت
 ہوں شریعت فی خمس الخمس کی (الذی قہلہ فی الخیر) تو نصرت اس کی دلیل نہیں
 کہ جس نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مدد کی ہو اور دین اسلام کی مدد کی ہو تو اس پر
 زکوٰۃ حرام ہوگی۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان رضی
 اللہ عنہ سے بڑھ کر تو کوئی ایسا نہ تھا کہ جس نے آپ کی یا دین کی اتنی خدمت کی ہو جتنی ان بزرگوں
 نے کی تھی حالانکہ ان کی اولاد میں سے کسی پر بھی زکوٰۃ حرام نہیں اجماعاً کیونکہ ان میں سے
 کوئی بھی بنو مطلب میں سے نہیں۔ شرح مسائرۃ قطوبنا صفحہ ۲ جلد ۲ ص ۱۶۵ میں ہے۔
 ابو بکر (المستوفی) ۱۳ھ بمجرع ۶۳ سال، ابن ابی قحافہ۔ عثمان بن عفان عمر بن عمر و
 بن کعب بن سعد بن تیم بن مرہ الخ

عمر بن خطاب بن نفیلہ بن عبد العزی بن ربیع بن عدی بن کعب بن لوی الخ
 عثمان بن عفان بن ابی العاص بن امیہ بن عبد شمس بن عبد مناف الخ
 حضرت صدیق اور فاروق حضور سے چھٹے درجے میں جاتے ہیں۔ وہ عبد المطلب
 تو درکنار ہاشم سے بھی اوپر جا کر ملتے ہیں اور عثمان پانچویں درجہ میں جاتے ہیں یہ نہ بنو
 مطلب ہیں نہ بنو ہاشم اور اجماعاً ان کی اولاد کو زکوٰۃ دینا جائز ہے ان کی نصرت دین
 کا کوئی منکر ہے (الا شیعة الشیعة خذلهم اللہ تعالیٰ فی الدارین) تو معلوم
 ہوا کہ نصرت منع زکوٰۃ کا سبب نہیں بن سکتی مہالات سبب ہو کر ماموراً احتیاج
 سبب ہو کر ماموراً بھیجی۔ (انشاء اللہ تعالیٰ)

شرح عقائد ص ۱۱۱ میں لکھتے ہیں۔

ولد یشترط ان یکون (الامام) ہاشمیا
 او علویاً لما ثبت بالدلیل من خلافة
 ابی بکر وعمر وعثمان مع انہم لم یکونوا
 من ہاشم وان كانوا من قریش الخ
 امام کے لیے یہ شرط نہیں کہ ہاشمی ہو کیونکہ حضرت
 ابو بکر اور حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ خلفاء
 (درجہ تھے) حالانکہ ہاشمی نہ تھے۔ اور قریش
 سے تھے۔ الخ۔

فائدہ: ص ۲۵۹ میں ہے کہ قریش دریا میں ایک مچھلی کا نام ہے جو سب مچھلیوں
 پر غالب ہے یہ قبیلہ چونکہ عرب کے سب قبائل پر غالب تھا اس لیے اس کو قریش
 کہتے ہیں الخ اور نصرت کی تمام اولاد کو قریش کہتے ہیں (کذا فی عزیزی پارہ عم ص ۱۸۴)
 گویا یوں سمجھئے کہ ان کی سہاوری کی وجہ سے ان کا قریش لقب ہوا۔
 ۲۱ تیسرا جواب جو اس سے زیادہ واضح ہے وہ یہ ہے کہ امام بخاریؒ نے جو

ملہ المتوفی ۳۲ھ شہید الطہ ابو الزوۃ غلام حضرت مغیرہ بن شعبہ خلافت سائے بارہ سال عمر ۶۴ سال
 ملہ المتوفی ۳۲ھ شہید اقدس السجید بن اہل ضرمدت خلافت ۱۲ سال تک چند دن کم عمر ۸۲ سال قبل ۸۸ سال

ترجمہ الباب قائم کیا ہے وہ خود اس پر دلالت کرتا ہے اصل عید جلد ۳۲ میں یوں ہے۔

باب۔ ومن الدلیل علی ان الخمس للامام اس سکر پر دلیل کہ امام کو خمس میں اختیار ہوتا ہے جو

وانہ یعطی بعض قرابتہ دون بعض بعض اہل قرابت میں سے اور جس کو نہ دے یہ حدیث

ما قسم النبی صلی اللہ علیہ وسلم لنبی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بنو المطلب اور بنو ہاشم

المطلب و بنی ہاشم من خمس و میں سے بعض کو خیر کا خمس دیا اور حضرت عمر بن عبد العزیز

خبر و قال عمر بن عبد العزیز لہ (پہلی صدی کے مجاہد التوفی ۱۲۸ھ) فرماتے ہیں کہ سب کے

لعمہم بذالك ولم یخص قریباً لیے عام نہیں اور قرابت والوں میں سے بھی ان کی

دون من هو اخرج الیہ وان كان تخصیص جو کہ زیادہ محتاج ہوں حضور نے جن کو اس نے

الذی اعطی لما يشكو الیہ من دیا کہ انہوں نے محتاج ہونے کی شکایت کی کہ ہم فقیر و محتاج ہیں اور

الحاجة ولما مكسبہم فی جنبہ من اس لیے کہ ان کو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ساتھ دیا اور

قومہم و خلفائہم انتہی اور آپ کو رسول ماننے کی وجہ سے اپنی قوم

الکفار اور اپنے مشاقر کی طرف سے مکاتیب اور مصوبتیں پیش

آئیں۔

قائدہ :- حلیف وہ ہوتا ہے جس سے معاہدہ ہو کہ جب ہم جنگ کریں تو بھی ہمارا ساتھ

دے گا۔ اور جب صلح کریں تو بھی صلح میں شریک ہوگا۔ و فیہ محایا آخر۔

امام الامامہ امام بخاریؒ کی مذکورہ بالا عبارت کے مندرجہ ذیل فوائد حاصل ہوتے ہیں۔

۱۔ کہ امام خمس اپنے بعض قرابت داروں کو دے سکتا ہے اور یہ بھی جائز ہے کہ

بعض کو نہ دے ویدل علیہ قولہ دون بعض تو اگر نفس قرابت ہی اس کا سبب

ہو تو جس طرح کہ شوافع فرماتے ہیں کہ بنو مطلب و بنو ہاشم شی واحد تو یقیناً بعض کو

دینا اور بعض کو نہ دینا ترجیح بلا مرجح ہوتا تو معلوم ہوا کہ نفس قرابت ہی سبب نہیں

سبب کچھ اور ہی ہے یا کچھ اور بھی ہے۔ فاذا ہم۔

۲۔ قربت داروں میں سے بھی وہ بعض اس حکم کے ساتھ مخصوص تھے جو فقیر اور محتاج تھے میل علیہ قولہ احوج الیہ تو اگر نفس قربت ہی سبب ہوئی تو فقر و غیقر احتیاج و عدم احتیاج کی کیا وجہ؟ بلکہ سب کو دیتے۔

۳۔ حضرت عمر بن عبد العزیزؓ کا قول نقل کر کے امام بخاریؒ نے اس بات کو اور واضح اور ثابت کر دیا ہے۔ اور فتح الملمع جلد ۳ ص ۹۹ میں لکھا ہے۔

ہکذا روی عن عمر بن عبد العزیزؓ یہی حضرت عمرؓ بن عبد العزیز سے روایت ہے
انہم بنوہاشم خاصۃ وکذا قال اور اس طرح زید بن ارقم فرماتے ہیں اسی طرح ابن
زید بن ارقمؓ وابن ہبیرۃؓ فی الفصاح ہبیرۃؓ نے اپنی کتاب الفصاح میں ذکر کیا ہے۔
الیہ ملخصاً۔

علاوہ ازیں حضرت زید بن ارقمؓ کی روایت جو مسلم جلد ۲ ص ۲۹۹ میں مذکور ہے۔
دلیل واضح ہے کہ بنو مطلب اس حکم میں داخل نہیں ہیں۔ اگرچہ کہنے والے یہ کہہ سکتے ہیں
کہ عدم ذکر عدم شمی کو مستلزم نہیں جیسا کہ اس میں آل الحارث کا ذکر نہیں لیکن دوسرے
حوالوں اور روشن دلائل سے یہ شبہ بالکل دور ہو جاتا ہے جن میں سے بعض کا تذکرہ پہلے
ہو چکا ہے۔

پانچواں باب

ہم اپنے وعدہ کے مطابق اس باب میں روایات فقہیہ پیش کریں گے امید ہے کہ حضرات ان کو بخورِ ملاحظہ فرمائیں گے۔

۱۔ مبسوط امام سرخسی (ہو محمد بن احمد سرخسی المتوفی فی حدود ۳۵۰ھ و قلم علی شمس الامیر الحکوفی المتوفی ۴۲۸ھ) جلد ۳ ص ۱۲ میں فرماتے ہیں۔

و کذلک لو صرفہا الی ہاشمی او مولیٰ ہاشمی وهو یعلم بحالہ لا یجوز لقولہ علیہ السلام ادخل الصدقة لمحمد ولا لذل محمد وعن ابن عباس ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم استعمل ارقم بن ابی ارقم علی الصدقات فاستجع ابا رافع فجاء معہ فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم یا ابا رافع ان اللہ کرہ لبنتی ہاشم غسالۃ الناس اور اسی طرح اگر زکوٰۃ دی بنو ہاشم کو یا ان کے غلاموں کو تو جائز نہیں کیونکہ حضور علیہ السلام فرمایا کہ صدقہ رمضانہ لما ثبت بالدلائل انہ تو حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے جائز ہے نہ اہل محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے اور ابن عباس سے روایت ہے کہ حضور نے ارقم بن ابی ارقم کو صدقات پر عامل مقرر کیا بنوں نے ابورافع کو کہا کہ تم بھی میرے ساتھ چلو انہوں نے جب حضور علیہ السلام سے پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ اے ابورافع اللہ تعالیٰ نے بنو ہاشم کے لیے لوگوں کی میل کچیل نہیں جائز

وان مولی القوم من انفسهم و
 هذا فی الواجبات الخ۔
 کی اور غلام کسی قوم کا اسنی میں سے شمار ہوتا ہے
 یہ ممانعت صدقہ واجبہ میں ہے (نقل جاز ہے)

۲۔ قدوری رشیخ ابوالحسن بن احمد بن محمد بن جعفر بن البغدادی المعروف بالقدوری
 المتوفی ۴۱۸ھ) ص ۵۴ میں ہے۔

ولا يدفع الی بنی ہاشم وہم
 ال علی وال عباس وال جعفر وال
 عقیل وال الحارث بن عبد المطلب
 وموالیہم الخ
 زکوٰۃ بنو ہاشم کو نہیں دی جاسکتی (ناجائز ہے)
 اور وہ آل علی اور آل عباس اور آل جعفر اور
 آل عقیل اور آل الحارث میں اور ان کے غلاموں
 کو بھی نہیں دی جاسکتی۔

۳۔ ہدایہ جلد ۱ ص ۱۸۶ رشیخ علی بن ابی بکر بن الجلیل الفرغانی المرغینانی شیخ الاسلام
 برن الدین المتوفی ۵۹۳ھ) میں ہے۔

لا تدفع الی بنی ہاشم لقوله علیہ
 السلام ان الله حرم علیکم غنالة
 الناس الحديث الی ان قال بخلاف
 التطوع الخ
 زکوٰۃ بنو ہاشم کو جائز نہیں کیونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ
 والسلام فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے لوگوں کی
 میل کچیل تم پر حرام کر دی ہے بخلاف صدقہ
 نفلی کے کہ وہ جائز ہے۔

۴۔ کنز الدقائق (آل ابی البرکات عبد اللہ بن احمد بن محمود النسیفی المتوفی ۶۷۱ھ میں
 دن الی بنی ہاشم وموالیہم الخ
 ہمارے نہیں کہ صدقہ بنو ہاشم اور ان کے غلاموں کو دیا جائے۔

۵۔ شرح وقایہ جلد ۱ ص ۲۹۹ (صدر الشریعہ عبد اللہ بن مسعود المجوبی المتوفی ۸۴۸ھ
 میں ہے۔

ولا الی بنی ہاشم وہم الی علی الخ
 بنو ہاشم کو زکوٰۃ جائز نہیں اور وہ اہل علی ہیں الخ
 ۶۔ اور صاحب فسطح القدیر (کمال الدین محمد بن بہام عبد الواحد الحنفی المتوفی ۸۶۱ھ
 جلد ۲ مصری ص ۲۷ میں فرماتے ہیں۔

قوله - ولا يدفع الى بني هاشم
هذا ظاهر الرواية ودوى البوعصمة
عن ابى حنيفة انه يجوز الخ الا ان قال
واللفظ المروى فان لכו في خمس
الخ هذا حديث غريب
والمعروف ما في المسلم جلد ۳۳
عن عبد المطلب بن ربيعة الحديث
وهذا ما وعدت من النص على
عدم حل اخذها للعامل الهاشمي الخ

زکوٰۃ کا تبرع یا شتم کو نہ دینا یہ ظاہر روایت ہے۔
اور ابو عصبہ نے امام ابو حنیفہ سے جو ان کی روایت بھی
نقل کی ہے۔ اور جو خمس الخس دالی روایت ہے
وہ غریب ہے۔ اور صحیح وہ حدیث ہے جو مسلم
میں عبد المطلب بن ربيعة کے طریق سے مروی ہے
جس کا ذکر پہلے ہو چکا ہے یہی وہ حوالہ ہے
جس کا ہم نے پہلے وعدہ کیا تھا کہ ہاشمی عامل
نہیں بن سکتا کیونکہ اس حدیث میں صراحت
سے مذکور ہے کہ ہاشمی عامل نہیں بن سکتا۔

۷۔ اور صاحب عنایتہ شرح بدایہ علی فتح القدر مصری جلد ۲ ص ۲۷۲ ر لا کل الدین
محمد بن محمد بن محمد الباری المتوفی ۸۶۶ھ فرماتے ہیں۔

قوله ولا الى بني هاشم
اقول قال في النهاية الخ يجوز
النفل للهاشمي منطلقا بالاجماع
وكذا يجوز للعتبي كذا في
فتاوى العتابي۔ انتهى۔

نہایت میں وجہ ہدایہ کی شرح حاتم الدین حسین
السفہانی المتوفی ۱۱۱۱ھ یا ۱۱۱۲ھ نے لکھی ہے۔
لکھتے ہیں ان کا قول کہ تبرع یا شتم کو زکوٰۃ دینا جائز
نہیں میں کہتا ہوں کہ نفلی صدقہ تبرع یا شتم کے لیے
بالاجماع جائز ہے اور اسی طرح عتبی کے لیے بھی انتہی۔

فائدہ۔ یہاں نفلی کو بالاجماع جائز کہا ہے۔ حالانکہ ابن حزم ظاہری کے نزدیک نفلی
بھی جائز نہیں کما مر من المحلی فی موضع مگر توجیہ التقریر ص ۲۱۲ میں لکھا ہے۔

وقال بعض الفقهاء ان مخالفة داود
الظاهرى لا تصح في انعقاد الاجماع
على المختار الذي عليه ان كثرون
بعض فقہائے کہتے ہیں کہ داود ظاہری کی مخالفت
اجماع میں مثل اہل مذاہب نہیں ہے یہی اکثر ائمہ اور محققین
کا مختار مذہب ہے (اسی طرح ابن حزم ظاہری)

والمحققون انتہی۔ کا اختلاف بھی قابل التفات نہیں)

- ۸۔ فتاویٰ خانہ المعروف بقاضیخان برعلکیر مصری جلد ۲۲ و نوکشتور جلد ۱
۱۲۵ میں یہی عبارت ولا يجوز الدفع الى بني هاشم وهو آل علي لا موجود ہے
۹۔ فتاویٰ سر اجیہ نوکشتور ص ۲۸ (سر اجیدین او دمی فرغ من ترتیب الفتاویٰ ۵۶۹ھ
میں بھی یہی عبارت مذکور ہے۔

- ۱۰۔ فتاویٰ عالمگیری مصری جلد ۲۰ (وفات حضرت عالمگیر ۱۱۱۹ھ)
جو علماء ہند کی زمرہ دار جماعت کے تقریباً پانچ سو افراد نے مرتب کیا ہے جس میں بھی یہی عنوان ہے
۱۱۔ اور شرح تنویر جلد ۱ ص ۱۴۱ میں لکھا ہے۔

ولا يصرف آل بني هاشم اور زکوٰۃ نہیں دے سکتے بزواتم کو مگر جس کی
الومن البطل النص قرابتہ وہو قرابت کو نص نے باطل کر دیا ہے اور وہ
بنو لهب فتح لمن اسلم كما ابو لهب (وغیرہ) کی اولاد ہے پس جو اس
تحل لبني المطلب انتہی۔ کی اولاد سے مسلمان ہوئے ان کے لئے زکوٰۃ جائز ہے
جیسا کہ بنو مطلب کے لیے جائز ہے۔

- ۱۲۔ در مختار جلد ۲ ص ۵۹ مجتہدائی (للعلماء علاؤ الدین محمد بن علی الحضکفی المتوفی

۸۸۰ھ) میں مرقوم ہے۔

وعامل يعمر الساعی والعاشر اور عامل جو باہر سے وصول کر کے لائے اور چونچ
فیعطی ولو غنیا لہا شمیاء میں بیٹھ کر وصول کرے دونوں کے لئے عطا ہے تو عامل
ان قال ومکاتب لہا شمیاء الخ۔ کو زکوٰۃ دینا جائز ہے اگرچہ غنی ہو مگر کاظمی کی جائز
نہیں اور اسی طرح ہاشمی کے مکاتب کو بھی جائز نہیں۔

فائدہ۔ مکاتب وہ شرعی غلام ہوتا ہے جس کو مالک یہ کہے کہ اتنی رقم مجھے لا کر دے
تجھے آزاد کر دوں گا۔ اس کے بعد جو رقم غلام کھائے وہ اسی کی ہوگی جب رقم ادا کر دی

تو آزاد ہو جائے گا۔ الا اذا عجز عن بدل المكتات فليراجع له كتب القوم۔
۱۳۔ رد المحتار المعروف بالشافعی مجتہد ابی جلد ۲ ص ۵۹ (العلامة ابن عابدین الشافعیؒ)

المتوفی ۲۵۲ھ وکذا فی احکام القرآن جلد ۲ ص ۱۲۳ میں ہے

فلا تخل للعامل الهاشمی تنزیہہا زکوٰۃ سید عامل کو جائز نہیں کیونکہ حضور کی
لقبابة النبی صلی اللہ علیہ وسلم عن قرابت کو منزه رکھنا منظور ہے (بحکم حدیث)
شبهة الوسعة وتخل للغنی لانه میل کھیل کی مشابہت بھی اور غنی کے لیے جائز
لذیوازی الهاشمی فی استحقاق ہے کیونکہ غنی ہاشمی کے درجہ شرافت کو نہیں
الکرامة فلا یختبر الشبهة فی حقه پہنچ سکتا اس حدیث میں شبہ کا اعتبار نہیں ہوگا۔
(زیلعی) علی ان منع العامل الهاشمی جیسا کہ مذہبی میں ہے۔ اس کے علاوہ ہاشمی پر
من الاخذ صریح فی السنة بسطه حرمت تو صریح حدیث سے ثابت ہے۔
فی الفتح۔ جس کی پوری شرح فتح القدیر میں ہے۔

امام عمر بن نجیم المصریؒ (المتوفی ۷۵۰ھ) النور الفائق میں اور علامہ حسام الدین السنغانیؒ
المتوفی ۷۸۰ھ النہایہ میں لکھتے ہیں۔ اگر عامل ہاشمی کو صدقات پر مقرر کیا گیا اور
لو استعمل الهاشمی علی الصدقة اس کو یا ان صدقات کے علاوہ کسی دوسرے مال سے
فاجری له منها رزق لا ینبغي له اخذ اجرت دیدی گئی تو اس میں عرج نہیں ہوگی لکھا
ولو عمل ورزق من غیرها فلا یاس ہے کہ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ ہاشمی کو اس کام
به قال فی البحر وهذا یفیض پر مقرر کرنا جائز ہے۔ اور ہاشمی غیر زکوٰۃ سے بطور
تولیتہ وان اخذه منها اجرت کے ساتھ ہے مگر مکروہ ہے حرام نہیں
مکروه لاحرام الخ والمرد علامہ شافعیؒ فرماتے ہیں کہ صاحب حجر کے
کراهة تحريم الخ۔ کلام میں مکروہ سے مراد مکروہ تحریمی ہے

علامہ شامیؒ کے اس قول سے معلوم ہوا کہ ہاشمی کے لیے زکوٰۃ سے اجرت لینا بھی درست نہیں ہے۔

اور علامہ شامیؒ مکاتب ہاشمی کے متعلق تحریر فرماتے ہیں۔

لَمْ يَنْهَ إِذَا لَمْ يَحْزَمْ لِمَعْتَقِ الْهَاشِمِيِّ
الَّذِي صَارَ حَرَّائِدَ أَوْ رَقَبَةً فَكَاتِبَةٌ
الَّذِي بَقِيَ مَمْلُوكًا رَقَبَةً أَوَّلَىٰ وَ
مَنْ الْبَصَرِ عَنْ الْمَحِيطِ قَالُوا لَا يَجُوزُ
لِمَكَاتِبِ الْهَاشِمِيِّ وَقَالَ الشَّامِيُّ خُفِ
الْمَدْيُونُ وَفُتِلَ عَنْ الْحَمَوِيِّ إِنَّهُ
يَشْتَرِطُ أَنْ لَا يَكُونَ هَاشِمِيًّا۔
اس لیے کہ جب ہاشمی کے آزاد کردہ غلام کو
دینا جائز نہیں جب کہ وہ مال و نفس کا مالک
بھی خود ہو گیا ہو۔ تو وہ مکاتب جس کی گردن
مالک کے قبضہ میں باقی ہے بطریق اولیٰ اس پر
نابائز ہوگی۔ محیط سے بجز من عقل کیسے کہ فقہاء
کہتے ہیں کہ زکوٰۃ ہاشمی کے مکاتب کو جائز نہیں
تو مقرض کے لیے بھی یہ شرط ہے کہ وہ مدیون و
مقرض ہاشمی نہ ہو مقرض ہاشمی کو زکوٰۃ دینا
درست نہیں ہے۔

اور در مختار ج ۲ ص ۱۱۱ میں لکھتے ہیں۔

وَلَا إِلَىٰ بَنِي هَاشِمٍ إِلَّا مَنْ الْبَطْلُ
النَّصُّ قَدَابَتُهُ وَهَمْ بَنُو لَهَبٍ فَخَلَّ
لِبَنِي الْمَطْلَبِ ثَرَعُ ظَاهِرِ الْمَذْهَبِ
اور بنو ہاشم میں سے اس کو زکوٰۃ دینا جائز ہے
جس کی قرابت از روئے حدیث دلیل باطل
ہو چکی ہے۔ یہی البلب اور علامہ عینیؒ نے جو یہ

فاطمہؓ بہ ہشتم کے معنی دکر توڑنے کے ہیں چونکہ انہوں نے نسبت پہلے روٹی توڑ کر سالن میں ڈال کر
شرید بنایا تھا اس لیے ان کو ہاشم کہنے لگے جامع الزوائد ص ۱۸۱ اور ص ۱۸۲ میں ہے کہ ان کا نام عمرو ہے۔
عمرو العلاء ہشتم الثريد لقومه۔ ورجال مكة مسنتون عجاف، بلذ قدر عمرو نے
قوم کے لیے شرید بنایا اس حالت میں کہ مکہ والے قحط سالی کی وجہ سے پتے دے تھے ۱۲۔

اطلاق المنع وقول العيني والهاشمي
يجوز له دفع زكاة مثله صوابه
لا يجوز نهـر
اور علامہ شامی شرح کرتے ہوئے لکھتے ہیں ۔

قوله . اطلاق المنع يعني سواء في
ذلك كل الزمان وسواء في
ذلك دفع بعضهم لبعض ودفع
غيرهم لهم وروى ابو عمرة
عن الامام انه يجوز المدفع الى
بني هاشم في زمانه لان عوضها
وهو خمس الخمس لم يصل اليهم
لا حال الناس امر الغنائم وعدم
اوصولها الى مستحقها واذ لم يصل
العوض عاد الى المعوض كذا في البدر
وقال في النهـر وجوز ابو يوسف
دفع بعضهم الى بعض وهو رواية
عن الامام وقول العيني والهاشمي
يجوز له ان يدفع زكواته الى هاشمي
مثله عند ابى حنيفة خلاف ابى
يوسف صوابه لا يجوز ولا يصح حمله
على اختيار الرواية السابقة عن

بحکم جو اطلاق منع کا نقل کیا ہے اس سے سب
زمانوں کے متعلق ممانعت ثابت ہوئی ۔ اور یہی
طرح اگر بعض ہاشمی بعض کو دیں یا غیر ہاشمی ان کو
دے سب ناجائز ہے ۔ اور ابو یوسف نے امام ابو یوسف
سے جو اطلاق کیا ہے اپنے زمانہ میں کیونکہ زکوٰۃ
کا عوض خمس الخمس ہاشمیوں کو اب نہیں ملتا جب
خمس الخمس نہیں ملتا تو اصل (یعنی زکوٰۃ) ان کو
ملے گی ۔ کذا فی البحر ۔

اور نہر میں لکھا ہے کہ امام ابو یوسفؒ کے نزدیک
بعض بنو ہاشم بعض کو دے سکتے ہیں اور ایک
روایت امام غلامؒ سے بھی یہی ہے ، علامہ عینیؒ
کا نقل کہ بنو ہاشم بعض بعض کو دے سکتے ہیں یہ
امام صاحب کا مذہب ہے امام ابو یوسفؒ ان
کے مخالفت میں درست بات یہ ہے کہ جائز
نہیں امام غلامؒ کے نزدیک بھی (اور یہ صحیح نہیں
نہیں کہ اس جواز کے) قول کہ امام صاحب
کے پہلے قول پر ترجیح دی جائے جس میں منع

الامام لمن تأمل الحکام صاحب النهر
 ووجهه انه لو اختار تلك الرواية ما
 صح قوله خلافا لابی یوسف من انه
 موافق لهما الحکام الشافعی۔
 کیا ہے۔ اور صحیح بھی یہی ہے عند المتامل۔
 شافعی فرماتے ہیں اس لیے کہ اگر امام غلط نہ
 نزدیک جائز ہوتی تو خلافاً لابی یوسف کا کیا معنی؟
 کیونکہ جب امام ابو یوسف کے نزدیک بھی جائز ہے
 اور امام صاحب کے نزدیک بھی جائز ہے تو خلافاً للابی
 یوسف کا کیا معنی؟ فقہ

فائدہ: ہم نے علامہ شافعی کی عبارت بالتفصیل اس لیے پیش کی ہے کہ بعض ناواقف
 دوست (جیسا کہ میں نے سبب تالیف میں لکھا ہے) علامہ موصوف کی عبارت کا حوالہ
 دیتے ہیں کہ ان کے نزدیک سادات کے لیے زکوٰۃ جائز ہے۔

جو بھی سلیم الطبع اور مصنف مزاج ہے علامہ موصوف کی عبارت سے اندازہ لگا سکتا
 ہے کہ انہوں نے کیا فرمایا ہے؟ اور ان کی عبارت کے مندرجہ ذیل کے فوائد میں حاصل ہوئے۔
 ۱۔ علامہ خشکفی نے جو یہ روایت نقل کی ہے کہ بعض بنو ہاشم بعض کو زکوٰۃ دے سکتے ہیں
 علامہ شافعی نے صواباً نہ بھجوز۔ کہہ کر اس کو رد کر دیا ہے۔

۲۔ علامہ ابن عابدین نے سبب ازمنہ کی تعلیم کر کے اس روایت کی تردید کر دی
 جو ابو عاصمہ سے وكان محتجاً في ذلك الزمان الحکام کے الفاظ سے نقل کی جاتی ہے
 اور ساتھ ہی وسواء في ذلك دفع بعضهم لبعض کہہ کر ان مجتہدین کی تمام تر ناجائز
 تاویلات کی جڑ کاٹ دی ہے۔

۳۔ جو روایت امام صاحب سے منقول بنتی (گویا نقل غیر معتبر ہے) کہ امام صاحب
 دفع بعضهم بعض کے قائل ہیں صواباً نہ بھجوز کہہ کر اس کا قلع قمع کر دیا ہے۔

۴۔ ہر ایک مسئلہ کے ساتھ غیر ہاشمی کی قید بڑھا کر بات اور پختہ کر دی ہے مثلاً
 مدبران میں غیر ہاشمی۔ عامل میں غیر ہاشمی۔ مکاتب میں غیر ہاشمی کی قیود اسی لیے لگائی ہیں

کہ بات بالکل واضح ہو جائے۔

اب ان بالاتصرہ نجات کے سننے پڑھنے کے بعد بھی کوئی مضیف مزاج یہ کہنے کی جرات کر سکتا ہے کہ درمختار یا شامی میں باطنی کے لیے زکوٰۃ یا عامل بن کر زکوٰۃ کی رقم سے اجرت لینا جائز لکھا ہے۔ ع۔ بریں محفل و دانش بیاد گریست۔

۱۴۔ اور علامہ محمد عبدالرحمن الدمشقی (اشفاق) ص ۶۱، ۶۲ میں لکھتے ہیں۔

واجمعوا علی تحريم الصدقة الممنونة
سب علماء محدثین و فتنہ کا اس پر اتفاق ہے
علی بنی ہاشم و ہر شخص بطون
کہ صدقہ ممنونہ بزہد شیعہ پر حرام ہے اور وہ آل علی و
آل عباس و آل جعفر و آل عقیل و آل عاصی و آل عاصی
والنہد و آل عاصی و آل عاصی و آل عاصی
اس میں حضرات ائمہ کا اختلاف ہے کہ بنو مطلب بھی
اسی حکم میں شامل ہیں یا نہیں تو امام کاشغری
اور امام احمد (فی روایت مشہور) بنو مطلب پر بھی
حرام کا فتویٰ دیتے ہیں اور امام اعظم جائز قرار دیتے ہیں۔

۱۵۔ اور نیل الاوطار جلد ۴ ص ۵۹ میں ہے۔

ولما آل النبی علیہ السلام فقال اکثر
حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اہل پر صدقہ ممنونہ
الحنیفة و هو المصحح عن الشافعیة و
کہ حرام سمجھنے والے اکثر احناف و شوافع و حنابلہ اور
الحنابلة و کثیر عن الزیدية انها
بہت سے فرقہ زیدیہ کے علماء ہیں۔ اور دلیل
تجوز لہم صدقة التطوع دون الفرض
یہ ہے کہ میل کچیل ممنونہ صدقہ ہی ہے بظنی
قالوا لان المحرم علیہم انما هو اوساخ
صدقہ میل کچیل نہیں ہے۔ بجز میں لکھا ہے
الناس و ذلک هو الزکوۃ لا صدقة
کہ صدقہ تطوع و بظنی کہ وہ اور یہ پر قیاس

فائدہ فتح الملم جلد ۱ ص ۱۹ میں امام مالک کا مسلک امام ابوحنیفہ کے ساتھ نقل کیا ہے۔

التطوع وقال في البعائنه خصص صدقة کی وجہ سے جائز قرار دیا گیا ہے۔

التطوع بالقياس على الهبة والهبة الخ

۱۶۔ اور شرح ہدایہ جلد ۲ ص ۱۸۸ میں وہی عبارت جو قاضی خاں وغیرہ سے پیش کی گئی

ہے موجود ہے۔

۱۷۔ حجتہ اللہ البالغہ مترجم جلد ۲ ص ۱۰۹ مع ترجمہ شمس البالغہ جلد ۲ ص ۱۰۹

قوله انما هذه الصدقات یہ صدقات میل کچیل ہیں میں کتابوں اس شکل میں کہ

ہی اوساخ الناس الخ اقول لوگوں کے گناہ دھوتے ہیں اور تکالیف دُور کرنے ہیں

انما كانت هذه اوساخ یعنی صدقات کی وجہ سے بعض تکالیف دُور ہوتی ہیں کہ

لانها تكفر الخطايا ودفن الحديث الصدقة تمنع متية السوء

وتدفع البلاء وتقع فداء الماع الصغیر ص ۱۱۱ اور بیگزیرہ فقیر کے واقع

عن العبد الخ ہستے ہیں بندے سے روان میں کچھ نہ کچھ میل

آگئی جو میری اہل کے لیے جائز نہیں

۱۸۔ البحر الرائق جلد ۲ مصری ص ۲۲۶ للعلامة زين العابدين ابن نجيم المصري مولف اشباہ

وغیره المتوفی ۹۷۰ھ

قوله وبني هاشم ای لا يجوز بنو ہاشم کے لیے زکوٰۃ جائز نہیں بخاری کی حدیث

الدفع لهم لحدیث البخاری نحن میں مذکور ہے کہ ہم اہل بیت ہیں اور ہمارے لیے زکوٰۃ

جائز نہیں اور ابو داؤد کی روایت میں موجود ہے کہ غلام

قوم کا قوم ہی میں سے اس کا شمار ہو تب (اور ہم

جو خود صدقہ نہیں کھایا کرتے) لہذا ہمارے غلام

بھی نہیں کھا سکتے۔ اور مصنف نے کافی میں ہدیہ

اور شرح ہدایہ کی پیروی کرتے ہوئے پانچ بطون

الدفع لهم لحدیث البخاری نحن

اهل بیت لو تحلل لنا الصدقة

ولحدیث الج داؤد مولی القوم

من انفسهم وانا لا ناكل الصدقة

الی ان قال وقیده المصنف فی

الکافی تبعاً لما فی الہدایة و

(آل علی آل عبّاس وال جعفر آل محمد آل عیسیٰ آل عمار)
 کی قید لگائی ہے اور اسی کو امام زین العابدینؑ اور ابن ہمام نے
 اختیار کیا ہے اور بدائع میں نقل یہ پیش کیا ہے کہ
 علامہ دہلوی (المتوفی سنہ ۱۲۳۵ھ) نے بنو ہاشم کو پانچ
 بزرگوں کے ساتھ متقیہ کیسے (آل علی وغیرہ) تو
 مذہب دہلوی ایسی ہو گا کہ بنو ہاشم کو ان پانچ حضرات
 کی اولاد سے متقیہ کیا جائے دینیہ کہ تمام بنو
 ہاشم مراد ہوں) کیونکہ امام دہلویؒ کی احناف کے
 مذہب کو خوب جانتے ہیں یہ حکم واجبات
 میں ہے مثلاً زکوٰۃ نذر عشر کفارہ اور افضل
 صدقات اور وقف وغیرہ تو ان (یعنی
 سادات کو) دینا جائز ہے دینی احناف
 کا بلکہ جمہور اہل اسلام کا مذہب ہے)
 اور بنو ہاشم میں کسی زمانہ اور کسی شخص
 کی قید نہیں لگائی (بلکہ حکم کو مطلق چھوڑا ہے)
 اس میں اشارہ ہے کہ جو روایت ابو نعیمہ
 نے امام اعظمؒ سے جواز کی نقل کی ہے کہ اس زمانہ
 میں ہاشمیوں کو زکوٰۃ دینا جائز ہے۔ کیونکہ بنو
 ان کا حق تھا فرض خمس (خمس کا پانچواں حصہ واجب
 ان کو نہیں پہنچتا کیونکہ لوگوں نے غنیمت کو
 جہاد کے ترک کی بنا پر چھوڑ دیا ہے اور جب

شروحا بال علیؑ وال عباسؑ
 وجعفرؑ وعقیلؑ وحارثؑ ومثنیٰ
 علیہ الشارح الذیلعلی والمحقق فی
 الفتح القدیر الی ان قال ولضر
 فی البدائع علی ان الکرخی فی
 بنی ہاشم بمنحۃ من بنی
 ہاشم فكان المذهب التمیذ
 لأن الإمام الکرخی ممن هو اعلو
 یمذهب اصحاب الی ان قال
 وهذا فی الوجبات کالزکوٰۃ والنذر
 والعشر والکفارة واما التطوع و
 الوقف فیجوز المصروف الیہم الخ
 الی ان قال واطلق المحکم فی
 بنی ہاشم ولم یقید
 بمنان ولا بشخص للاشارة
 الی رد رواية ابی عصمة من الامام
 انه يجوز الدفع الی بنی ہاشم فی
 زمانہ لأن عوضها وهو خمس
 الخمس لم یصل الیہم لاهمال
 الناس امر الغنائم وایصالها
 الی مستحقها واذ لم یصل الیہم

العوض عادوا الى الموضع للامانة
الى رد رواية بان الهاشمي يجوز له
ان يدفع زكواته الى هاشمي
مثله لان ظاهر الرواية المنع
مطلقا وقيد بمولى الهاشمي
لان مولى الغني يجوز الدفع
اليه انتهى كلام صاحب البحر الرائق ملقطاً
كسب حاصل بھی ہو تو غیر متحق کو دی جاتی ہے تو
اس بند پر جب ان کو خمس الخس نہیں ملتا تو زکوٰۃ
دینی جائز ہوگی۔ یہ روایت مردود و ناقابل
عمل ہے۔ اور نیز اس (اطلاق) میں اشارہ ہے کہ
ہو روایت نقل کی جاتی ہے کہ بنو ہاشم بعض
کو زکوٰۃ دے سکتے ہیں یہ بھی مردود ہے۔ اور بنو ہاشم
کے غلام کی قید اس لیے لگائی ہے کہ غنی کے غلام کو
زکوٰۃ دینا جائز ہے اور مولیٰ و غلام ہاشمی کو دینا جائز
نہیں ہے۔

ہمیں اس عبارت مذکور بالا سے چند اہم فوائد حاصل ہوئے۔

۱۔ یہ کہ صدقات بر بنی ہاشم کا مضمون کسی فقہی روایت یا قیاس ہی سے نہیں
ثابت بلکہ احادیث صحیح سے ثابت ہے۔ يدل عليه قوله للحديث البخاري
والحديث ابى داود وغيرهما
۲۔ بنو ہاشم سے سب نہیں مراد بلکہ بطون خمسہ (پانچ قبیلے) مراد ہیں۔ يدل عليه
قوله قيده المصنف الخ۔

۳۔ بر حرمت صدقات مفروضہ میں ہے تطوع (نفلی) دو وقف میں نہیں (وقف
میں بھی اختلاف ہے) کہا مرمن افت ذکرہ (يدل عليه قوله واما التطوع الخ)
۴۔ امام کرخی حنفیؒ جو کہ اہل علم ہیں ہمدرد ابی حنیفہؒ وہ بنو ہاشم پر صدقات کو حرام فرماتے
ہیں اور ان کو پانچ بطون سے متفق کرتے ہیں۔ يدل عليه قوله نص في البدائع الخ

۵۔ جو روایت ابو عصمہؒ نے امام ابو حنیفہؒ سے جواز کی نقل کی ہے وہ مردود ہے
اور قابل اخذ نہیں۔ يدل عليه قوله للامانة الى رد الخ۔

۶۔ نیز یہ روایت کہ بعض نبوہاشم بعض کو زکوٰۃ دے سکتے ہیں مرد و سہ بیدل
 علیہ قولہ بان الہاشمی یجوز لہ الخ۔

۷۔ مولیٰ ہاشمی کے لیے بھی زکوٰۃ جائز نہیں۔ بیدل علیہ قولہ وقید بمولیٰ
 الہاشمی الخ۔

ان فوائد کو مستحضر رکھنا تاکہ ہمیں آگے کام آئیں گے داہمہ آپدیکار۔
 فائدہ عظیمہ۔ البحر الرائق جلد ۲ ص ۲۴۶ میں ہے۔

عباسؑ و حادث عثمانؑ للنبی صلی
 اللہ علیہ وسلم وجعفر وعقیل
 اخوان لعلی بن ابی طالب وهو
 راسی علیؑ ابن عم النبی صلی اللہ
 علیہ وسلم وکان زبلی طالب
 اربعہ من الاولاد ولد طالب فہات
 ولم یعقب وکان ببینہ و
 بین عقیل عشر سنین و بین
 جعفر وعلی عشر سنین و امہم
 فاطمہ بنت اسد بن عبد
 مناف کذا فی غایۃ البیان
 وجہدۃ النیب الخ

حضرت عباسؑ اور عمارت حضور صلی اللہ تعالیٰ
 علیہ وسلم کے پیچھے ہیں اور حضرت جعفرؑ اور عقیلؑ علیؑ
 بن ابی طالب کے بھائی ہیں (تو یہ حضور کے چچے زاد
 بھائی ہوئے) ابوطالب کے چار بیٹے تھے طالب
 اسی کے نام سے کنیت ابوطالب مشہور تھی عرب
 کی عادت تھی بڑے بیٹے کے نام سے کنیت
 رکھتے تھے وللقاوی ایضا راجع لہ کتب
 الکخی طالب کی اولاد نہ تھی پھر دس سال
 کے بعد حضرت عقیلؑ اور ان کے بعد دس سال
 حضرت جعفرؑ اور ان کے بعد دس سال حضرت
 علیؑ پیدا ہوئے (اور یہ سب صاحب اولاد تھے)
 اور ان کی ماں فاطمہ بنت اسد بن عبد مناف
 تھیں کتاب غایۃ البیان (للعلامة الامیر کاتب
 الاتقانی المتوفی ۱۰۵۸ھ) اور کتاب جمہور النیب
 میں یوں ہی لکھا ہے۔

بحمد اللہ تعالیٰ و توفیقہ ہم نے چونکہ اس باب میں مسئلہ کے ہر پہلو پر مختصر مگر کارآمد بحث کرنی ہے لہذا ہم یہ بحث بھی مکمل کرنا چاہتے ہیں۔

۱۔ حافظ محب الطبری (راحمہ بن عبد اللہ المکی المتوفی ۶۹۴ھ) اپنی مشہور کتاب فخر العقبیٰ فی مناقب ذوالقربیٰ میں۔

۲۔ اور علامہ قسطلانی (راحمہ بن محمد المصری المتوفی ۹۳۲ھ) اپنی مشہور تصنیف مؤتب الدینہ میں۔

۳۔ اور علامہ زرقانی (جلد ۱۴۱) محمد بن عبد الباقی بن یوسف الزرقانی المصری المتوفی ۱۲۲۰ھ) شرح المواہب اللدنیہ میں تحریر فرماتے ہیں۔ (عربی عبارت ہم بوجہ طول نہیں پیش کرتے۔

حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے والد ماجد حضرت عبد اللہ کے علاوہ آپ کے بارہ چچے تھے ہم بشمولیت آپ کے والد ماجد کے سب کا اختصاراً تذکرہ کرتے ہیں۔

حضرت عبد اللہ والد جناب بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب ان کی شادی ہوئی تو ان کی عمر سترہ برس کچھ زیادہ تھی شام کو تجارت کے لیے گئے اور واپس کتے ہوئے مدینہ منورہ میں بیمار ہو کر انتقال کر گئے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ابھی ولادت نہیں ہوئی تھی راجح لہ الزرقانی جلد ۱۴۱ و طبقات ابن سعد وغیرہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی والدہ ماجدہ کا نام آمنہ بنت وہب بن عبد مناف بن زہرہ الخ تھا اور آپ کی نانی کا نام برہ بنت عبد العزیٰ تھا (سیرت ابن ہشام ج ۱) اور آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی دای کی نام فاطمہ بنت عمرو بن عامر تھا۔ (سیرت ابن ہشام ج ۱)

۲۔ حارث بن عبد المطلب، عبد المطلب کے سب بیٹوں میں طیسے تھے اور اپنے باپ عبد المطلب کی موجودگی میں قبل از ظہور اسلام انتقال کر گئے ان کی اولاد حضرت ابوسفیان (یہ حضرت ابوسفیان بن حرب نہیں جو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے والد ہیں۔

و نوافل و ربحۃ و غیرہ و عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم ہیں جو سب صحابی ہیں۔

۳۔ ابوطالب ان کا نام عبد مناف ہے۔ یہ حضرت عبد اللہ والد حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے یعنی (ماں اور باپ دونوں کی طرف سے) بھائی ہیں نہ خود ایمان لائے نہ ان کے بڑے بیٹے طالب باقی ان کے تین بیٹے حضرت خلیلؑ حضرت جعفرؑ اور حضرت علیؑ اور ایک بیٹی حضرت ام ہانیؑ سب مکمل ہوئے۔

بنیاد یہ شرح ہدایۃ زیلعی ص ۱۱۵ (لبد الدین محمد بن احمد العینی الحنفی) شارح صحیح بخاری المتوفی ۸۵۵ھ) میں ہے۔

ذهب بعض الشیعۃ (الشیعۃ) الی بعض شیعہ روگ کہتے ہیں کہ ابوطالب ہرگز نہ (ای ابوطالب) مات مسلماً والذی لیکن بخاری وغیرہ میں اس کے خلاف مذکور ہے صحیح فی البخاری بخلافہ انتہی۔ اور صحیح ہے (کہ کفر کی حالت میں مرنے)

بخاری کی جس حدیث کی طرف علامہ محقق نے اشارہ فرمایا ہے وہ جلد ۲ ص ۶۷۵ میں ہیں الفاظ مروی ہے۔

لما حضرت اباطالب الوفات دخل علیہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم وعندہ الوجہل وعبد اللہ بن ابی امیۃ فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔ اے عم قل لا الہ الا اللہ اُحیِّ لک بہا عتہ اللہ فقال الوجہل وعبد اللہ بن ابی امیۃ یا اباطالب اترغب عن مملۃ عبد المطلب فقال النبی کہ جب ابوطالب کی وفات کا وقت ہوا تو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس کے پاس تشریف لے گئے اور وہاں الوجہل اور حضرت عبد اللہ بن ابی امیہ (جو مشرکین میں مکمل ہوئے ہیں) موجود تھے۔ آپ نے فرمایا میرے چچے لا الہ الا اللہ پڑھیں تاکہ میں تمہارے لیے خدا تعالیٰ کے ثواب کی شفاعت کر سکوں الوجہل وعبد اللہ بن ابی امیہ نے کہا اے ابوطالب اب تم اپنے باپ عبد المطلب کے مذہب سے ہٹنا چاہتے ہو جو بہر حال مکمل نہ ہوا۔ اور اسی

صلی اللہ علیہ وسلم لاستغفرن
 لك ما لم انك عنك فغزلت
 مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِينَ آمَنُوا
 أَنْ يَسْتَغْفِرُوا لِلْمُشْرِكِينَ وَلَوْ
 كَانُوا أُولِي قُرْبَى مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ
 لَهُمْ أَنَّهُمْ أَصْحَابُ الْجَحِيمِ ۝

حالت میں ذلت ہو گیا، تو حضور نے دنیا کا میرا تمسک لیے
 استغفار کروں گا جب تک کہ مجھے منع نہ کیا جائے یہ حضور
 کی شفقت کی بنا پر تھا۔ تو قرآن کی یہ آیت نازل ہوئی
 نبی کا اور مومن کو یہ حق حاصل نہیں کہ مشرک کو گناہ سے استغفار
 (وہاں معذرت کریں) اگرچہ قریبی ہی ہوں نہ ہوں جبکہ ان کو کفر
 معلوم بھی ہو جائے کہ وہ کفر و شرک پر موت کی وجہ سے
 جہنمی ہیں (حضور نے پھر دعا کرنی بھی چھوڑ دی)

اور جلد ۱۸۱ میں اس روایت میں یہ الفاظ بھی ہیں۔

فلم ينزل رسول الله صلى الله عليه وسلم يعرضها عليه
 ويعود ان بتلك المقالة حتى
 قال البوطالب آخر ما كلمهم
 به هو على ملة عبد المطلب
 والي ان يقول لا اله الا الله الحديث

کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس پر بار بار یہ
 سطور پیش کرتے رہے اور الجبل اور عبد اللہ بن ابی
 ایتہ وہی بات دہراتے رہے کہ تو اپنے باپ عبد المطلب
 کی ملت کو ترک کر دے یا یہاں تک کہ آخری بات
 البوطالب نے جہاں گئی وہی گئی کہ میں عبد المطلب کی ملت پر ہی
 ہوں اور نہ اسے الا الا اللہ پڑھنے سے انکار کر دیا۔

بعینہ یہی حدیث بغیر بعض الفاظ و باسناد مضمون مسلم جلد ۱۸ میں مذکور ہے۔ اور
 صحیح مسلم جلد ۱۸۱ میں یہ روایت بھی منقول ہے۔

ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال اهون اهل النار
 عذابا البوطالب وهو منقل
 بنعلين يغلي منهما دماغه ۝

آپ فرماتے ہیں کہ میرے باپ کا عذاب دوزخوں میں سے
 البوطالب کے ہوگا کہ دوزخ پر رہتے ہوئے بھی حضور کی بڑی مہربانی
 کی اس کے پاؤں پر آگ لگے جوتے ہوں گے جس
 کی وجہ سے دماغ اُبھتا ہوگا۔ اعاذ باللہ منہ

ومن سائر انواع العذاب .

کہنا چاہتے ہیں) ہم نے اسی لیے علامہ علیؒ کی رہنمائی سے عبارت نقل کی تاکہ کوئی یہ نہ سمجھے کہ شاید علامہ علیؒ بھی اس کے قائل ہیں۔ پہلے تو مرسل حضرات صحابہؓ جمہور کے نزدیک حجت ہے جیسا کہ واقفیرب النوادی ص ۱ میں علامہ نوویؒ لکھتے ہیں۔

اما مرسل الصحابة - وهو رواية
 مالم يدركه او يحضه كقول
 عائشة اول ما بدى به رسول
 الله صلى الله عليه وسلم
 من الوحي الرؤيا الصالحة
 فمذهب الشافعي والجمهور
 انه يحتم به . وقال الامام
 ابو اسحق الاسفرائيني الشافعي
 انه لا يحتم به الا ان يقول
 انه لا يروى الا عن الصحابي
 والصواب الاول انتهى .

حضرات صحابہ کرام مرسل یعنی وہ روایت جو صحابی نقل
 کرے اور اس وقت کو جس کی روایت کر رہے ہوں یا پھر
 یا اس وقت سلطان ہو چکا ہو موجود نہ تھا جیسا کہ
 حضرت عائشہؓ کا لکھنا یہ اس وقت موجود بھی نہ تھیں
 یہ حدیث نبوت میں پیدا ہوئی ہو یا نبی کریمؐ کی اول جہاد و جی
 حضرت علیؓ اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر نازل ہونے سے پہلے ہوئی
 تھیں جو چھ ماہ قبل از بعثت دیکھتے تھے امام شافعیؒ
 اور جمہور اہل اسلام فرماتے ہیں کہ ایسا مرسل صحابی حجت
 ہے امام ابواسحق اسفرائینیؒ شافعی المذہب کہتے ہیں
 کہ حجت تک یہ نہ ثابت ہو جائے کہ یہ صحابی
 کسی تابعی وغیرہ سے روایت نہیں کر سکا بلکہ صحابی
 ہی سے روایت کر رہے ہو یا مرسل حجت ہوگا
 ورنہ حجت نہ ہوگا۔ امام نوویؒ فرماتے ہیں کہ جمہور
 کا مذہب ہی صحیح ہے کہ مطلقاً مرسل صحابی حجت ہو سکتا ہے

اور نووی جلد ۲ ص ۲۸۴ میں فرماتے ہیں مرسل صحابی حجت عند الجمهور انتہی
 ۲۔ ایسی ہی عبارت کتاب القراءۃ للہیثمیؒ (الموتوفی ۳۵۶ھ) ص ۴۶ میں مذکور ہے
 ۳۔ تعلیق الحسن جلد ۲ ص ۴۴ میں حافظ ابن حجرؒ اور علامہ عراقیؒ سے بھی بعینہا
 یہی عبارت پیش کی ہے۔ اس کے علاوہ اگر دومنٹ کے لیے یہ بھی تسلیم

کہہ لیا جائے کہ یہ حدیث مرسل ہے تو جب کہ کوئی اور مرسل یا مرفوع روایت اس کی
نابیند بن کے توجہ ور کے نزدیک حجت ہے۔ راجع مقدمہ نووی ص ۱۔

اور اس کی مؤید حدیث مسلم جلد ۱ ص ۱۱۱ میں حضرت ابو ہریرہؓ سے باری الاعظم روکی۔

عن ابی ہریرۃؓ قال قال رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم لعمرہ قل
لا الہ الا اللہ اشہد انک بہا یوم
القیمۃ قال لولان تحین فی قدیش
یقولون انما حملہ علی ذلک الخزع
لو قدرت بہما عنک فانزل اللہ
تعالی انک لا تہدی من اجبت
ولکن اللہ یدہی من یشاء

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم نے فرمایا ہے چاہا جان لا الہ الا اللہ کہ ہر
میں تیرے لیے قیامت کے دن گواہی دے سکوں
چچے نے جواب دیا کہ اگر مجھے قریش کے حکام خوف
مذہب تو میں تیری آنکھیں ٹھنڈی کرتا (یعنی بکڑ پڑھتا
جو تجھے خوشی ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل
فرمائی اے نبی آپ (ہدایت کا راستہ بتلا سکے ہیں)
مگر جس آپ حجت کرتے ہیں اس کو حقیقتاً ہدایت
دے دینا خدا تعالیٰ کا کام ہے (آپ کا نہیں)

غنیۃ الطالبین ص ۶۱ میں ہے فالعزۃ الیہ علیہ السلام والہدایۃ
لیست الیہ لانہ علیہ السلام قال بعثت ہادیا ولس الی من الہدایۃ
شئی الا کہ دعوت الی الاسلام تو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا کام ہے۔ ہدایت
دے دینا ان کا کام نہیں کیونکہ آپ نے خود فرمایا ہے کہ میں ہدایت کا راستہ بتلا تو
سکتا ہوں ہدایت دے نہیں سکتا۔ اس کے علاوہ بھی کئی صحیح احادیث اس مضمون کی
موجود ہیں کہ البوطالب کی وفات کفر پر ہوئی (ملاحظہ ہو حاشیہ سیرت النبی از علامہ
سید سلیمان ندوی ج ۱ ص ۲۳۳) طبع لاہور۔

گو حضرت ابو ہریرہؓ ہجرت کے بعد مکہ کو مسلمان ہوئے اور البوطالب کی وفات
کے وقت موجود نہ تھے۔ لیکن جمہور کا مذہب جیسا کہ پہلے ہم نے پیش کیا ہے یہی

ہے کہ مرسل صحابی کا حجت ہے نیز ہم نے اس کو تائید کے لیے پیش کیا ہے۔

تذریب الروایۃ - للامام جلال الدین سیوطی (المتوفی ۹۱۱ھ) مصری ص ۲۸
وحمل المتین ص ۱ و تحلیق الحسن جلد ۲ ص ۸ و ص ۸۸ للمحقق المنعمی تلمیذ مولانا ابوالحسن
(المتوفی ۳۲۴ھ) و ابکار السنن ص ۱۴۹ و ص ۱۳۱ و مقدمہ نووی ص ۱۶ و میزان الاعتدال
جلد ۳ و انہاء السکن مقدمہ اعلا السنن ص ۲۴ و اللفظ للآخر (لفظ انہاء السکن کے ہیں)
الضعیف یکنفی للاعتبار و هذا
ضعیف روایت سے تائید ہو سکتی ہے یہ علما
محدثین کا اتفاق ہو سکتا ہے۔

توجب ضعیف روایت سے تائید جائز (بلکہ محدثین کا اتفاق) ہے تو
یہ مذکورہ بالا صحیح روایت جو حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے۔ کیوں قابل تائید نہیں
ایک اعتراض اور اس کا مدلل جواب۔

ہو سکتا ہے کہ کوئی صاحب یہ کہہ دیں کہ یہاں مسلم کی روایت میں لعمہ
کا لفظ ہے جس کا معنی ہے کہ اپنے چچا کو کہا تو جب آپ کے ابوطالب کے بغیر بھی اور
بہت سے چچے تھے تو ہو سکتا ہے کہ کوئی اور مراد ہو۔ اس کا جواب یہ ہے کہ نووی جلد
ص ۱۱ اور فتح الملہم جلد ۱ ص ۱۹ میں ہے

فقد اجمع المفسرون علی انہا
نزلت فی ابی طالب و کذا نقل
اجماعہم علی هذا النزاج
(المنوفی رحمہ اللہ) وغیرہ الخ
سب اہل تفسیر کا اتفاق ہے کہ یہ آیت
(انکم لانندی الا ابوطالب کے حق میں
نازل ہوئی اہم نزاج وغیرہ) بھی اس اجماع
کو نقل کیلئے ہے۔

نیز مسلم جلد ۱ ص ۱۱۵ میں ہے۔

عن عبد اللہ بن الحارث قال سمعت
العباس یقول قلت یا رسول اللہ ان
حضرت عبداللہ بن حارث کہتے ہیں کہ میں نے
اپنے چچا حضرت عباسؓ سے سنا وہ فرماتے ہیں

ایطالاب کان یحوطک وینصرک
 ویغضب لک فهل نفعه ذلک
 قال نعم وجدته فی عملات
 من النار فلضربته الی مضطاح
 کہ میں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے
 پوچھا کہ حضرت ابوطالب کا کیا حال ہوگا وہ تو آپ
 کی حفاظت کرتا تھا مگر آ رہا آپ کے لیے لوگوں سے
 جھگڑتا (معارض ہوتا) رہا تو کیا اس کو نفع پہنچے
 گا آپ نے فرمایا میں نے اس کو جہنم کی گہری آگ
 میں پایا اور میں نے اس کو نکالا حضور ہی آگ کی طرف
 دہی ان احسان کی جسے کچھ تخفیف ہوگئی اور میری نسبت
 اس کا سبب بنی

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ حضرت عباسؓ ان احسانات کے متعلق
 سوال کرتے ہیں جو ابوطالبؓ نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کئے اس سے معلوم
 ہوا کہ وہ روایت جو محمد بن اسحقؒ نے (بندہ) حضرت عباسؓ سے نقل کی ہے۔ وہ
 صحیح نہیں کیونکہ جب حضرت عباسؓ نے ابوطالبؓ سے کلمہ توحید خود سنا تو حضرت
 عباسؓ منور فرماتے یا رسول اللہ ابوطالبؓ نے تو وہ کلمہ (لا الہ الا اللہ من قال دخل الجنة)
 پڑھا تھا۔ حضرت عباسؓ نے جب خود سن تھا تو اس کو کیوں نہ پیش کیا جو ان احسانات
 کا تذکرہ فرماتے گئے معلوم ہوا کہ ابن اسحقؒ کی روایت قابل اعتبار نہیں۔ نیز حضرت ابن عباسؓ
 سے جو مسلم ج ۱۵۱۱ ہون اہل السناد الحدیث پیش ہو چکی ہے۔ اس کی واضح دلیل
 ہے کہ ابوطالبؓ کی وفات کھری ہوئی ہے۔

نیز حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ جب میرے باپ ابوطالبؓ کی وفات ہوگئی
 تو میں آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوا کہ آپ کا چچا گمراہ وفات

پاچکا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ جا کر دفن کرو مگر جبہ ذیل احادیث ملاحظہ فرمائیں۔

۱۔ البوداء جلد ۱ ص ۱۲۰ ان عمك الشيخ الضال قدمات قال اذهب فنوار ابالك الخ ترجمہ گزر چکا ہے۔

۲۔ نسائی جلد ۱ ص ۲۱۹۔ ۳۔ طبقات ابن سعد المتوفی ۲۳۰ھ جلد ۱ ص ۷۹

قسم اول ۴۔ بیہقی جلد ۳ ص ۳۹۸۔ ۵۔ نصب الرایہ جلد ۲ ص ۲۸۱۔ ۶۔ الدراریہ ص ۱۳۵

۷۔ مسند احمد جلد ۱ ص ۹۷۔ ۸۔ ابن ابی شیبہ جلد ۳ ص ۱۳۲۔ ۹۔ فتح الملم جلد ۱ ص ۱۹
کہ آپ کا چچا بڑا گناہ مرچکا ہے حضور نے فرمایا جا کر چھپا دو (یعنی دفن کر دو)

اور شرح منہب جلد ۵ ص ۲۵۸ اور بیہقی جلد ۳ ص ۳۰۵ میں روایت ہے حضور
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دعائے یہاں تک کہ یہ آیت (ماکان للنبیّ
والذین آمنوا الا یہودی۔ نازل ہوئی۔

اور البوداء و طلیس (المتوفی ۲۴۰ھ) ص ۱۹ اور منقح الاخبار لابن جاد و

(المتوفی ۲۵۲ھ ص ۲۶۹) اور نصب الرایہ جلد ۲ ص ۲۸۲ میں ہے فقلت انہ مات

مشرکاً فقال اذهب فنوار کہ وہ مشرک مر گیا ہے آپ نے فرمایا کہ جا کر دفن کر دو۔ اس

کو امام شافعیؒ نے بھی روایت کیا ہے۔ نصب الرایہ جلد ۲ ص ۲۸۲ حضرت امام شافعیؒ

کی یہ روایت کتاب اللہ ص ۱۵۱ ج ۷ اور سند شافعیؒ ص ۱۲۵ میں مذکور ہے۔

ہم نے اصولی طور پر چند اشارے کرتے ہیں زیادہ تفصیل کی گنجائش نہیں۔

فائدہ۔ سید احمد بن سید زینی دھلان نے اسنی المطالب فی سجات ابی طالب کے

نام سے ایک رسالہ لکھا ہے جس میں اس قسم کی ضعیف اور موضوع حدیث پیش

کی ہیں ہم نے اصولی طور پر ان کی طرف اشارہ کر دیا ہے۔ یہاں ہم حافظ الدنیا ابن

حجر عسقلانیؒ کی ایک مختصر مگر جامع اور مانع غبارت پیش کرتے ہیں۔

حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک رسالہ

بحوالہ فتح اللہ جلد ۱ ص ۱۹

قال الحافظ ابن حجر ووقفت على جزء
جمعه بعض اهل الرضا اكثر
فيه من الاحاديث الواهية الدالة
على اسلام ابى طالب ولا يثبت
من ذلك شئ وقد لخصت
منه في ترجمة ابى طالب من كتاب
الاصابة الخ

دیکھا ہے کہ جس کو ایک افضی نے جمع کیا ہے
اور اس میں کمزور ضعیف اور واہیات و اسف
ابوطالب کے اسلام پر نقل کی ہیں اور ان میں سے
ایک چیز حدیث بھی ثابت نہیں جیسا کہ
میں نے اپنی کتاب الاصابة فی تذکرۃ الصحابة
میں ان کا خلاصہ درج کر دیا ہے۔

ہم نے وعدہ کیا تھا کہ محمد بن اسحق کا کچھ معمولی سا تعارف کراہیں گے کہ کتب
اسماء الرجال میں اس پر بہت بسط سے کلام کیا گیا ہے ہم یہاں چند حوالے پیش
کر رہتے ہیں تاکہ وہ بصیرت کا ذریعہ ہو جائیں یہاں دو بحثیں ہیں۔ اول محمد بن اسحق کا
حضرات محدثین کے نزدیک کیا درجہ ہے؟ ثانی ارباب تاریخ کے ہاں ان کا
کیا درجہ ہے؟

بحث اول :- حضرات محدثین کے نزدیک محمد بن اسحق بن یسار (المتوفی ۱۵۱ھ)
کا درجہ یہ ہے جو مندرجہ ذیل درج ہے۔ توجیہ النظر ص ۲۹۔

۱۔ قال ابو زرعة ابن اسحق ليس
يمكن ان يعفى له بشئ الخ
حدث ابو زرعة راضی فرماتے ہیں کہ ممکن نہیں
کہ محمد بن اسحق کے لیے کسی چیز کا فیصلہ کیا جائے۔
(یعنی ضعیف ہے اور ناقابل اعتناء)

۲۔ الجوهر النقي للعلامة الماروني (المتوفی ۵۴۹ھ) جلد ۱ ص ۱۵۵ میں ہے۔
الکلام فی ابن اسحق مشہور کہ محمد بن اسحق کے بارے میں حضرات محدثین
کے نزدیک کلام مشہور ہے۔

۳۔ فی سنن الکبریٰ للبیہقی فی باب تحریم قتل مالہ روج میں ہے۔

و کذا فی جلد ۱ ص ۲۱ الحفاظ یقول
ما ینفرد به ابن اسحاق الخ
حفاظ (محدثین) جس روایت کو تنہا محمد بن اسحاق
پیش کرے اس سے پہلے (اور مبتدئ) ہیں۔

۴۔ تذکرۃ الحفاظ علامہ ذہبی جلد ۱ ص ۱۶۳ میں ہے۔
حدیث یثقل عن درجۃ الصعۃ الخ
ابن اسحاق کی روایت صحت کے درجہ سے گری ہوئی ہے۔

۵۔ تذکرۃ الحفاظ جلد ۱ ص ۱۶۲ میں ہے۔
قال الدارقطنی لا یحتج بہ الخ
امام دارقطنی فرماتے ہیں کہ محمد بن اسحاق قابل اعتبار نہیں۔

۶۔ الدرایۃ لابن حجر ص ۱۹۲ میں ہے۔
ابن اسحاق لا یحتج بہ ما انفرد بہ
من الاحکام فضلا عما اذا خالفہ
ابن اسحاق حجب احکام میں سے کوئی حکم پیش
کرے تو وہ قابل احتجاج نہیں چہ جائیکہ جب
اس سے زیادہ ثقہ اس کے مخالف ہو۔

۷۔ الترغیب والترہیب جلد ۴ ص ۲۹ المنذری (المتوفی ۶۵۶ھ) وفتح المغیث
ص ۱۱۸ النخاوی (المتوفی ۹۰۲ھ) تلمیذ حافظ ابن حجر میں ہے۔

قال احمد ابن اسحاق رجل یکتب
عنه المعازی واذ جاء الحلال
والحدام اردنا قومنا هکذا الخ
امام احمد فرماتے ہیں کہ ابن اسحاق سے آثار کی باتیں
تو لکھی جا سکتی ہیں لیکن جب حلال و حدام کا مسئلہ ہو تو
ہم ایسی قوم کے طالب ہوں گے اور ہاتھ کی انگلیاں
قبض کر لیں (جو ہاتھ کی انگلیوں کی طرح مشروط ہوں)
باہر اور ثقہ مشروط ہوں۔

۸۔ کتاب الصنعاء ص ۵۶ للنسائی میں ہے محمد بن اسحاق لیس بالقوی
محمد بن اسحاق قوی نہیں ہے

۹۔ تاریخ خطیب بغدادی (المتوفی ۳۶۳ھ) جلد ۱ ص ۲۲۴ میں ہے۔
قال محمد بن احمد بن عبد اللہ بن غیرہ (محدث مشہور)
محمد بن احمد بن عبد اللہ بن غیرہ

بن نمیر محمد بن اسحاق بیرونی
عن المجہولین لبواطیل الخ
فرماتے ہیں کہ ابن اسحق مجہول راویوں سے باطل
روایتیں پیش کرتا ہے۔

۱۰۔ میزان الاعتدال جلد ۳ ص ۲۴ میں ہے۔

وما انفرد به ففیه نکتۃ الخ
جس روایت کو تنہا محمد بن اسحق پیش کرے تو اس میں
نکارت ہوتی ہے۔

۱۱۔ ذوالمعا وجلد ۱ ص ۱۴۴ حافظ ابن القیم (المتوفی ۷۵۰ھ) امام احمد بن حنبل کے حوالہ
سے لکھتے ہیں۔

قال احمد هذا حديث منكر
وقهی ابن اسحق۔
یہ روایت منکر ہے اور ابن اسحق کو ضعیف اور
دہی قرار دیا۔

۱۲۔ تہذیب التہذیب جلد ۹ ص ۱۱۱ میں ہے۔

قال مالك ابن اسحق دجال من
الدجالۃ الخ
امام مالک فرماتے ہیں کہ ابن اسحق دجال ہے
دجالوں میں سے۔

۱۳۔ میزان الاعتدال جلد ۳ ص ۱۱ میں ہے۔

قال سليمان اليماني كذاب و
قال هشام بن عروة كذاب وكان
يحيى ابن سعيد ومالك يجرفان
ابن اسحق وقال مالك دجال من
الدجالۃ وقال يحيى بن سعيد
ن العطان اشهد ان محمد بن اسحق
كذاب وقال يحيى بن معين
ليس بذلك الخ۔
سليمان اليماني فرماتے ہیں کہ ابن اسحق کذاب ہے
ہشام بن عروہ کہتے ہیں کہ (محمد بن اسحق) کذاب
ہے یحییٰ بن سعید و مالک یجرفان
ابن اسحق دجال ہے دجالوں میں سے یحییٰ بن
سعید القطان اشہد ان محمد بن اسحق
ہوں کہ محمد بن اسحق کذاب ہے یحییٰ بن معین کہتے
ہیں کہ ابن اسحاق کسی قابل نہیں۔

فائدہ: میزان الاعتدال جلد ۳ میں علامہ ذہبیؒ لکھتے ہیں۔

وارودی عبارات الجرح دجال جرح کی عبارتوں میں سب سے زیادہ ردی عبارت
کذاب الخ۔ دجال اور کذاب کی سب سے ذہنی وہ روایت جس میں
کذاب دجال راوی ہو تو وہ گری ہوئی اور مردود و قوت
سمجھی جائے گی

ہم نے یہ چند حوالے نقل کئے ہیں درہ چالیس سے زائد اور ہم نے پاس موجود ہیں
بعض لاعلم و ناواقف لوگ کہتے ہیں کہ امام مالکؒ نے اس قول سے رجوع کیا تھا۔ مگر
کتب اسماء الرجال میں ایک بھی صریح و صحیح حوالہ مذکور نہیں کہ امام مالکؒ نے رجوع
کیا ہو۔ بعض نے یہ تو کہا ہے کہ ممکن ہے کہ امام مالکؒ نے رجوع کیا ہو بعض نے یہ تو کہا ہے
کہ امام مالکؒ چونکہ ابن اسحقؒ کے پاس بیٹھے نہیں اور اس کو جانتے نہیں تھے
اس لیے یہ کہا ہے۔ مگر یہ کسی نے بھی کتب اسماء الرجال میں نہیں لکھا کہ امام مالکؒ
نے رجوع کیا ہے۔ اچھا ہم ایک منٹ کے لیے مان بھی لیں کہ امام مالکؒ نے رجوع
کر لیا ہے لیکن سلیمان تمیمیؒ کہتے ہیں کہ وہ کذاب ہے ہشام بن عروہؒ کہتے ہیں کہ کذاب ہے
اور یحییٰ بن حیدر القطنؒ کہتے ہیں کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ وہ کذاب ہے اسی طرح
جو پہلے حوالے پیش کئے گئے انہوں نے رجوع نہیں کیا یا اگر کیا ہے تو بتلایا
جائے وَاللّٰہِ لَہُمُ الدُّعَاوُشُ مِنْ مَّکَانَ یَعْبُدُ بعض لوگوں نے ابن اسحقؒ
کی روایات کو قبول بھی کیا ہے اور بعض نے مثلاً مولانا عبدالحی لکھنویؒ وغیرہ نے کچھ
اختلاف اس پر ظاہر کیا ہے مگر کتب اسماء الرجال کے مقابلہ میں ان کی بات قابل
قبول نہیں ہم اس پر زیادہ کلام نہیں کرتے اختصار عرض کرتے ہیں مقدمہ زمینی ص ۴۹
میں ہے۔

مولانا عبدالحیؒ لہ اذعشاذۃ لہ حضرت مولانا عبدالحیؒ کی بعض شاذ آراء ہیں

تقیل فی المذہب واستندامہ
لکتاب التجریح من غیر ان یتعرف
وخالہما لا یکون مرضیاعند
من یعرف ماہذا لک انتہی۔
جو مذہب رحنی، میں غیر مقبول ہیں اور کتب
جرح و تعدیل میں ان کا کسی طرف مائل ہو جاتا
بیض ان کے مقامات کی تحقیق کے ارباب فن
کے ہاں ناقابل قبول ہے (محصلاً)

قول فیصل یہ ہے کہ محمد بن اسحق کی ایسی روایت جو احکام اور حلال و حرام کی نہ ہو۔
اور کوئی اہم بات بھی نہ ہو۔ قرآن و حدیث صحیح سے متعارض بھی نہ ہو۔ اور اس کی سند
میں مجہول و مدلس راوی بھی نہ ہو اور تنہا محمد بن اسحق نہ ہو بلکہ اس کا کوئی متابع اور شاہد بھی
ہو۔ تو اس کی روایت تسلیم کر لی جائے گی مثلاً فضائل وغیرہ میں اس کی روایت مان
لی جائے گی لیکن جب صحیح حدیث کے مقابل ہو تو ناقابل قبول ہے مثلاً جس
مسئلہ کی وضاحت ہم نے کی کہ بخاری و مسلم وغیرہ میں ابوطالب کا بحالت کفر نامروی
ہے اور محمد بن اسحق کی روایت میں مسلمان ہونا ثابت ہوتا ہے رجو کہ سیرت ابن شام
میں منقول ہے، تو اوّل اس روایت میں ایک راوی مجہول ہے پھر صحیح سے متعارض بھی
ہے تو محمد بن اسحق کی روایت تسلیم نہ ہوگی محمد بن اسحق کے متعلق یہی محقق رائے ہے و
هذا هو الحق والتفصیل موضع اخر۔

بحث ثانی محمد بن اسحق کا درجہ تاریخ میں۔ بعض علماء نے تاریخ میں ان کو امام
کیا ہے۔

۱۔ البزازیہ والنسائیہ لابن کثیر جلد ۴ ص ۱۱ میں ہے۔

محمد بن اسحق امام فی المغازی الخ کہ محمد بن اسحق تاریخ میں امام ہے۔

۲۔ قانون الموقوت ص ۳۸ میں ہے
مختلف فی الاحتجاج بہ والجمہور
اس کے قابل احتجاج ہونے میں اختلاف
ہے لیکن جمہور سیرت میں اس کی بات
مکرماتے ہیں۔
علی قبولہ فی السیر الخ۔

اس قسم کے اور بھی بہت سے اقوال ہیں مگر خوف طوالت کی وجہ سے ہم پیش کرنے سے قاصر ہیں حتیٰ بات اس بحث میں بھی یہ ہے کہ مطلقاً تاریخ میں ان کی بات حجت ہو ایسا نہیں بلکہ ان اشیاء میں حجت ہے جو شاذ نہ ہوں اور اہل کتاب سے نہ لی گئی ہوں وغیرہ **ذلک من الاشیاء القادحة**
۱۔ تذکرۃ الموضوعات ۱۲ میں ہے۔

قال احمد ثلاث کتب ليس لها اصول المغازی والملاحم والتفتیر فمن اشهرها (کتب المغازی) معازی محمد بن اسحق وكان يأخذ من اهل الكتاب الخ۔
امام احمد فرماتے ہیں کہ تین قسم کی کتابیں ہیں جو اکثر بے اصل ہوتی ہیں۔ تاریخ جنگوں کے واقعات اور تفسیر ان مشہور بے اصولی کتابوں میں کتاب محمد بن اسحق کی بھی ہے۔ اور یہ اہل کتاب (یہودی اور نصاریٰ) روایت کر لیا کرتا تھا۔

۲۔ میزان الاعتدال جلد ۳ ص ۲۱ میں ہے۔

قال ابن معين قد حثانی السيرة من الاشیاء المنکوة والاشعار المنکوبة انہی۔
امام ابن معین فرماتے ہیں کہ اس نے اپنی سیرت کو منکو اور جھوٹی روایات اور اشعار منکو و بے انہی سے پر کیا ہوا ہے۔

۳۔ موضوعات کبیر ص ۱۱۱ (المؤلفی رحمہ اللہ) میں ہے۔

كان ابن اسحق يأخذ من اهل الكتاب الخ۔ محمد بن اسحاق اہل کتاب سے روایت کیا کرتا تھا۔

۴۔ تذکرۃ المحققین جلد ۱ ص ۱۶۲ میں ہے۔

والذی یقرر العمل ان ابن اسحق الیہ المرجع فی المغازی والایام النبویة مع انه یتخذ باشیاء الخ۔
جو بات قابل عمل ہے وہ یہ ہے کہ معازی اور ہجور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے غزوات میں ابن اسحق کی بات مانی جلتی گئی مگر وہ بعض چیزیں شاذ بھی پیش کرتا ہے۔

قول فیصل تاریخ میں بھی یہی ہے کہ اس کی وہ باتیں قابل تسلیم ہیں جو بالذلال
(نقلیہ و عقلیہ) ثابت ہو جائیں کہ اُس نے وہ اہل کتاب کے نہیں روایت کیں اور
کوئی روایت شاذ بھی نہ ہو۔ وہو الحق۔

۴۔ آپ کے چوتھے چچے زبیر تھے۔ انہوں نے بھی اسلام کا زمانہ نہیں پایا،
اُن کی مذکور اولاد میں سے زبیر اور صاحبزادیوں میں ضباعتہ و صفیہ و ام الحکم و ام زبیر بھی تھے۔
۵۔ ابولسب (نام عبدالعزیٰ ہے) ان کے دو بیٹے عتبہ اور عتبہ مسلمان ہوئے۔
طبقات ابن سعد میں تصریح کی کہ ابولسب کا لقب عبدالطلب ہے دیا تھا جس کی وجہ
یہ تھی کہ ابولسب نہایت حسین و جمیل تھا۔ اور عرب میں گئے چہرے کو مشعہ آتش
کہتے ہیں فارسی میں بھی آتشیں رخسار کہتے ہیں۔ ۶۔ غیداق نام صحابی ہے۔ ۷۔ مقوم۔
حضرت حمزہؓ کے عینی بھائی تھے۔ ۸۔ حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سید الشہداء المرتضیٰ
شہید اسلام ہے۔ ۹۔ ضرار۔ اسلام کا زمانہ نہیں پایا، حضرت عکاش کے عینی بھائی ہیں۔
۱۰۔ حضرت عکاش جمیل القدر صحابی ہیں۔ ۱۱۔ جمل نام مغیرہ ہے۔ ۱۲۔ قثم بچپن میں فوت
پائی اور حارث کے عینی بھائی ہیں۔ ۱۳۔ عبدالکعبہ بچپن میں وفات ہوئی۔ عبداللہ کے
عینی بھائی ہیں۔ ادجز السیر ص ۵۵ میں آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صرف نو
بچوں کا ذکر ہے۔ حارث، زبیر، جمل، ضرار، مقوم، ابولسب، ابوطالب حضرت
حمزہؓ اور حضرت عکاش رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور لکھا ہے کہ سب سے چھوٹے حضرت
عکاش تھے۔ ایسا لگتا ہے کہ انہوں نے صرف ان کا ذکر کیا ہے جو جوان ہوئے اور
اُن کا ذکر نہیں کیا جو بچپن میں فوت ہو گئے تھے اور بعض ناموں میں بھی کچھ فرق
ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

فائدہ :- عبدالطلب کی مختلف بیویوں سے یہ اولاد تھی
آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی چھ بھوپھیاں تھیں۔ حضرت صفیہؓ :-

عائکہ، بیضا یا ام حکیم، ائیمتہ یا عیمتہ، ثرۃ یا برتہ، ارنوی رکذا فی سیرۃ النبی الجلیل
 و اوچن الیرمک للامام ابی الحسنین احمد بن الفارسی المتوفی ۳۹۵ھ
 وزاد المعاد جلد ۱ ص ۲۱) ہم نے بہت سا حصہ دیگر ضمنی مسائل اور تاریخ میں صرف
 کر دیا ہے۔ مگر کیا کرتے طلبہ کرام کے افادہ کے لیے یہ سب کچھ کیا گیا ہے اب ہم
 اصل مقصد کی طرف رجوع کرتے ہیں۔

رجع الحدیث

۱۹۔ مراۃ الفلاح اور الطحاوی شرح نور الایضاح مطبوعہ مصر ص ۴۳ میں وہی
 عبارت ہے، جو البحر الرائق سے ہم نے پیش کی ہے اور حضرت مولانا الحافظ الحاج
 استادى و استاد علماء السند محمد اعزاز علی صاحب نے نور الایضاح کے عربی حاشیہ
 ص ۱۵ میں یہ عبارت مذکورہ از البحر الرائق نقل کی ہے اور اسی کے قریب عمدۃ الرعاہ
 جلد ۱ ص ۲۹۹ میں مولانا عبدالحی تحریر فرماتے ہیں۔

۲۰۔ فتاویٰ برہنہ جلد ۲ نوں کشور ص ۵

و نہ با و لا و علی و نہ عبک و جعفر و عقیل
 حضرت علیؓ، عبس و جعفر و عقیلؓ اور عمار بن عبدالمطلبؓ
 حارث بن عبدالمطلب و نہ بموالی ایشانؓ
 کی اولاد سے کسی کو زکوٰۃ دینا درست نہیں اور نہ
 ان کے غلاموں کو۔

۲۱۔ مالا بد ص ۱۹ قاضی شہار اللہ صاحب پانی پتی (المتوفی ۱۲۵۲ھ) فرماتے ہیں۔

بنی ہاشم و موالی آزمند ہ مگر صدقہ نفل و
 بنو ہاشم اور ان کے غلاموں کو زکوٰۃ دینی جائز
 اول صدقہ نفل بنی ہاشم را وہ کہ زکوٰۃ بر
 نہیں ان کو پہلے نفل صدقات دیے جائیں
 ایشان حرام است۔
 کیونکہ زکوٰۃ ان پر حرام ہے۔

۲۲۔ غزالی محمد بن محمد غزالی (المتوفی ۵۰۵ھ) اپنی کتاب کیمیائے سعادت میں

جس کا اور ترجمہ بنام کبیر ہایت شائع ہو چکا ہے فرماتے ہیں

اسی سبب کہ زکوٰۃ بخل کی ناپاکی کو دل سے دور کرتی ہے۔ اور زکوٰۃ اس پانی کی مانند ہے جس سے نجاست دھوئی جاتی ہے اسی وجہ سے زکوٰۃ اور صدقہ کامل جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی اہل پر حرام ہے۔

۲۳۔ بہشتی زیور حصہ سوم ص ۲۷ میں مولانا تھانویؒ تحریر فرماتے ہیں کہ سیدوں کو اور علویوں کو اسی طرح جو حضرت عباسؓ یا حضرت جعفرؓ یا حضرت عقیلؓ یا حارث بن عبد المطلبؓ کی اولاد ہو زکوٰۃ اور صدقات واجبہ مثلاً عشر اور صدقۃ الفطر نذر اور کفارہ نہیں جازز نہیں۔

۲۴۔ تعلیم الاسلام حصہ چہارم ص ۸۸ میں ہے سید اور بنو ہاشم کو بھی زکوٰۃ دینا جائز نہیں۔
۲۵۔ حقوق اور فرائض اسلام ص ۸۲ میں ہے اسی طرح بنو ہاشم کے تین خاندانوں اہل علیؓ اہل عباسؓ اور اہل حارثؓ وغیرہ کو زکوٰۃ دینا درست نہیں۔ (دوسرے دلائل سے اہل جعفرؓ اور اہل عقیلؓ کا بھی یہی حکم ثابت ہے)

۲۶۔ المصلح العقلیہ والنقلیہ جلد ۱۱ میں ہے صدقات لوگوں کے مال کی میل ہے کہ نہ محمدؐ کے لیے حلال ہے نہ اہل محمدؐ کے لیے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم۔
۲۷۔ فتاویٰ رشیدیہ حصہ سوم ص ۱۷۱ میں حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ المتوفی ۱۳۲۲ھ لکھتے ہیں کہ سید کو زکوٰۃ دینی درست نہیں۔

۲۸۔ رحمۃ للعالمین جلد ۲ ص ۲۳۲ بھی یہی مضمون موجود ہے۔

۲۹۔ رسائل ارکان الربیعہ مولانا کریم بخش صاحب ص ۳۲ میں ہے۔ صحیح اور معتبر یہی ہے کہ بنی ہاشم اور اولاد علیؓ و عباسؓ و جعفرؓ و عقیلؓ و حارثؓ کو زکوٰۃ و صدقہ فطر وغیرہ دینا درست نہیں۔

۳۰۔ براہین قاطعہ ص ۸۱ میں ہے کہ زکوٰۃ بنی ہاشم کو جائز نہیں کیونکہ اسلخ الناس ہے (محصلہ)

۳۱۔ امداد القائلی المعروف بفتاویٰ اشرفیہ جلد ۱ ص ۱۸۱ میں ہے ۔

سوال :- سیدوں کو زکوٰۃ دینا درست ہے یا نہیں ؟

الجواب :- بنو ہاشم کو زکوٰۃ دینا درست نہیں خواہ شیئہ والا بھی بنی ہاشم ہو یا

کونئی اور ہو۔

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت ابو رافعہؓ سے فرمایا کہ قوم کا غلام انہیں میں سے ہوتا ہے اور ہمارے لیے صدقہ حلال نہیں اور ہمارے میں کھتا ہے کہ بنو ہاشم کو صدقہ دینا جائز نہیں اور نہیں اعتبار اس قول کا جو کہ جواز صدقہ بنو ہاشم پیش کیا کرتے ہیں کہ جب ان کو خمس نہیں دیا تو زکوٰۃ جائز ہوگی یہ قول اس لیے بھی غیر معتبر ہے کہ نص صریح کے مقابل میں یہ قیاس ہے جو غیر مقبول ہو گا ورنہ (و یحل لنا الصدقة) او کما قال، پھر یہ قیاس بھی نام نہیں کیونکہ آپ نے علت اوساخ الناس بتلائی ہے۔ خمس الحسن علت نہیں قرار دی رہا خمس کا مشروع ہونا تو وہ ایک مستقل حکم ہے علت نہیں جب یہ علت نہ نظر آتی تو خمس کے نہ ہونے سے علت زکوٰۃ نہیں آسکتی۔ کیونکہ علت اوساخ الناس ہے جواب بھی باقی، اور خدمت سادات کی بہایا و صدقات ناقلہ سے ممکن ہے اور وہ ان کے لیے حلال۔ الخ۔

لقلولہ علیہ السلام لا بی رافع مولى القوم من انفسہم وانا لا نحل لنا الصدقة اور وہ فی التبیان عن ابی داؤد والترمذی واللفظ لهما والنسائی و فی المہدایۃ ولا تدفع الی بنی ہاشم الا قلت ولا تعتبر بما یذکر من جوازها لہمہم لسقوط عوضها وهو الخمس لانه قیاس فی مقابله النص ثم ہذا القیاس لنفسہ لا یتیم لانه علیہ السلام علل حرمتها بكونها اوساخ الناس لا لتعویض الخمس ہا هنا وانما ہی حکمة مستقلة فی مشروعیۃ حکم الخمس فلما لم یکن علته لم یلزم من ارتفاع الخمس ارتفاع حرمة الزکوٰۃ۔

۳۲۔ علامہ عبدالحی کھنوی (المتوفی ۱۳۰۴ھ) کے مجموعہ فتاویٰ عبدالحی جلد ۱ ص ۳۸۱ میں ہے۔ بعون المذہب میں ہے کہ بنو ہاشم کو زکوٰۃ دینا بالاجماع درست نہیں۔ اور ایسا ہی برطان شرح مواہب الرحمن سے نقل کیا ہے۔ اور قریباً قریباً سی عبارت شرح طوسی البحر سے نقل کی ہے اور النہر الفائق سے بھی یہی نقل کی ہے آگے مولانا بحر العلوم کی کتاب رسائل الارکان سے عبارت نقل کی ہے کہ جو روایت ابو نعیم نے امام ابو حنیفہ سے جواز کی نقل کی ہے مخالفت، روایات صحاح کے۔

وهذا اكله خطأ وغلط لانه مخالفت
یہ جواز کی روایت بالکل غلط ہے کیونکہ یہ نص
للمصوص القاطعة قطعی کے مخالفت ہے۔

ان مذکورہ بالا عبارات فقہ سے بخوبی یہ حقیقت واضح ہو چکی ہے کہ سادات کیلئے زکوٰۃ جائز نہیں ہے بعض اور عبارات بھی موجود ہیں مگر بوجہ طوالت ان کو ترک کیا جاتا ہے حضرت مولانا عبدالحی رحمہ اللہ تعالیٰ کا فتویٰ جو کہ فتاویٰ جلد ۱ ص ۳۸۱ میں بایں الفاظ منقول ہے۔ امام طحاویؒ کی یہ عبارت (جس کو ہم آگے پیش کریں گے انشاء اللہ تعالیٰ) اختیار کرنے کے قابل نہیں ہے اس لیے کہ فقہار معتبرین میں سے کسی نے اس قول طحاویؒ پر فتویٰ نہیں دیا اور جس فقہ نے مثل الیاس زاوہ قستانیؒ برجنڈیؒ شرنبلالیؒ کے اس روایت کو نقل کیا ہے صرف امام طحاویؒ کے اس قول فہذا انناخذ کی روایت پر اکتفا کی ہے اور جلد ۱ ص ۱۸۱ میں ہے اگرچہ امام طحاویؒ نے اس کے خلاف فتویٰ دیا ہے مگر امام طحاویؒ کا قول مردود ہے۔ انتہی یہاں دو بحثیں ہیں ایک یہ کہ علامہ عبدالحی کھنویؒ اور ان کے دو سر مویذ حضرات جن کے فتوے مجموعہ فتویٰ میں درج ہیں سب اس کے قائل ہیں کہ سادات کو زکوٰۃ دینی جائز نہیں اور یہی مذہب ہے، جمہور اہل اسلام کا اس فتویٰ میں ہمیں ان تمام بزرگوں سے سو فیصدی اتفاق ہے اور یہی مذہب سب مفتی بہ ہے اور حق ہے اور یہی جمہور صحابہ کرام و تابعینؓ

اور تبع تابعین اور ائمہ اربعہ و اہل نظام بروز جمہور سائنس اور خلف کا مذہب ہے، وہو الحق۔ دوسری
 بحث یہ ہے کہ یہ بزرگ امام طحاویؒ کے قول کو غیر مختار و مردود قرار دیتے ہیں اگر امام طحاویؒ
 جواز کے قائل ہوتے تو یقیناً ان کا قول جمہور کے مخالفت مردود ہوتا لیکن بحث یہ ہے کہ
 آیا امام طحاویؒ جواز کے قائل ہیں یا عدم جواز کے؟ ہماری اصلی غرض تصنیف یہی بحث تھی
 اور اسی لیے ہم نے اس رسالہ کا نام الکلام الطحاوی فی تحقیق عبارة الطحاویؒ رکھا ہے اب
 ہم اس پر کلام کرتے ہیں غور سے سنیں۔

چھاباب

راقم الحروف کتاب ہے کہ امام طحاویؒ کی عبارت کو نقل کرنے والے دو گروہ ہیں جس نے امام طحاویؒ کی کتاب شرح معانی الآثار کا نام تو منسوب ہے مگر کتاب قطعاً انہیں دیکھی دوسرا گروہ وہ ہے جس نے طحاوی شریف تو دیکھی ہے مگر عبارت میں غور نہیں کیا جیسے علامہ عبدالحیؒ اور بعض دوسرے بزرگ اب ہم ان بعض حضرات کے حوالے بتلاتے ہیں جن کی عبارت ہماری نظر سے گزری ہیں۔ اور یہ کہتے ہیں کہ امام طحاویؒ جواز کے قائل ہیں۔ ۱۔ علامہ عبدالحیؒ اور چند وہ بزرگ جن کے نام مجموعہ فتاویٰ میں درج ہیں۔

۲۔ شارح ملکی الابحر ۳۔ مصنف النہر الفائق ۴۔ علامہ بہ جندی عبد العلیؒ ۵۔ علامہ شرنبلالیؒ ۶۔ الیکس زادہ ۷۔ قسائی ۸۔ صاحب العرف الشدی ۹۔ سید جلال الدین الخوارزمیؒ کرمانی صاحب الکفایہ شرح ہدایہ ۱۰۔ اور صاحب فتاویٰ برہنہ وغیرہ۔

ہم بعض کی عبارتیں پیش کرتے ہیں۔

۱۔ جامع الرموز (شرح مختصر الوقایہ) مطبوعہ نو لکھنور ص ۵۱ الشمس الدین محمد مفتیؒ
سبحار المعروف بقتنیؒ (المتوفی ۹۶۲ھ) میں ہے۔

وفی شرح معانی الآثار للطحاوی وعن
امام طحاویؒ فرماتے ہیں (ایسی کتاب شرح معانی الآثار
البحیثۃ روایتان وبالجموز فأخذ الخ
میں کہ امام طحاویؒ نے روایتیں میں۔ جواز کی۔

۲۔ علم حواذکی (ہم) قال اس کے امام طحاوی ہیں

حواذکی روایت کو لیتے ہیں۔

علامہ ملا علی قاری الحنفی ششم العوارض فی ذم الروافض میں فرماتے ہیں۔

قد ستانی لہ کان یعرف بالفقہ وغیرہ
بین بین اقوانہ۔ وقال عبدالحی فی
مقدمة عمدة الرعاية صلیح بین
الغث والسمین والمصیح والصعیف
من غیر تحقیق وتدقیق فهو مخاطب
اللیل الجامع بین الرطب والیاбір
فـ اللیل انتہی۔
قتانی حنفی کو نہیں سمجھتا تھا اور اپنے ساتھیوں
میں بھی غیر مشہور تھا علامہ عبدالحی لکھتے ہیں کہ روٹ
پتے صحیح وضعیف سب قول جمع کرنا تھا بغیر
تحقیق و تدقیق کے اس کی مثال اس شخص کی سی
جوازات کو اندھیرے میں جگ سے بکڑی اکٹھا
کر تانبے لابی ہکا اندھیرے میں خشک و تر جمع
کرے گا یہی مثال ہے قستانی کی۔

۲۔ کفایہ شرح ہدایہ جلد ۱ ص ۱۳۸ میں ہے قال الطحاوی وبالجمواز ناخذ انتہی
امام طحاوی کہتے ہیں ہم حواذکی روایت لیتے ہیں۔

۳۔ نور الایضاح ص ۱۵ میں ہے واختار الطحاوی جواز دفع الزکوۃ الی
سبیہ ہاشم الخ۔

امام طحاوی نے اختیار کیا ہے کہ بنو ہاشم کو زکوٰۃ دینی جائز ہے۔ وعلی ہذا لقیس
دوسری عبارات بھی اسی قسم کی ہیں۔ ہم مشتے نمونہ از خروارے بتلاتے جلتے ہیں۔
اب ہم امام طحاوی کی عبارت پیش کرتے ہیں۔ اور اس کا مطلب بیان کرتے ہیں اور
براہین پیش کرنے کے بعد اپنی رائے ماننے پر کسی کو مجبور نہیں کرتے۔

امام طحاوی کی عبارت بہت طویل ہے مگر ہم بعض ضروری اقتباسات پیش
کرتے ہیں۔ طحاوی جلد ۱ ص ۲۹۶ تا ص ۳۰۲ میں یہ مضمون موجود ہے پہلے امام طحاوی وہ
روایات ہرمب صدقات علی بنی ہاشم پیش کرتے ہیں جو ہم نے بخاری و مسلم و

دیگر کتب حدیث سے پہلے نقل کی ہیں پھر جلد ۲۹۹ میں فرماتے ہیں۔

ثم قد جأت بعده الآثار عن رسول الله صلى الله عليه وسلم متواترة
 اس کے بعد متواتر حدیثیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے آچکی ہیں کہ صدقات تبرہ ہاشم پر حرام ہیں
 تبریہ الصدقة علی بنی ہاشم اور ان روایات کو نسخ کرنے والی اور ان
 ولد بعلم سبب نسخها ولد عارضها سے متعارض کوئی روایت موجود نہیں۔

من الآثار۔ الخ

فائدہ۔ امام طحاوی ان احادیث کو متواتر اور ساتھ ہی مرفوع بتلاتے ہیں۔

پھر جلد ۳ میں اپنی عادت کے مطابق نظر اور دلیل عقلی بیان کرتے ہیں۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ حلت میں بھی صدقات واجبہ و نفلیہ کا ایک ہی حکم ہے جس شخص کے لیے صدقات واجبہ حلال ہیں اس کے لیے نفلیہ بھی حلال ہیں و علی العکس تو حرامت میں بھی یہی حکم ہونا چاہیے کہ جب سادات پر صدقات واجبہ حرام ہیں تو نفلیہ بھی حرام ہونے چاہئیں اگے فرماتے ہیں۔

فهذه اهو النظر في هذا الباب وهو قول أبي حنيفة والي يوسف ومحمد
 یہی دلیل نکلتی ہے اور امام ابو حنیفہؒ اور ابو یوسفؒ اور محمدؒ کا یہی قول (و مذہب) ہے۔

فائدہ۔ امام طحاوی کی اس عبارت سے حرمت صدقہ نافلہ بر اخیار اور حرمت

صدقہ نافلہ بر سادات مفہوم ہوتی ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں والنظر ايضا يدل على استواء حكم المفرائض والتطوع الخ نفلي صدقات بنی ہاشم کے لیے بعض حضرات محدثین (کما مر من المحلى واختاره الذيلعي شارح الكنز وما لىه ابن هاشم شيناً) کے نزدیک جائز نہیں۔ غنی کے لیے حرمت صدقات نافلہ کی کوئی صیحیح و صریح غیر مؤلول حدیث تاہنوز نہیں مل سکی۔ وَلَعَلَّ اللَّهَ يُحْدِثُ بَعْدَ ذَلِكَ أَمْرًا۔ البتہ کتب فتاویٰ میں کراہت منقول ہے۔ چنانچہ فتاویٰ رشیدیہ حصہ دوم ص ۱۳

طبع دلی میں ہے

الجواب :- غنی کو ایسا طعام صدقہ نفل کا مکروہ تشریبہ ہے اور ثواب سہتجاب
مگر فقیر کے کھانے سے کم۔ فقط اور بریلوی حضرات کے اعلیٰ حضرت مولوی احمد رضا خان
صاحب لکھتے ہیں اگرچہ غنی کے لیے کوہست سے خالی نہیں اور اگر یہ شخص غنی ہے اور
پینے والا محتاج کو دینا چاہتا ہے اور اس نے اپنے آپ کو محتاج جتا کر اس سے یہ توہرام
ہے کیا لا یخفی الخ (العلایا النبویۃ فی الفتاویٰ الرضویۃ ج ۳ ص ۲۰۸ طبع ڈچکھڑا فیصل آباد)
آگے امام طحاوی فرماتے ہیں۔

وقد اختلف عن ابی حنیفہ فی ذلک
فرومی انه لا یاس بالصدقات کلہا
علی بنی ہاشم وذهب فی ذلک
عندنا الی ان الصدقات انما
کانت حرمت علیہم من اجل
ما جعل لہم فی الخمس فلما انقطع
ذلک عنہم حل لہم ما کان
حرم علیہم۔

امام ابو حنیفہ سے اس میں اختلاف منقول ہے
ان سے یہ روایت بھی کی گئی ہے۔ وہ فرماتے
ہیں کہ صدقات سب واجبہ وغیرہ ہاشم کے
لیے حلال ہیں اور اس روایت کی ہمارے خیال میں
یہ دلیل ہے۔ کہ پہلے چونکہ ان کو خمس الخمس ملتا تھا اور
ذکوۃ ان پر حرم تھی پھر جب خمس بند ہو گیا۔ تو
ذکوۃ وغیرہ واجب ہوئی چلی ہے۔

پہلے تو صیغہ مجہول سے رومی مذکور ہے معلوم نہیں کہ رومی کون ہے ثقہ ہے یا غیر
ثقہ وغیرہ ذالک من الاحتمالات پھر نظر بہ نظر اس کا رومی ابو عصہ ہے جس پر ہم نے
کچھ کلام کیا ہے۔ دو سکر ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ لفظ عن روایت پر دلالت
کرنا ہے۔ مذہب پر نہیں۔ تیسرے یہ دلیل امام صاحب کی طرف سے امام طحاوی
پیش کرتے ہیں۔ یدل علیہ قولہ وذهب فی ذلک عندنا الخ امام صاحب
کی یہ اپنی بیان کردہ دلیل نہیں آگے فرماتے ہیں غور سے دیکھیں کیونکہ یہی متن زرع

فیہا عبارت ہے

وقد حدثني سليمان بن شعيب عن ابيه عن ابي يوسف عن ابي حنيفة في ذلك مثل قول ابي يوسف في هذا ناخذ انتهي۔

اس عبارت کا ترجمہ رافق از خود نہیں کرتا بلکہ ایک بہت بڑے ذمہ دار عالم کا ترجمہ جو انہوں نے طحاوی کے ترجمہ اردو طحاوی شریف جلد ۲ ص ۱۱ میں فرماتے ہیں لیکن چونکہ امام ابو حنیفہؒ سے امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ کے قول کے موافق بھی روایت کیا ہے۔ چنانچہ حدیث بیان کی مجھ سے سلیمان بن شعیبؒ نے وہ روایت کرتے ہیں اپنے والد سے وہ امام ابو یوسفؒ سے وہ ابو حنیفہؒ سے ابو یوسفؒ کے قول کے موافق لہذا ہم اسی قول کو اخذ کرتے ہیں۔ انتہی۔

اب جلتے غوریہ امر ہے کہ فہذا ناخذ کس قول پر متفرع ہے؟ بالکل ظاہر بات ہے کہ امام طحاویؒ یہ تفریع حرف فار کے ساتھ وقد حدثني سليمان کے بعد بیان کرتے ہیں اور فرماتے ہیں فہذا ناخذ اور وہ اس روایت کو اخذ کرتے ہیں جس میں امام ابو حنیفہؒ کا قول امام ابو یوسفؒ کے قول کے عین مطابق ہے اور وہ تحریم کا قول ہے۔ ہم اس کے حل کے لیے ایک اور عبارت پیش کرتے ہیں جو اس کو اور زیادہ واضح کرتی ہے۔

علامہ عثمانیؒ فتح الملہم جلد ۲ ص ۱۱ میں تحریر فرماتے ہیں۔

بعد قول الطحاوی فہذا ناخذ	امام طحاویؒ کا یہ قول (فہذا ناخذ صریح ہے
وهذا صریح فی ان الطحاوی ما	کہ امام طحاویؒ نے امام ابو حنیفہؒ سے جو جواز کی روایت
اختار رواية النحل عن ابي حنيفة	ہے وہ نہیں اختیار کی بلکہ وہ روایت اختیار کی
بل اخذ بالرواية التي وافقت	ہے جو امام یوسفؒ (اور محمدؒ) کے قول کے موافق ہے

قول ابی یوسف وہی ظاہر الروایۃ اور وہ ظاہر روایت ہے جس کو امام طحاوی نے
المتی ذکرہا اولہ من استواء حکم پہلے بیان کیا ہے کہ صدقات واجبہ و نفیہ
التحریر فی الفریضۃ والتطوع انتی سب سادات پر حرام ہیں۔

بالکل واضح ہے کہ فہذا ناخذ اس روایت کے ساتھ ہے جو امام ابو یوسفؒ اور محمدؒ کے
قول کے موافق ہے اور حرمت صدقات کی روایت ہے۔
سبب غلطی۔

چونکہ فہذا ناخذ کا جملہ امام طحاویؒ نے امام ابو حنیفہؒ کی غیر مشہور روایت کو پیش
کرنے کے بعد اور قد حدثنی سلیمان بن شعیب الخ سے اس غیر مشہور روایت
کی تردید کرنے کے بعد کہا ہے اس لیے بعض حضرات کو یہ غلطی ہوئی کہ یہ فہذا ناخذ
امام صاحبؒ کی غیر مشہور روایت (جو علت صدقات کی ہے) پر تفسیر صحیح ہے حالانکہ
امام طحاویؒ وقد حدثنی الخ سے اس غیر مشہور روایت کی تردید کر کے روایت حرمت کو
اخذ کرتے ہیں۔ اسی لیے امام ابو بکر الجصاص الرازیؒ احکام القرآن جلد ۳ ص ۱۳۱ میں اور
علامہ بدر الدین العینیؒ عمدة القاری جلد ۴ ص ۲۲۳ میں فرماتے ہیں۔

قال الطحاوی هذه الرواية عن
البحیفة لیست بمشہورہ الخ کہ جو ازکی روایت امام عظیم سے غیر مشہور ہے۔

اس سے بھی یہ بات بالکل عیاں ہو گئی کہ امام ابو بکر الجصاصؒ اور علامہ عینیؒ
جو علم کے پہاڑ ہیں وہ دونوں امام طحاویؒ کے حوالہ سے نقل کرتے ہیں کہ جو ازکی روایت
امام ابو حنیفہؒ سے غیر مشہور ہے۔

غلطی کرنے والے حضرات نے حضرت امام طحاویؒ کے اس قول پر بالکل سہم نہیں کیا جو
انہوں نے وقد حدثنی سلیمان بن شعیب الخ سے یا سند بیان کی کہ امام
صاحبؒ سے جو ازکی روایت کو رد کر کے امام صاحبؒ کی وہ روایت لی ہے جو امام

ابو یوسفؒ کے قول کے موافق ہے اور وہ عدم جواز کی ہے۔ اگر غور کرتے تو قطعاً غلطی واقع نہ ہوتی اسی لیے جو ضرور محدث و فقیہ ہیں مثلاً امام ابو جبر جصاصؒ علامہ علیؒ حافظ ابن ہمامؒ وغیرہ سب اس سے یہی سمجھے ہیں کہ امام طحاویؒ حرمت کے قول کو اخذ کرتے ہیں وہو الحق۔ اس کے بعد ضرورت تو نہیں کہ ہم اس پر زیادہ روشنی ڈالیں مگر زیادہ الطینان و یقین کے لیے ہم اس کی دوبارہ تشریح کرتے ہیں غور سے ملاحظہ فرمائیں۔

۱۔ امام طحاویؒ باب قائم کرتے ہیں۔ باب الصدقات علیٰ بنی ہاشم۔ اور بہت سی احادیث پیش کرنے کے بعد ان کو متواتر اور مرفوع کہتے ہیں اور یہ بھی تصریح کرتے ہیں کہ یہ منسوخ بھی نہیں اور ان سے متعارض روایت بھی کوئی موجود نہیں۔

۲۔ محدثانہ پیرایہ میں بحث کر کے پھر اپنی عادت کے موافق لفظ (وکیل فقہی) بیان کر کے فرماتے ہیں یہی ہے قول ابو حنیفہؒ اور ابو یوسفؒ اور محمدؒ کا۔

۳۔ پھر امام ابو حنیفہؒ کی غیر مشہور روایت نقل کر کے اپنی طرف سے اس کی دلیل پیش کرتے ہیں اور پھر وقد حدثنی سلیمان بن شعیب الخ سے امام ابو حنیفہؒ کا وہ قول بالند پیش کرتے ہیں جو امام ابو یوسفؒ (اور محمدؒ) کے قول کے موافق ہے (اور غیر مشہور روایت کی تردید کر کے) فہذا نأخذ فرماتے ہیں۔

ان مذکورہ بالا تصریحات کے بعد غلط فہمی کی کوئی وجہ باقی نہیں رہ جاتی اگرچہ پہلے وہ حرمت صدقات برہمنی ہاشم پر حدیث بلکہ احادیث مرفوعہ متواترہ غیر منسوخہ و لا متعارضہ بیان کرتے ہیں اور اس کے بعد دلیل عقلی پیش کرتے ہیں اور اور اسی کو حضرات ائمہ ثلاثہ امام ابو حنیفہؒ امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ کا قول و مذہب بتلاتے ہیں۔ اور پھر اس کے بعد امام ابو حنیفہؒ کی غیر مشہور روایت کی تردید کر کے امام طحاویؒ وہ قول جو امام ابو حنیفہؒ و ابو یوسفؒ (و محمدؒ) کا متفق ہے اس کو اخذ کرتے ہیں عجیب معاملہ ہے کہ امام طحاویؒ کو غیر مشہور قول کی تردید کر کے مشہور قول پر تفریع بٹھاتے ہیں مگر وہ ان حضرات

کے ہاں جواز کی دلیل بن جاتی ہے۔

۴۔ امام طحاویؒ اس کے بعد جلد ۳۱ میں فرماتے ہیں۔

فان قيل افتركها على موالى
بنى هاشم قيل له نعم

الحديث الج رافع بن الخ

(وکنہ فی احکام القرآن ج ۳ ص ۱۲۳)

اس میں بوجہ ہے (جس کا ذکر پہلے ہو چکا ہے) ایک طرف تماشا ہے ان حضرات کے نزدیک جو یہ کہتے ہیں کہ امام طحاویؒ جواز کے قائل ہیں یعنی امام طحاویؒ اصول یعنی سادات پر تو صدقات کو جائز سمجھتے ہیں اور فروع یعنی ان کے غلاموں پر صدقات کو مکروہ و حرام قرار دیتے ہیں فروع پر تو اس لیے صدقات حرام تھے کہ ان کے اصول پر حرام تھے عجیب تماشا ہے کہ اصول پر حلال اور فروع پر حرام بنے۔ ایں کار از تو آید و مرداں چنین کنند۔

۵۔ طحاوی کے سب باب کو اوّل سے آخر تک بغیر مطالعہ کریں کہیں صراحت کیا

کنایتہ ایک بھی ایسی جزئی نظر نہ آئے گی جس سے یہ سمجھا جائے کہ امام طحاویؒ جواز کے قائل یا مائل الی الجواز ہیں یہ ان بعض حضرات کی بھڑکال حتیٰ ساتھ مع اللہ تعالیٰ بعوم ففعلہ کہ ایک کو غلطی ہوئی تو پھر دوسرے بزرگوں نے اس کو نقل کرنا شروع کر دیا۔ اور امام طحاویؒ کے قول فہذا ناخذ کو محرف کر کے بالجواز ناخذ کر دیا جس سے مطلب کیا سے کیا ہو گیا۔ فرجہم اللہ تعالیٰ رحمة واسعة الى يوم القيمة۔ امین۔

فائدہ: بعض حضرات فقہاء کرام کو جب یہ غلطی ہوئی کہ یہاں ایک بغیر نظر

روایت ہے جو دلالت کرتی ہے کہ صدقات بنو ہاشم پر حلال ہیں رہم نے بعضہم تعالیٰ ابو عصمہ کی اس روایت پر کلام کیا ہے اور یہ واضح کر دیا ہے کہ وہ قابل اخذ نہیں اور امام طحاویؒ کی عبارت کا مطلب بھی پیش کر دیا ہے کہ وہ بھی جمہور اہل

اسلام کی طرح نبو ہاشم پر صدقات کو حرام کہتے ہیں، تو انہوں نے ترجیح کی وجوہ تلاش کرنا شروع کر دیں اور ظاہر روایت کو ترجیح دی اتنے بطل کے بعد ضرورت تو نہیں مگر ہم ان میں سے بعض کا نامزد بھی بتلا دیتے ہیں۔

۱۔ البحر الرائق جلد ۲ مصری ص ۲۶۱ و اعلام السنن جلد ۹ ص ۵۵ میں ہے۔

فالحاصل ان النصیح قد اختلف
والذی علی بظاہر الروایۃ انتہی
حاصل یہ ہے کہ جب تصحیح میں اختلاف ہو گیا تو
اولیٰ یہی ہے کہ عمل ظاہر روایت پر ہو۔

۲۔ ایضاً جلد ۲ ص ۸۵ و انظار الاعداد علی ما فی المتون الا یعنی ظاہر یہی ہے
کہ جو کچھ متون کے اندر ہے اسی پر اعتماد ہو۔

۳۔ مجموعہ فتاویٰ مولانا عبدالحی جلد ۱ ص ۲۸۵ اور درمختار میں ہے۔

قالوا ان فی رسم المغنی ان ما اتفق
علیہ اصحابنا کما فی الروایات
حضرات فقہائے کبار کے کہ مغنی کے قواعد
میں یہ بھی ہے کہ جہاں ہمارے اصحاب ابو حنیفہ الباقی
اور محمد شافعی ہوں وہی کہ مغنی پر ہوتا ہے۔

۴۔ مقدمہ عمدۃ المرعایہ ص ۱۸ میں شرح ہدایہ لابن شحرت سے (بواسطہ میری زادۃ)
نقل کرتے ہیں۔

اذا صح الحدیث وکان علی خلاف
المذہب علی بالحدیث ویکون
ذالک مذہباً ولا یخرج مقلدہ
عن کونہ حنفیاً بالعلل بہ فقد
صح عن الامام ابی حنیفۃ ؑ اذا صح
الحدیث فہو مذہبی الی ان قال
فلو وجد روایتان فالراجح ہوما
کہ جب کوئی حدیث صحیح ثابت ہو جائے اور
مذہب کے خلاف ہو تو حدیث پر عمل کیا جائیگا اور یہی
حدیث پر عمل کرنا مذہب ہوگا۔ اور امام صاحب مقلدہ
حدیث پر عمل کو جو حقیقت سے خارج نہ ہوگا امام صاحب
سے محدث کے ساتھ یہ ثابت اگر اپنے ذمہ کیا کہ جب حدیث
صحیح مل جائے تو وہی میرا مذہب ہے۔ پس اگر کسی نے
میں مورد امتین پائی جائیں اور ان میں سے ایک

وافق الاحادیث المصطفویة و روایت حضور کی احادیث کے موافق ہر روز جو علم امت
طالبی اقبال جمع ہو علماء الامۃ الہیہ کے موافق ہو اسی کو قبول کیا جائے گا۔

۵۰ احادیث نبویہ مسائل فقہیہ اور تفسیر قرآنہ غیر متداول اور غیر معتبر کتابوں سے نقل
کرنا جائز نہیں راجع مقدمہ عمدۃ الرعاہ ص ۱۷۱ اور جن کتب سے جواز نقل کیا جاتا ہے وہ غیر مشہور
ہیں تو وہ قابل قبول نہ ہوگا۔

وغیر ذالک من وجوہ التوجہ۔ لیکن ترجیحات کی ان وجوہ کی یہاں قطعاً
کوئی ضرورت نہیں جیسا کہ ظاہر ہے۔

اب ہم علل حریم صدقات علی بنی ہاشم پیش کرتے ہیں ہر ہاشم
پر صدقات کے حرام ہونے کی علتیں جو اس نابھیز کی نظر سے گزری ہیں وہ صرف
تین ہیں ہم ان تینوں کو پیش کرتے ہیں ملاحظہ فرمائیں۔

۱۔ اگر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اپنی اہل کے لیے صدقات جائز قرار
دیتے تو لوگوں کا طعن ہوتا کہ دیکھو اپنے قریبی رشتہ داروں کے لیے اتنی رعایت
کی ہے اور اس علت پر بعض حضرات قرآن کی یہ آیت قُلْ لَا اسْئَلُکُمْ عَلَیْہِ
اِحْداً اِلَّا الْمُوَدَّةَ فِی الْقُرْبٰی پیش کرتے ہیں۔ راجع فتح الملہم ج ۱ ص ۱۷۱ و حیدر ص ۱۷۱
شیخ ولی اللہ الدہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ۔ یعنی اس وجہ کو حضرت شاہ ولی اللہ
صاحب کی طرف منسوب کیا ہے۔

ہمارے موضوع سے اس بحث کا زیادہ تعلق تو نہیں مگر چونکہ اس آیت کی جو
عوام الناس بلکہ بعض خواص بھی تفسیر کرتے ہیں اس تفسیر کے باوجود نقل و عقل باطل
ہونے کے سنگ بنیاد ہی تشیع پر ہے لہذا ہم اس غلط تفسیر کی تردید کرنا اور صحیح
تفسیر کا پیش کرنا قرآنی آیت کی صحیح خدمت اور اپنی نجات کا ذریعہ سمجھتے ہیں۔
حضرات شیعہ کا اس آیت سے استدلال۔ قُلْ لَا اسْئَلُکُمْ عَلَیْہِ اِحْداً اِلَّا

المُودَّةُ فِي الْقُرْبَىٰ ۝۲۵ سورۃ شوریٰ۔ آپ کہہ دیں کہ میں تم سے کوئی بھی اجر نہیں طلب کرتا مگر یہ کہ تم میری قرابت کی محبت کا لحاظ کرو۔ کہ جب یہ آیت اتری تو حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ لوگوں نے آپؐ دریافت کیا یا رسول اللہ کون ہیں آپ کے اولیٰ القربیٰ جن سے محبت کرنی ضروری ہے تو آپؐ فرمایا کہ حضرت علیؓ اور حضرت فاطمہؓ اور حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ وغیرہ تو حضرت علیؓ کی مودۃ ضروری ہوئی اور حضرات اصحاب ثلاثہؓ حضرت ابوبکرؓ حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ کی مودت ضروری نہیں تو جب حضرت علیؓ کی مودت ضروری ہوئی تو ان کے احکام ماننے بھی ضروری ہوں گے اور ان کی خلافت ماننی پڑے گی تو ان کی خلافت اور اہل بیت کی خلافت ثابت ہو گئی اس روایت کو بخاری و مسلم و مسند احمد کی طرف نسبت کرتے ہیں۔ لیکن اولاً شیخ الاسلام حافظ ابن تیمیہؒ (المتوفی ۷۲۸ھ) منہاج السنۃ میں فرماتے ہیں کہ نہ تو یہ روایت مسند احمد میں موجود ہے۔ اور نہ بخاری و مسلم میں آگے فرماتے ہیں کہ یہ حدیث باطل جمبوٹ اور مضعوف ہے اور تفسیر ابن کثیرؒ ص ۱۱۱ میں بھی اسی مضمون کی روایت موجود ہے جس میں فاطمہؓ و ولدہ رضی اللہ عنہم کے الفاظ ہیں لیکن منہ میں حسین الاشقر راوی ہے حافظ ابن کثیرؒ فرماتے ہیں شیخی محرق کہ وہ جہلاً مجتہد متعصب شیعوں سے۔

و ثانیاً یہ سورت بالاتفاق مکی ہے اور حضرت فاطمہؓ کی حضرت علیؓ کی شادی ۶ھ میں غزوہ بدر کے بعد ہوئی اور حضرت حسنؓ ۸ھ میں اور حضرت حسینؓ ۱۰ھ میں پیدا ہوئے ہیں۔ تو مطلب یہ ہوا کہ جو حضرات مثلاً حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ ابھی تک پیدا بھی نہیں ہوئے وہ اس آیت کی تفسیر کا مصداق ہوں اور اہل مکہ کو یہ حکم ہوا کہ تم دوستی رکھو میرے اہل بیت سے جو ابھی پیدا بھی نہیں ہوئے۔ اور اگر اس سے حضرت علیؓ حضرت فاطمہؓ سے نکاح کرنے سے قبل مراد ہوں تو حضرت جعفرؓ

جوان کے بڑے بھائی ہیں اور ابتدائی دور کے مسلمانوں میں سے ہیں وہ کیوں اس کا صلہ نہیں؟ نیز حضرت فاطمہ کے علاوہ ان کی تین ہمشیر گان حضرت زینبؓ، حضرت ام کلثومؓ اور حضرت رقیہؓ مودت فی القربیٰ کا مصداق کیوں نہیں جب کہ شیعہ حضرات کی مستند کتابوں مثلاً اصول کافی ص ۱۲۱، الصافی ص ۱۲۱ حصہ دوم وغیرہ میں اس کی تصریح موجود ہے کہ وہ بھی آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بیٹیاں ہیں۔

وَأَمَّا الْقُرْبَىٰ فِي الْعَلَامِ ہے جو عہد کے لیے ہے اور جب مخاطبین کو قرب کا علم ہوگا تو القربیٰ بالالف واللام کہا جائے گا اور جب معلوم ہی نہیں بلکہ ان کا وجود بھی ابھی تک نہیں تو ان کو القربیٰ کیسے کہا گیا رنجو کا مسئلہ ہے کہ محمود ہو تو ال داخل ہوگا ورنہ نکرہ لایا جائے گا مثلاً قُرْبَىٰ راجع کتب النجوم

ورابعاً حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تبلیغ رسالت پر قطعاً اجر نہیں طلب کرتے تھے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے قُلْ لَوْ أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا أَذِيَّةٌ تَوْ كَمْ مَن تَعْلَمُونَ کہ میں تم سے اجر نہیں طلب کرتا تبلیغ پر اگر میری مراد ہو جو روافض کہتے ہیں تو نعوذ باللہ تعالیٰ شان نبوت پر دھبہ آئے گا کہ آپ نے اہل کے لیے اجر کا مطالبہ ضروری قرار دیدیا اور ان سے بطور اجر مودت لازم قرار دیدی۔

وخاصاً جبر الامۃ امام المفسرین ترجمان القرآن حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے صحیح بخاری جلد ۲ ص ۱۸۱ میں جو حدیث مروی ہے وہ اس معنی کے خلاف ہے (اور یہی صحیح بھی ہے)

عن العباس بن عبد المطلب عن قولہ
 اَلَا اَمْرٌ لِّى الْقُرْبَىٰ فَقَالَ سَعِيدُ بْنُ
 جَبْرِ قُرْبَىٰ اِلَى مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ
 وَسَلَّمَ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ عَلِمْتُ اَنَّ النَّبِيَّ
 حضرت ابن عباسؓ سے اَلَا اَمْرٌ لِّى الْقُرْبَىٰ
 کی تفسیر لے چکی تھی حضرت سعید بن جبیرؓ نے جلدی سے
 کہہ دیا کہ اَلِ اِلَى مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ میں حضرت
 ابن عباسؓ نے فرمایا تو نے جواب دینے میں جلدی

صلی اللہ علیہ وسلم یکن بطن من قریش
 ام لوطان له فیہم قرابۃ فقال ان
 ان تصلہ اما بیخی و بیخیہ من
 القربۃ الحدیث

کی ہے اصل بات یہ ہے کہ قریش کا کوئی بھی قبیلہ
 ایسا نہ تھا جس کے ساتھ کسی حضرات کی قرابت تھی جو حضور نے
 فرمایا کہ اسے قریش جو یکہ اور تمنا درمیان قرابت ہے
 اس کا لحاظ نہ کر۔

یعنی جب حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تبلیغ فرماتے تو قریشی آپ کو تکلیف
 پہنچاتے آپ نے فرمایا کہ قرابت کا خیال نہ کر دینا جائز حرکتیں نہ کرو تو قرابت سے قریش
 کی قرابت مراد ہے اہل بیت کی مراد نہیں اور یہی صحیح ہے۔ اسی تفسیر کو جمہور حضرات فہرین
 کرام نے صحیح کہا ہے۔ اور اولی القربیٰ کی جو تفسیر اہل بیت کی جاتی ہے اس کو روکیا ہے
 فرصت نہیں کہ ہم عبارتیں نقل کریں اسی آیت ۲۵ سورہ شوریٰ کی تفسیر مندرجہ
 ذیل دیکھ لیں۔ تفسیر ابن جریر طبری (المتوفی ۳۴۰ھ) ان کی تفسیر سے پہلے کوئی مفصل
 تفسیر نہ تھی۔ معالم التنزیل (امام غزالی) (المتوفی ۵۰۵ھ) تفسیر کبیر (امام رازی) (المتوفی ۴۰۶ھ)
 خازن علاؤ الدین علی بن محمد بن ابراہیم فرغ منہ ۷۲۵ھ) تفسیر دارک علامہ عبداللہ بن
 احمد بن محمود نسفی (المتوفی ۷۸۰ھ) در مشورہ لجلال الدین سیوطی (المتوفی ۹۱۱ھ) فتح الرحمن
 ترجمہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب (المتوفی ۱۱۷۶ھ) تفسیر ابن کثیر (المتوفی ۷۴۴ھ) روح المعانی
 سید محمد اوس الخفصی (المتوفی ۱۲۸۰ھ) موضع القرآن شاہ عبدالقادر (المتوفی ۱۲۲۰ھ) فتح
 الباری کتاب التفسیر آیت مذکورہ حافظ ابن حجر عسقلانی (المتوفی ۸۵۲ھ) وغیرہ۔ یہ یاد رہے
 کہ حضرات صحابی کو ان حضرات ازواج مطہرات اور حضرات اہل بیت سے ہر سنی
 مسلمان کی والمانہ محبت ہے، اور وہ ان میں کسی سے بغض نہیں رکھتے جیسا کہ روافض
 کا تئیرہ ہے کہ وہ بلا وجہ حضرات صحابہ کرام سے بغض و کینہ رکھتے ہیں۔

ایک اعتراض اور اس کا جواب

ممکن ہے کسی صاحب کو یہ شبہ پیدا ہو جائے کہ ہم نے تسلیم کر لیا کہ اِنَّ الْمَوَدَّةَ

فی القربیٰ کی تفسیر جو اہل بیت سے کی گئی ہے وہ عقلاً و نقلاً باطل ہے اور قربیٰ سے
قبائل قریش مراد ہیں۔ لیکن ان سے بھی محبت تو مطلوب ہے تو اس صورت میں پھر یہ ظاہری
لازم آئے گی کہ جب یہ غیر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رسالت پر کوئی اجر طلب نہیں کرتے
تو پھر مودۃ فی القربیٰ یعنی قریش سے تعلق و مودۃ رکھنے کا اور اس کے مطالبہ کا کیا
مطلب؟ حالانکہ آپ تبلیغ احکام پر کوئی چیز طلب نہیں کرتے تھے دیکھا ہو
شان الرسالة والنبوة) تو اس کا جواب بعض تفاسیر مذکورہ میں دو طریق سے
دیا گیا ہے۔ ہم نہایت ہی اختصار سے صرف دو حوالے عرض کرتے ہیں جو اصل
الحصول ہیں۔ اول یہ کہ **إِلَّا الْمَوَدَّةَ**۔ استثنائاً متصل ہے (جو مستثنیٰ ائمہ کی جنس سے
ہو جیسے جاء فی القوم الذین کہ زید قوم ہی کا ایک فرد ہے راجع کتب النسخ)
اور مطلب اس طرح ہے جس طرح اس مندرجہ ذیل شعر کا۔

لا عیب فیہ وغیر ان سید فہم بہمن فلول من قذر الکتاب

(ہامش جلالین ص ۳۳)

کہ میرے محدود میں کوئی عیب نہیں سوائے اس کے کہ ان کی تلواریں فوجی
دستوں کو قتل کرنے کے سبب کد ہو چکی ہیں یعنی اتنے بہادر ہیں کہ دشمنوں کو مارتے
مارتے اور قتل کرتے کرتے ان کی تلواریں کد ہو چکی ہیں تو اگر کوئی عیب ہے تو یہی ہے
کہ ان کی تلواریں کد ہو چکی ہیں حالانکہ جنگ میں تلواروں کا کد نہ دینا عین شجاعت و
بہادری ہے اور یہ کوئی عیب نہیں۔

تو آیت کا مطلب یہ ہو گا کہ میں تم سے کسی قسم کا اجر نہیں مانگتا مگر یہ اجر
جو کہ حقیقتہً اجر نہیں کہ مودۃ فی القربیٰ کو ملحوظ رکھو اگر اس کو اجر کہا جائے تو بس یہی
اجر سمجھو۔

ثانی استثناء کو منقطع بنایا جائے (جو مستثنیٰ ائمہ کی جنس سے نہ ہو جیسے جاء

القوم الحجازیہ کہ حمار (گدھا) قوم کافرو نہیں) تو اس لحاظ سے قول باری تعالیٰ لفظ اجزا پر ختم ہو گیا قُلْ لَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا۔ یعنی تو کہہ دے کہ میں تبلیغ پر تم سے کوئی اجر نہیں مانگتا پھر اَلَمْ نُؤَدِّ فِي الْقُرْبَىٰ سے یہ بتلایا کہ

لَٰكِنْ أَسْأَلُكُمْ اَنْ تُوَدُّوا قَدِ اسْتَيْسَرَ لَٰكِنْ مِّنْ تَمَّ سَأَلِي قُرْبَتِ كَيْ لِحَاطِ كَاسْوَالِ
التي هي قُرْبَتُكُمْ اَيْضًا (جلد لین مٹ) کرتا ہوں جو تمہاری بھی قرابت ہے۔

ایک اور اہم فائدہ

قرآن عزیز پ ۲۱ میں ایک آیت کہ تم میں سے اِتِّمَائِرِيْدُ اللّٰهُ لِيَذْهَبَ عَنْكُمْ الْمَرْجِسَ اَهْلًا الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا اللہ کا یہی ارادہ ہے کہ تم سے گندی باتیں دور کر دے اے نبی کے گھر والو اور تاکہ تمہیں پاک کرے پاک کرنا افضیول کاریاں بھی اہل بیت کے متعلق وہی عقیدہ ہے جو پہلے بیان ہو چکا ہے کہ حضرت علیؑ حضرت فاطمہؑ و حضرات حنینؑ ہی اس سے مراد ہیں۔

مگر اولاً یہاں سیاق و سباق سے خود معلوم ہوتا ہے کہ یہاں حضرات ازواج مطہراتؑ مراد ہیں۔ کیونکہ یہاں انہیں سے تم مخاطب ہے۔

اس پر یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ یہاں ضمیر جمع مذکر کی ہے عنکم اور وَيُطَهِّرْكُمْ اگر اس سے حضرات ازواج مطہراتؑ مراد ہوتیں تو عَنْكُمْ اور يُطَهِّرْكُمْ ہونا اس کے متعدد جوابات ہیں مگر ہم قرآن کریم حدیث شریفہ اور عربی کے چند حوالے عرض کرتے ہیں کہ عنکم وغیرہ میں مذکور کی ضمیر اناث کی طرف بھی عام ہو سکتی ہے یعنی جمع مذکر کی ضمیر مؤنث کے لیے آ سکتی ہے عا قرآن کریم میں ہے۔ رَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ عَلَيْكُمْ اَهْلُ الْبَيْتِ فَرَشْتُوْا لِيُخَاطَبَ حَضْرَت سَارَةَ عَلِيَهَا السَّلَام سے کیا تمام (علیٰ وغیرہ) یہاں عیدکم کا خطاب صرف حضرت سارہ علیہا السلام سے ہوا۔

مَا وَقَالَ لَهُمْ اُكْتُؤْا .

یہاں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی بیوی حضرت صفورہ علیہا السلام کو کہتا
 علی تفسیر (حالانکہ اُکْتُؤْ جمع مذکر ہے)

۳۔ بخاری جلد ۲ ص ۷۷ میں بایں الفاظ ایک ٹکڑا ہے۔

فخرج النبي صلى الله عليه وسلم حضور صلى الله تعالى عليه وسلم حضرت عائشة
 فانطلق الى حجرة عائشة فقال کے حجرہ کی طرف تشریف لے گئے اور فرمایا سلام
 السلام عليكم اهل البيت ورحمة السلام ہو تم پر اے اہل بیت انہوں نے کہا وعلیک السلام
 الله فقالت وعليك الحديث الى ورحمة الله الى

اس حدیث نے صاف کر دیا کہ اہل بیت کا اصلی و صحیح مصداق حضرات
 ازواج مطہرات ہی ہیں نہ حامی اپنی بیوی کو کہتا ہے عی فلا تخبی انی تخشعت
 بعد کہ یہ نہ خیال کرنا کہ میں تمہارے بعد اُراس ہو چکا ہوں مخبر وحی کہتا ہے عی
 فلم تثبت حرمت النساء سواکم اگر تو چاہتی ہے تو میں تمہارے سوا سب
 عورتوں کو حرام کر دوں۔ ان دونوں شاعروں نے دجن کا کلام عربی کے طور پر معتبر اور
 مستند ہے) اپنی اپنی بیوی کو جمع مذکر کلم کی غنیمت سے خطاب کیا ہے۔

وثانیاً۔ اہل بیت میں حضرات ازواج مطہرات کے ساتھ وہ حضرات بھی
 شامل ہیں۔ لقوله الشوكاني في تفسيره فتح القدير جلد ۳ ص ۲۷ عن

الترمذي وابن جرير وابن المنذر والحاكم وغيرهم
 رجع الحريث: ريكت توہرکتی ہے لیکن عت نہیں بن سکتی اس لیے اگر یہ عت ہوتی تو میں اس سے
 زیادہ کلام کا موقع تھا۔ کیونکہ خمس کا حکم ستر میں غزوہ بدر میں نازل ہوا۔ فكل ما ميسر
 غنمته محلا لطيبا آئیہ کہ کھار جو تم نے غنیمت حاصل کی ہے کھانا حلال اور طیب
 تو بد باطن لوگ یہاں بھی کہہ سکتے تھے کہ خمس کی مد سے کنبہ پروری کا لحاظ رکھا گیا ہے
 مگر ایسے شبہات کا کیا اعتبار ہے؟

زکوٰۃ کی فرضیت میں جو اختلاف تھا ہم نے پہلے باب میں لکھ دیا ہے۔ اگر اس گروہ کا کس نام لیں کہ زکوٰۃ سہمہ میں دجیا کہ سیرۃ النبی جلد ۱ ص ۵۱۸ میں لکھا ہے فرض ہوئی ہے اور سہمہ کو مکہ مکرمہ بھی فتح ہو چکا تھا۔ اور نیز زکوٰۃ کے ساتھ بہت سی قیود بھی ہیں مثلاً نصاب سونے یا چاندی یا عروض تجارت کا موجود ہو۔ ۲۔ قرض بھی نہ ہو۔ ۳۔ حاجات اصلیہ سے بھی فارغ ہو۔ ۴۔ حلالان حول بھی ہو جائے۔ یعنی مال پر پورا سال گزر جائے۔ وغیرہ الخ۔

تو اتنی شرائط کے بعد زکوٰۃ میں مال کا چالیسواں حصہ دیا جائے گا اور خصوصاً جبکہ مکہ مکرمہ بھی دارالاسلام بن گیا تھا۔ اگر زکوٰۃ کی وجہ سے کتبہ پر رزق کا طعن ہو سکتا ہے تو غنیمت کی وجہ سے یہ طعن بطریق اولیٰ ہو سکتا ہے کیونکہ غنیمت کی مشروعیت سہمہ میں ہوئی اور اہل بیت کا حصہ خمس الخمس ہے یعنی مجموعہ غنیمت کا پچیسواں حصہ اگر سال میں دس سال یا بیس سال مرتبہ جہاد ہو تو حضرات اہل بیت کا یہ حصہ بہستوران کے لیے متعین ہے۔ اور دوسرے گروہ جو یہ کہتا ہے کہ زکوٰۃ مکہ مکرمہ میں فرض ہو چکی تھی لیکن نصاب مدینہ میں فرض ہوا تو بے شک یہ محل طعن ہوتا خصوصاً جب کہ حضرت ابن عمرؓ کی وہ روایت کہ نصاب پہلے سب کچھ دے دینے کا حکم تھا ساتھ طالی جلتے مگر اس کو کیا کریں کہ وہی زمانہ حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کے فتر کا زمانہ تھا۔ بغیر چند حضرات کے سب بھوک میں مبتلا تھے تو ایسی حالت میں پھر وہی مخدور لوٹ کر عائد ہوتا ہے کہ جہاں سے نہیں ملتا یعنی زکوٰۃ اس کے جائز ہونے میں تو طعن ہو اور جہاں غنیمت کا بے شمار مال بعض مواقع میں حاصل ہوا ہو اس کے دینے میں طعن نہ ہو۔ اور جب کہ ابتدائے اسلام تھا اور طعن کا موقع بھی بہت زیادہ تھا تو طعن نہ ہو چلو ہم یہ سب کچھ دو منٹ کے لیے تسلیم کر لیتے ہیں کہ زکوٰۃ اہل بیت کو اس لیے نہ دی کہ محل طعن تھا لیکن سوال یہ ہے کہ طعن اگر کرتے تو کون کرتے؟ حضرات صحابہ کرامؓ

تو ہر گز طعن نہ کرتے۔ اگر منافقین ہوں تو وہ باوجود اس کے طعن سے باز نہ آئے سو تو یہ پتا رکھئے، میں ہے۔

وَمِنْهُمْ مَنْ يَلْبِذُكَ فِي الصَّدَقَاتِ
فَإِنْ أَعْطُوا مِنْهَا رَضُوا وَإِنْ لَمْ يُعْطُوا
مِنْهَا إِذَا هُمْ يَكْشُطُونَ ه

بعض لوگ آپ کو طعن دیتے ہیں خیرات بانٹنے میں ہو اگر ان کو اس سے ملے تو راضی ہوتے ہیں اور اگر نہ ملے تو وہ ناخوش ہوتے ہیں۔

اور اگر مشرکین و یہود اور نصاریٰ ہوں۔ وہ تو اس سے بڑے بڑے طعن کرتے ہیں تو کیا ان کی وجہ مسائل حقد رنگ گئے۔ کلام تم کلام۔

وفوق ذلك كله - اگر یہ محل طعن ہوتا بھی مگر آپ کے بیان کرنے کے بعد یہ طعن حضرات صحابہ کرامؓ سے بالکل دور ہو جاتا ہے۔ صحیح بخاری جلد ۲ صفحہ ۶۱ میں روایت موجود ہے کہ جب جنگ حنین کی غنیمت (جو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے غزوات میں سب سے زیادہ اس جگہ سے حاصل ہوئی بانٹنے کا وقت آیا تو انصار کو کچھ بھی نہ دیا گیا۔ ولم يعط الانصار شيئا الحديث - انصار کو کوئی چیز بھی نہ دی بعض کے قلوب میں یہ خیال ہوا کہ لڑائی تو ہم نے کی اور غنیمت حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے قریبی بھائیوں کو دیدی جب حضورؐ نے یہ سنا تو فرمایا۔ کیا تم جاہل نہ تھے اور خدا تعالیٰ نے میرے ذریعے تمہیں ہدایت نصیب کی کیا تمہارے اندر رشقت و افتراق نہ تھا میرے ذریعے سے اتحاد و اتفاق ہوا اخیر میں فرمایا کیا تم اس پر راضی نہیں کہ لوگ اپنے گھروں کو اونٹ بکریاں اور مال لے کر جائیں اور تم محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کو ساتھ لے کر جاؤ۔ یہ سب بڑا محل تھا طعن کا مگر آپ کی تقریر سن کر سب راضی ہو گئے اور اس طعن کی وجہ سے آپ نے اپنا فیصلہ نہ توڑا کیونکہ حکم ہی یہی تھا بہر حال یہ علت نہیں بن سکتی ہاں ایک صوفیانہ رنگ میں حکمت ضرور ہے ہم بھی اس کے قائل ہیں۔

دوسری علت جو حدیث شریف میں بیان کی گئی ہے انہ لا یحل لکم اهل
 البيت من الصدقات انما هی غسالة المیدی وان لکم فی خمس الخمس
 لعل ینفیکم انتہی۔ زاد الطیرانی فی الکبیر: کنز الاعمال جلد ۳ ص ۳۸۵ و مجمع الزوائد جلد ۳ ص ۹۱
 ونصب الرایہ جلد ۲ ص ۱۶۱ والدرایہ ص ۱۶۷۔

حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے اہل بیت تمہارے لیے صدقات
 حلال نہیں کیونکہ یہ لوگوں کے ہاتھوں کی میل بیت۔ اور تمہارے لیے خمس الخمس کافی ہے
 اس میں صدقات کا میل کچل ہونا تو علت ہے، اور اس میں نزاع نہیں لیکن خمس الخمس علت نہیں
 نہ نقلاً اور نہ منتقلاً، نقلاً تو اس لیے کہ اس میں ایک راوی ہے جس کا لقب حش ہے
 اور نام حسین بن قیس ہے۔

۱۔ کتاب الضعفاء صغیر امام بخاری ص ۹ میں ہے۔

حسین بن قیس ابو علی الرجی و حسین بن قیس البعلی رجب جس کو حش کہتے ہیں
 یقال له حش عن عکرمۃ تدرک احمد عکرمۃ سے روایت کرتا ہے امام احمد نے اس
 حدیثہ انتہی۔ کی روایت کو چھوڑ دیا تھا۔

فائدہ ۱۔ یہ روایت بھی عکرمۃ سے ہے (تمام طرق میں)

۲۔ کتاب الضعفاء امام نسائی ص ۱۱ میں ہے۔

متروک الحدیث انتہی۔ یہ بالکل متروک الحدیث ہے۔

۳۔ مجمع الزوائد جلد ۳ ص ۹۱ میں ہے۔

فیہ حسین بن قیس الملقب بحش کہ اس روایت میں حسین بن قیس ہے جس کا

لقب حش ہے حضرت محمد بن یونس نے اس میں بہت

کلام کہہ ہے۔

۴۔ بیہقی جلد ۳ ص ۱۶۹ میں ہے۔

تفرد به البوعلى الرجبى المعروف
بخش وهو ضعيف لا يحتج به
ورواه ابن حبان فى كتاب الضعفاء
وقال حنن بن قيس الرجبى البوعلى
ولقبه حنن كذبه احمد وتركه
ابن معين الخ

اس روایت کو فقط البوعلى رجبى جو بخش سے
مشہور ہے روایت کرتا ہے اور وہ ضعیف ابن حبان
احتجاج ہے ابن حبان نے کتاب ضعیفاریں کہا
ہے کہ امام احمد نے اسے کاذب کہا ہے اور امام
ابن معین نے اس سے روایت ترک کر
دی ہے۔

۵۔ نصب الرأیہ جلد ۲ ص ۱۹۳ میں

قال الحاكم ثقة وقال فى تنقيح
التحقيق لم يتابع الحاكم على
توثيقه فقد كذبه احمد وقال
مرة هو متروك الحديث و
كذلك قال النسائي والدارقطني الخ

امام حاکم نے اس کو ثقہ کہا ہے مگر صاحب
تفہیم نے حاکم کا ذکر کرتے ہوئے کہا ہے کہ امام حاکم
کا ساتھ اس کو ثقہ کہنے میں کسی نے نہیں دیا۔ امام
احمد نے اس کو وہ جھوٹا ہے اور ایک دفعہ فرمایا
کہ وہ مترک الحدیث ہے اور ابابہ ہی امام نسائی اور امام
دارقطنی نے کہا ہے۔ (امام دارقطنی المتوفى ۳۸۵ھ)

۶۔ الدررۃ ص ۱۳ میں ہے۔

فيه حنن بن قيس وهو واحد اثباتي
۷۔ تقریب التہذیب فاروقی ص ۹۳ میں ہے مترک من السابقۃ ساتویں طبقہ کے
روایت میں سے ہے اور مترک (الحديث) ہے۔

۸۔ قانن الموضوعات ص ۲۵ میں ہے ضعیف عند اهل العلم الى ان
قال ضعیف عند المحدثین الخ تمام اہل علم اور محدثین کے نزدیک ضعیف ہے۔

۹۔ تہذیب التہذیب جلد ۲ ص ۳۶۳ و ۳۶۵ میں ہے۔

عن ابن معين والبی زرعۃ ضعیف
امام ابن معین و ابی زرعہ سے ہے کہ وہ ضعیف ہے

ابو حاتم بھی ضعیف ہوئے کے ساتھ منکر الحدیث بھی
 کہتے ہیں امام بخاریؒ کہتے ہیں کہ اس کی احادیث منکر
 ہیں اور اس کی روایت نہ لکھی جائے امام نسائیؒ کہتے ہیں کہ
 وہ متروک بہ تحقیق کہتے ہیں کہ ترمذی روایتیں کیا کر کے
 ابن عدیؒ کہتے ہیں کہ بہ نسبت کچھ ہونے کی اس کی اسناد
 ضعف کی طرف بہت زیادہ قریب ہیں جو قافیہ لگتے
 ہیں کہ اس کی احادیث بہت زیادہ منکر ہیں سہروردی
 جانیں اور امام ابن الجوزیؒ نے امام احمدؒ سے نقل کیا
 ہے کہ انہوں نے اس کو جھوٹا قرار دیا امام دارقطنیؒ
 کہتے ہیں کہ وہ متروک ہے۔ حذافہ کہتے ہیں کہ وہ
 کمزور روایتیں پیش کرتا ہے علی بن مدینیؒ کہتے
 ہیں کہ میرے نزدیک وہ قوی نہیں۔ امام مسلمؒ
 کہتے ہیں کہ وہ متروک ہے۔ امام ساجیؒ کہتے ہیں
 کہ وہ ضعیف ہے۔ اور باطل حدیثیں پیش کر کے
 محدث ابن حبانؒ کہتے ہیں کہ وہ سند کے اندر بہ ضعیف
 روی تھے اس لیے بھلے تھے روایتیں روایت تھیں

قال ابن ابی حاتم عن ابیہ ضعیف
 الحدیث ومنکر الحدیث قال البخاری
 احادیثہ منکرۃ جدًّا اولیٰ کتبہ حدیثہ
 وقال النسائی متروک الحدیث قال
 العقیلی لای تابع علیہ وقال ابن عدی
 هو الی الضعف اقرب منه الی الصدق
 وقال الجوزقانی احادیثہ منکرۃ جدا
 فلا ینکب ونقل ابن الجوزی عن
 احمد انه کذبه وقال الدارقطنی منکر
 الحدیث وقال البیہقی المتزلزلین
 الحدیث وعن علی بن المدینی لیس
 عندی بالقوی قال الامام مسلم
 متروک الحدیث قال الساجی ضعیف
 الحدیث متروک یحدث بل حدیث
 لبوطیل وقال ابن حبان یقلب
 الاخبار ویلزم رواية الضعفاء بالثقات

۱۔ علامہ ذہبیؒ میزان الاعتدال جلد ۵ ص ۲۵۵ میں انہیں حضرات محدثین کے مذکورہ
 بالا اقوال نقل کرتے ہیں۔

دیکھئے حضرت امام بخاریؒ امام نسائیؒ امام احمدؒ امام بیہقیؒ امام دارقطنیؒ امام معینیؒ
 ابو جرحیؒ امام جمال الدین زبیریؒ حافظ ابن حجرؒ اور صاحب تنقیح وغیرہم اللہ تعالیٰ کہتے ہیں کہ یہ
 راوی قابل احتجاج نہیں ہے اور حافظ ابن حجرؒ منجۃ الفکر ص ۵۹ میں حدیث

متروک کی تعریف کرتے ہیں۔

القسم الثانی من اقسام المردود وهو
ما یکون بسبب ثبوت الراوی بالکذب
وهو المتروک انتی۔
قسم ثانی مردود کی یہ سبب کہ راوی متهم بالکذب
(جھوٹا) ہو ایسی حدیث کو (حضرات محدثین)
کی اصطلاح میں (متروک) کہتے ہیں۔

فائدہ :- امام حاکم کا کسی روایت (یا راوی) کو صحیح کہنا حضرات محدثین کا دم
کے نزدیک ہمیشہ قابل تنقید رہا ہے۔

علامہ ذہبی تلخیص المستدرک جلد ۲ ص ۶۱ میں ایک روایت کی تحقیق کرتے ہوئے
فرماتے ہیں وہ روایت یہ ہے کہ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ حضرت ابیاس علیہ السلام
کی آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے طلاق ہوئی ہے امام حاکم کہتے ہیں صحیح
نہو یخبرنا۔ یعنی یہ روایت صحیح ہے امام بخاری اور ابیہم سلم نے اس کی تخریج نہیں کی۔
علامہ ذہبی فرماتے ہیں۔

۱۔ قلت بل موضوع قبح اللہ
من وضعه وما كنت احسب ان
الجهل يبلغ بالحاکم الى ان يصحح مثل
هذا واسناده هكذا الخ
میں کہتے ہوں کہ یہ موضوع ہے اللہ تعالیٰ ہلاک
کے اس کو جس نے اس کو وضع کیا ہے میرا
یہ خیال نہ تھا کہ اہم حاکم اتنا جاہل ہے۔ جو
ایسی روایت کو صحیح کہتا ہے حالانکہ اس کی

سند یہ (یعنی اس میں) واضعین ہیں۔

۲۔ ابکار المنہ ص ۵۵ میں ہے (ایک روایت کی تحقیق میں) فی تصحیح الحاکم
نظر الخ امام حاکم کا اس روایت کو صحیح کہہ دینا محل نظر ہے۔

۳۔ میزان الاعتدال جلد ۳ ص ۸۵ میں ہے ۔

الحاکم یصحح فی مستدرکہ احادیث
ساقطۃ ویکثر ذلک ثم هو شیعی
امام حاکم مستدرک میں بہت گری ہوئی احادیث
کو بکثرت صحیح کہہ جاتے ہیں۔ اور وہ مشور شیعوں

مشہور من غیر تعرض للیخین و
 قال ابن طاہر سالت ابا اسمعیل
 انصارى عن الحاکم فقال امام
 فی الحديث رافضی خبیث۔ قال
 الذہبی اللہ یحب انصاف ما
 الذیجل برافضی بل شیعی، فقط الخ
 ۴۔ تدرب الراوی ص ۳۱ میں ہے۔

ولیقاربه صحیح ابی حاتم وابن حبان
 فی التماہل
 مستدرک حاکم کے قریب، قابل میں صحیح ابی حاتم
 اور صحیح ابن حبان۔

۵۔ فتح المغیث شرح الفیتہ الحدیث ص ۲۴۱ میں ہے۔
 والبستیٰ ید الی حاکم فی التماہل۔
 امام ابن حبان بستیٰ قابل میں امام حاکم کے قریب ہیں۔

۶۔ مقدمہ ابن صلیح ص ۹ میں ہے۔
 ولیقاربه فی حکمہ صحیح ابی حاتم
 وابن حبان لبستی الخ
 مستدرک حاکم کے قریب، قابل میں صحیح ابن
 حبان و صحیح ابی حاتم۔

۷۔ کتاب التوسل مطبوعہ المنار لابن تیمیہ ص ۱۱۱ میں ہے (و کذا تذکرۃ الحفاظ
 للذہبی ترجعہ امام حاکم)

وقالوا ان الحاکم یصحح احادیث
 وہی موضوعۃ مکذوبۃ عند اهل
 المعرفة بالحديث وكذا الاثر احادیث
 کذبۃ فی مستدرکہ یصححہا وہی
 عند الثمۃ اهل العلم بالحديث موضوعۃ
 حضرات محدثین نے کتب کہ امام حاکم ایسی احادیث
 کو بھی صحیح کہ جاتے ہیں جو جھوٹی اور موضوع ہوتی ہیں
 اور مستدرک میں اکثر وہ ایسا کرتے حالانکہ محدثین
 کے نزدیک وہ موضوع ہیں۔

۸۔ میزان الاعتدال جلد ۲ ص ۵۵ میں ایک راوی محمد بن جعفر سے ایک روایت ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام ساڑھے سات سو سال تک دنیا پر حکمران رہے علامہ ذہبی مانتے ہیں۔
 اخر جلد الحاكم في متدركه فشان امام حاکم نے اس روایت اور اس جیسی دوسری الکتاب بدو با مثاله انتہی ضعیف روایت سے کتاب کو معیوب کر دیا ہے۔

۹۔ مقدمہ زلیحی ص ۱ میں ابن وحید کی العلم المشہور سے نقل کیا ہے۔
 ويجب على اهل الحديث ان ينفذوا من قول الحاكم ابي عبد الله فانه كثير الغلط ظاهر السقط۔
 علہ حدیث پر واجب ہے کہ امام حاکم کی روایت سے بچا کریں۔ کیونکہ وہ کثرت غلطی کرتے ہیں اور کھٹے طرحی مہر کی روایات پیش کرتے ہیں۔
 دوسری روایت مصنف ابن ابی شیبہ جلد ۳ ص ۶۱ اور تفسیر طبری جلد ۱ ص ۵ اور نصیب الرایہ جلد ۲ ص ۴۰ اور طبرانی فی البکیر اور الدرایہ ص ۱۶ میں ہے۔

عن مجاهد قال كان آل النبي صلى الله عليه وسلم لا تحل لهم الصدقة فجعل لهم خمس الخمس انتہی۔
 حضرت مجاہد کہتے ہیں کہ آپ کی اہل پر صدقہ حرام تھا۔ اس لیے ان کے لیے خمس الخمس مقرر ہوا ہے۔

مگر دو وجہ سے یہ روایت بھی غیر مقبول ہے۔ اولاً یہ روایت ضعیف کیونکہ حضرت مجاہد سے جو روایت کرنے والا راوی ہے اس کا نام خسیف بن عبد الرحمن ہے گو اس کو بعض نے ثقہ بھی کہا ہے لیکن امام نسائی نے ضعفاً ص ۱۳ میں فرماتے ہیں لیس بالقوی اور میزان الاعتدال ص ۱۲ میں ہے۔ تدرکہ احمد وقال مودة لیس بالقوی وقال البوحاتہ تکلہ فی سوء حفظہ (مات ۳۸۰) کہ امام احمد نے اس کو نزک کر دیا تھا اور نیز فرمایا کہ وہ قوی نہیں ہے اور امام البوحاتم فرماتے ہیں کہ سوء حفظ کی وجہ سے ان میں کلام کیا گیا ہے۔

وثانیاً۔ حضرت مجاہد تابعی ہیں انہوں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو نہیں دیکھا

توان کی روایت مرسل ہے ہم مرسل کے متعلق بعض محدثین کرام کا مذہب نقل کرتے ہیں بغور دیکھیں۔

۱۔ کتاب علل الترمذی جلد ۲ ص ۲۳۹ میں ہے۔

والحدیث اذا كان مدرسا فانه لا يصح عند اكثر اهل العلم بالحدیث قد ضعفه غیر واحد منهم انتہی۔ حدیث جب مرسل ہو تو وہ ضعیف ہوتی ہے اکثر اہل علم کے نزدیک۔ اور بہت سی محدثین نے اس کو ضعیف قرار دیا ہے۔

عند فی مقدمہ نووی وکذا مذهب الشافعی والحمدلین وجہورہم وجماعۃ من الفقہاء انہ لا یجوز بالمرسل الخ۔ امام شافعی اور محدثین میں سے جمہور اور فقہاء میں سے ایک گروہ یہ کہتا ہے کہ مرسل حدیث قابل احتجاج نہیں۔

عنا مقدمہ مسلم ص ۱۲ میں ہے و المرسل من الروایات فی اصل قولنا وقول اهل العلم بالخبر لیس بنجۃ الخ۔ مرسل روایت ہمارے قاعدہ کے تحت اور اکثر اہل علم و اہل تاریخ کے نزدیک محبت نہیں۔

۴۔ کتاب القراءۃ بہیقی ص ۱۳۱ میں ہے۔

وهو ضعیف من حیث انہ مرسل الخ۔ مرسل ہونے کی وجہ سے یہ روایت ضعیف ہے۔

۵۔ تدریب الراوی ص ۱۱ میں ہے۔

المرسل ضعیف عند الجمهور الخ۔ کہ مرسل جمہور کے نزدیک ضعیف ہے۔

۶۔ البکار المنن میں ہے۔

کونہ مدرسا یکفی لضعفه الخ۔ اس کا مرسل ہونا ہی اس کے ضعف کے لیے کافی ہے۔

۷۔ نختۃ الفکر ص ۱۵۵ میں مرسل پر بحث کی گئی ہے۔

اسی لیے امام جمال الدین زلیعی تحریر فرمایا کہ حدیث مذکور (جلد ۲ ص ۱۳۱) کے بعد فرماتے ہیں۔

غریب بهذا اللفظ انتہی۔ ان الفاظ سے یہ روایت غریب ہے شیخ ابن الہمام

فتح القدیر مصری جلد ۲ ص ۲۴۱ میں فرماتے ہیں ہذا حدیث غریبہ اسی کے قریب الفاظ میں علامہ بدر الدین عینی کے بنیاد شرح ہدایہ میں فرائح بغریب وہ حدیث ہوتی ہے جو ایک ہی طریق و سند سے ثابت ہو۔ راجع بخزائن الفکر ص ۳۵ وغیرہ میں کتب الاصول۔

فائدہ ۱۔ ہم نے جو کہا ہے کہ مرسل قابل احتجاج نہیں تو اس سے یہ نہ سمجھ لیا جائے کہ کسی صورت یا کسی امام کے نزدیک بھی مرسل حجت نہیں۔ جمہور کا یہ مذہب ہے کہ مرسل قابل حجت ہے۔ امام ابن جریر فرماتے ہیں کہ تابعینؓ سب کے سب اس امر پر متفق تھے کہ مرسل قابل احتجاج ہے دوسری صدی کے آخر تک حضرات ائمہؓ میں سے کسی نے مرسل کے قبول کرنے کا انکار نہیں کیا حضرت امام شافعیؒ پہلے وہ بزرگ ہیں جنہوں نے مرسل کے ساتھ احتجاج کرنے کا انکار کیا ہے۔ (تذریع الدواوی ص ۱۲) و توجیہ النظر ص ۲۴۵ امام نوویؒ فرماتے ہیں کہ حضرت امام مالکؒ امام ابوحنیفہؒ امام احمدؒ اور اکثر فقہاء کرامؒ کا مذہب یہ ہے کہ مرسل قابل احتجاج ہے۔ الخ (مقدمہ نووی ص ۱) مرسل حجت ہے مگر چند شرائط کے ساتھ جن میں سے ایک شرط یہ بھی ہے۔

۱۔ توجیہ النظر ص ۱۵۲ و مقدمہ فتح الملہم ص ۲۴ میں ہے

فاذا لم یکن مسنداً غلیظ المرسل جب مرفوع روایت موجود نہ ہو اور مرسل ہی قائم مرسل یحتج بہ الخ
مگر ساتھ ہی لکھتے ہیں۔

ولیس ہو مثل المتصل فی القوة الخ کہ مرسل قوت میں مرفوع متصل کے برابر (مقدمہ فتح الملہم ص ۲۴) نہیں۔

اور جس مسئلہ کے ہم درپے ہیں اس میں بقول امام طحاویؒ صحیح حدیث ہی نہیں بلکہ احادیث متواترہ ہیں کہ سنی ہاشم کے لیے صدقات مطلقاً حرام ہیں محض اوساخ ان سے نہ کیں جبکہ خمس ہو یا نہ ہو۔

یہاں تک جو کلام ہم نے کیا وہ نقل و روایت تھا اب ہم اس پر مختار کلام کرتے ہیں امام ابو بکر الجصاص
الرزازی الحنفی احکام القرآن جلد ۲ ص ۳۳ میں فرماتے ہیں۔

فليس استحقاق سهم من الخمس أصلاً لتخريب
الصدقة دحل بنی ہاشم، لان النبی والساکنین وابن
السبیل یستحقون سہام الخمس ولم یحرم علیہم الصدقة
فدل علی ان استحقاق سہم من الخمس لیس باصل
فی تخریب الصدقة علی بنی ہاشم الخ

بڑا ٹم کا قیمت کے ٹم کا ستنی ہونا ان پر حرمت صدقات کی
علت نہیں ہے سنا کیونکہ جنہوں میں کوئی توں، اور مافوں کو بھی جس
مطابق حالہ ان پر صدقات حرام نہیں ہیں اس سے معلوم ہوا
کہ بڑا ٹم پر صدقات حرام ہونے کی دلیل اور علت نہیں
ہے۔

تیسری علت انماھی اوساخ الناس الحدیث ایک حدیث میں ہے عسالة الایدی الحدیث یہ علت ہے کہ چونکہ صدقات
اوساخ اور میل کجیل ہیں اس لیے سادات کے لیے حرام ہیں۔
۱۔ فتح المبلغ جلد ۲ ص ۳۸۵ میں ہے۔

والاصل فی کل حکم انما یبقی ما
دامت العلة باقية الخ

اصل ہر حکم میں یہ ہے کہ جب تک علت
باقی ہوگی حکم بھی باقی ہوگا۔

۲۔ مجموعہ فتاویٰ مولانا عبدالحی جلد ۳ ص ۳۸۳ میں لکھا ہے۔ صاحب الفصولین نے لکھا ہے
ان الحكم اذا ثبت لعله فما بقي شيء
من احكام العلة لبق الحكم ببقائه انتهى۔

کہ جب کوئی حکم کسی دلیل و علت سے ثابت ہو تو
جب تک وہ علت باقی ہوگی حکم بھی باقی ہے گا۔

صدقات سے نہ تو اسلخ ہونا دور ہو اور نہ قیامت تک وہ سادات کے لیے جائز
ہوں۔ ہماری اس تحقیق کے بعد کسی احتمال کی ضرورت نہیں جیسا کہ صاحب اعلام السنن
نے (۹۵ ص ۵۵) تحریر کیا ہے کہ اگر خمس کی علت تسلیم بھی کر لیں تو اصل تشرعی کی علت
ہوگی نہ کہ بقاء کی جیسا کہ طواف میں رمل اگر کر چلنا کہ قریش مکہ نے کہا تھا کہ ان مسلمانوں
کو مدینہ کے بخارنے کے محذور کر دیا ہے حکم ہوا کہ اگر کر چلو اب باوجودیکہ مکہ میں (ظاہر
کوئی مشرک نہیں مگر پھر بھی اگر کر چلنے کا حکم ہے) خصوصاً جب کہ احادیث حرمت
صدقات بہت سی ہیں اور ان کے خلاف کوئی حدیث موجود نہیں دکر زکوٰۃ و
صدقات سادات کیلئے حلال ہیں) انتہی کلام المرخص۔

قد اتهمو به بعض رواة هو قد
اطال صاحب الميزان الكلام على
ذلك فليس بمالجه لتخصيص تلك
العمومات الصحيحة الخ
علامہ ذہبیؒ کہتے اس حدیث کے راویوں پر
پوری جرح کی ہے۔ تو یہ روایت ان احادیث
صحیحہ عامہ کی تخصیص نہیں کر سکتی کیونکہ یہ روایت
بہت بگڑی ہوئی ہے۔

یہ نقلی و روایتی تحقیق محقق بخلاف بھی اس کی تردید ہوتی ہے۔ کہ جب وہ مال اوساخ
الناکس ہے تو خواہ ہاشمی سے ہو یا غیر ہاشمی سے وہ تو سوخ ہی ہے گا۔ تو کیا وجہ ہے
کہ ہاشمی ہاشمی کی سوخ و میل تو کھائے اور وہ اس کے لیے جائز ہو اور غیر ہاشمی کی سوخ
اس کے لیے حرام ہو فاعتبروا یا اولی الاباب۔

ایک بحث اور بھی کر لینی چاہیے تاکہ یہ باب بھی مکمل ہو جائے وہ بحث یہ
ہے کہ حضرات ازواج مطہرات بھی اہل میں داخل ہیں یا نہیں مسلم جلد ۲ ص ۲۹۷ میں
نیز ابن ارقم سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ ان سے

قال (حمین) لہ اسی لزید بن ارقم
یا زید الیس نساۃ فی اہل بیتہ
قال نساۃ من اہل بیتہ ولکن اہل
بیتہ من حرم علیہ الصدقة الخ
حضرت حمیدؒ نے سوال کیا کہ کیا آپ کی حضرت
ازواج مطہرات اہل بیتہ ہیں؟ انہوں نے فرمایا کہ
ہاں اہل بیتہ تو ہیں لیکن اہل بیتہ راجع کا ہیں
نہ کہہ کر آہوں ہوں میں جن پر قصہ حرام ہیں وہ آہ
علیؑ وغیرہ ہیں الخ۔

اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ صدقات حضرات ازواج مطہرات پر حرام
نہیں لیکن اصولی طور پر یہ قاعدہ ہے کہ جب صاحب قصہ خود کچھ بیان کرے تو اس
کو ترجیح ہوتی ہے۔

کتاب الاعتبار ص ۱۱ للعلامة محمد بن موسى بن عثمان بن حازم (المتوفى ۵۸۴ھ)
میں ہے۔

الوجه الثامن ان یکون احد الراویین صاحب القصة فیرجع حدیثه لان صاحب القصة اعرف بحاله من غیره الخ۔
اب بعض دلائل ملاحظہ فرمائیں۔

۱۔ کتاب الرالان ابی شیبہ مطبوعہ فاروقی دہلی ص ۲۸ میں ہے۔

حدثنا وکیع (ثقة ثبت) عن محمد بن شريك (ثقة من رجال ابی داؤد)۔
تہذیب جلد ۹ ص ۲۲۱ عن ابن الجلیلی (ثقة) عن عبد الله بن عبد الله بن أبي شیبہ (ثقة من رجال الستة نقریب ص ۱۳) ان خالد بن سعید بن العاص بعث الی عائشة ببقرة فردتها وقالت انا ال محمد لئلا ناكل الصدقة۔
امام ابن ابی شیبہ کہتے ہیں کہ ہم سے وکیع نے حدیث بیان کی (جو ثقہ اور ثبت ہے) اور وہ محمد بن شریک سے روایت کرتے ہیں (جو ثقہ ہیں) اور وہ ابن ابی ملیک سے (جو کہ تابعی ہیں اور ثقہ ہیں) روایت کرتے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ خالد بن سعید بن العاص نے ایک گائے (صدوقی) حضرت عائشہؓ کے پاس بھیجی انہوں نے رد کر دی اور فرمایا کہ ہم آل محمد ہیں ہم صدقہ نہیں کرتے۔

۲۔ نیل الاوطار جلد ۶ میں اس روایت کے بارے لکھا ہے

قال المحافظ واسناده الی عائشة حسن وهذا یبدل علی تحریمہما الخ۔
کہ حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ اس روایت کی سند حضرت عائشہؓ تک حسن ہے اور یہ حدیث اہل بیت کے قریب ہے کہ صدقہ حضرت زواج مطہر پر بھی حرام ہے۔

محدث ابن بطالؒ نے اس کے خلاف بھی کہہ ہے مگر اس کے دو سبب ہیں۔ اول تو ممکن ہے کہ ان کو یہ حدیث مذکور نہیں پہنچی دوسرے ممکن ہے کہ ان کو

حضرت زین بن ارقم کی روایت سے یہ دھوکہ ہوا ہوا اسی لیے ہم نے روایت کے بڑی بھی بتلا دیے ہیں اور حافظ الحدیث سے حدیث کا حسن ہونا بھی نقل کر دیا ہے اور کتاب الاعتبار کے حوالہ سے حضرت زین بن ارقم کی روایت پر حضرت عائشہؓ کی روایت کی وجہ تزیج بھی بتلا دی ہے اصل عبارت طحاوی ص ۶۸۶ میں یوں ہے۔

واما الصدقة على اذواجہ ففی شرح
الخاری لابن بطلال ان الفقهاء قد
اتفقوا على ان ازواجہ علیہ السلام لعین
فی المذین حرمت علیہم الصدقات
وقال ابن قدامة (الحنبلی فی المغنی)
روى عن عائشة انها قالت انا آل
محمد لا تخل لنا الصدقة قال
فهذا يدل على تحريمها علیہم الخ
حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حضرات ازواج
مطہرات پر صدقہ کے بارے محدث ابن بطلال نے
شرح بخاری میں لکھا ہے کہ حضرات فقہاء کا اتفاق
ہے کہ آپ کی حضرات ازواج مطہرات ان لوگوں
میں نہیں داخل جن پر صدقات حرام ہیں (لیکن)
امام ابن قدامہ حنبلیؒ اپنی کتاب مغنی میں فرماتے
ہیں کہ حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے
دیکھے رو کرتے وقت کماثر فرمایا کہ ہم آل محمد
ہیں یہاں سے لیے صدقات حلال نہیں، تو یہ حدیث
والسنت کرتی ہے کہ ازواج مطہرات پر بھی صدقات حرام ہیں

سید احمد طحاویؒ بھی کچھ ہی سمجھنا چاہتے ہیں کہ حضرات ازواج مطہرات پر
بھی صدقات حرام ہیں اسی لیے وہ ابن بطلالؒ کے قول کے بعد امام ابن قدامہؒ کی عبارت
نقل کرتے ہیں اور اس پر کوئی گرفت نہیں کرتے کما لا یخفی علی من لا یدع سلیماً
نیز علامہ ابن عابدین شامیؒ منہج النای علی البحر الرائق مصری جلد ۲ ص ۲۴۴ میں فرماتے ہیں۔

وفی المغنی عن عائشة قالت انا
آل محمد لا تخل لنا الصدقة قال
فهذا يدل على تحريمها علیہم الخ
مغنی (ابن قدامہؒ) میں حضرت عائشہؓ سے
روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ ہم آل محمد ہیں
ہمارے لیے صدقات حلال نہیں۔

اس حدیث سے حضرات ازواج مطہرات پر بھی حرمت ثابت ہوتی ہے۔ علماً
احناف کثر اللہ تعالیٰ جماعت کی عبارت سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم
راجع۔ اعلام السنن جلد ۹ ص ۴۴۔

ایک اعتراض اور اس کا جواب

ممکن ہے کہ بعض حضرات کو حدیث مسلم جلد ۲ ص ۴۴۴ و نصب الرایہ جلد ۲ ص ۴۴۴
اور درایہ ص ۱۶ وغیرہ سے اس مضمون سے منقول ہے کہ حضرت ربیعہ بن الحارث اور حضرت
عبد بن عبد المطلب حضور کے پاس آئے کہ ہمیں شادی کی مہم درپیش ہے اور
ہمارے پاس مالی گنجائش نہیں ہمیں صدقات پر عامل مقرر کر دیں تاکہ ہمیں اس ذریعہ سے
کچھ رقم میسر ہو جائے اور ہم اپنا کام چلا سکیں تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ ان الصدقات
لا ینبغی لاول محمد انما ہی اوساخ الناس کہ صدقہ اوساخ الناس ہے آل
محمد کو لائق نہیں پھر فرمایا کہ حضرت عیسیٰ بن جزر (کو بلاؤ جو خمس پر مقرر تھے اور فرمایا۔

اصدق عنہما من الخمس کذا وکذا الا کہ لے عیسیٰ ان کو خمس میں سے اتنا اتنا مال
دے دو کہ وہ (میر وغیرہ) لے سکیں) اور کافی حاصل

یہ شبہ پیدا ہو کہ شاید یہاں خمس ان کو بطور عوض عن الصدقہ دیا گیا تھا۔ اس کا
جواب ہم امام نووی (ج ۱ ص ۴۴۴) و فتح الملہم جلد ۲ ص ۱۰۲ کے الفاظ نقل کرتے ہیں۔

یحتمل ان یرید من سہم ذوی
القربلی من الخمس لانہما من ذوی
القربلی ویحتمل ان یرید
من سہم النبی صلی اللہ
علیہ وسلم من الخمس انتہی۔
ممکن ہے کہ یہ حصہ وہ جو خمس میں سے
نوی القربلی کو دیا جاتا تھا کیونکہ یہ دونوں
بزرگ ذوی القربلی میں سے تھے۔ اور یہ بھی
احتمال ہے کہ وہ حصہ جو آنحضرت صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم کو خمس میں سے ملتا تھا۔

اس میں فقط اتنا ہی مذکور ہے کہ ان کو خمس میں سے کچھ حصہ دیا گیا۔ ہمیں

عوض عن الصدقة کا کوئی تذکرہ نہیں۔

فائدہ :- بعض علماء نے جو یہ فتویٰ دیا ہے (ہم کسی مصلحت سے ان کا نام نہیں لیتے)
قلت واخذ الزکوۃ عندی کہ زکوۃ کا لینا (سادات کے لیے) میرے
اسہل من السؤل فافتی بہ ایضاً انتہی۔ نزدیک آسان ہے سؤل کرنے سے اور میرا یہی فتویٰ ہے

تو انہوں نے اس قاعدہ اذا ابتلیتم ببلائیں فاختروا اھونھما پر عمل کیا ہے لیکن ایک تو یہ جمہور علی کرام اور ائمہ اربعہ و اہل ظاہر و غیرہ کے خلاف ہے
دوسرے اھا دینت صحیح کے خلاف ہے۔ تیسرے یہ قیاس سے مقابلہ میں نص صریح
کے جو غیر مقبول ہے۔ چوتھے سوال گو بعض صورتوں میں ناجائز و غیر اولیٰ ہے مگر
بعض صورتیں جواز کی بھی ہیں اور حرمت صدقات علی انبی ہاتھم بوجہ اوساخ النکس
ہونے کے کسی صورت میں بھی ان کے لیے جائز نہیں اور اس کی علت موبدہ ہے
تو یہ فتویٰ ان کا درست نہ ہو گا و ہوا الحق۔

ایک شبہ اور اس کا حل۔

بعض جاہل لوگ یہ کہہ دیا کرتے ہیں کہ جب خمس بھی نہیں ملتا اور صدقات
واجبہ بھی سادات کے لیے حرام ہو گئے تو وہ غریب کیا کریں۔

اس کا جواب یہ ہے کہ کیا سادات حرام کھانے پر ہی راضی ہیں حضور صلی
اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تو فرماتے ہیں۔ لا یخجل لمحمد ولا لآل محمد کہ صدقات
نہ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے حلال ہیں اور نہ آل محمد کے لیے۔ تو اس اعتراض
کا جملہ تو یہ ہوا کہ حضور تو یہ فرمائیں کہ صدقات میری اہل پر حرام ہیں اور اہل اور ان
کے بعد رد وکیل یہ کہیں کہ حلال ہیں۔ حضور تو منع فرمائیں اور یہ کہیں کہ ہم تو نہیں
رکنے حضور تو فرمائیں کہ یہ لوگوں کی میل و کجیل ہے اور اہل اور ان کے وکیل کہیں کہ حلال
اور طیب ہے حضور تو فرمائیں کہ بوجہ شرافت و کرامت کے میری اہل پر صدقات حرام

میں مگر اہل اور ان کے وکیل کہیں کہ جس شرافت کی وجہ سے ہمارا رزق بند ہو وہ شرافت
وکر امت ہی درکار نہیں۔

حضور تو فرمائیں کہ میں اپنی اہل کو تمام امت پر فضیلت دیتا ہوں مگر وہ کہیں
کہ ہم تو ضرور مخالف ایدی الناس (لوگوں کے ہاتھوں کی میل کچیل) ہی کھائیں گے۔
سبحان اللہ تعالیٰ وکرمہ۔ کیا اس ضد کا بھی دنیا میں کوئی علاج ہے؟

حضرت شیخ سعدیؒ کیا ہی خوب فرماتے ہیں یہ
چوں دزدانِ خانہ بدخیز کجا مانند نگہبانی چوں کفرانِ کعبہ بدخیز و کجا ماندِ مسلمانی
ہماری حضرات سادہ اس کے دو ہی اپیلیں ہیں جو بھی آسان نظر آئے قبول کر لیں ملے
من نہ گویم کہ ایں ممکن آن کن مصلحت بین و کار آسان کن

۱۔ یا تو سید ہونے کا دعویٰ ہی نہ کریں کیونکہ عجم میں نسب غلط ہونے کی وجہ سے
صحیح نسب اکثر قوموں کی باقی ہی نہیں رہی۔ الا اشار اللہ تعالیٰ۔ یوں سمجھیں کہ جو سید
ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں ان میں دس فیصد ہی مشکل اصلی و صحیح سید نکلیں گے۔ باقی
سب ہم پانچ سو دہلی سے آئے ہیں کامصدق ہیں۔ ہم آپسے پوچھتے ہیں کہ
کوئی شخص کتنا ہے میں عباسی ہوں کوئی دعویٰ کہتا ہے کہ میں صدیقی ہوں کوئی
کہتا ہے کہ میں فاروقی ہوں کوئی کہتا ہے کہ میں عثمانی ہوں کوئی کہتا ہے کہ میں علوی
ہوں۔ کیوں صاحب ابوالہی کے بیٹے حضرت عقبہؒ اور حضرت معتبؒ صحابی نہ تھے
ابو جہل کے بیٹے حضرت عکرمہؒ صحابی نہ تھے اور کیا یزیدؒ کی اولاد دنیا سے بالکل نیست و
نابود ہو گئی ہے یا اس کی اولاد میں سے کوئی بھی مسلمان باقی نہیں رہا کیا آپسے کوئی
ابولہبی ابو جہلی یا ابولہبی یا یزیدی بھی دیکھا یا سنا ہے میں نے تقریباً تیس سال کی عمر میں کوئی
دعویٰ نہ سنا جو کہ میں ابو جہلی یا ابولہبی یا یزیدی ہوں کیا یہ سب چیزیں تصنع پر دال نہیں میری اس
تحریر سے کوئی صاحب غلط نہ سمجھیں کہ شاید میں ان حضرات سے دشمنی کرتا ہوں اور

ان کے وجود کا قائل نہیں ہوں میں ان بزرگوں کا دلی معتقد ہوں اور ان میں سے
 باایمان باعمل واصحاب علم حضرات کا جو تا اٹھنا بھی اپنے لیے فخر سمجھتا ہوں اور اس
 سے بیس فیصدی ان کے وجود کا بھی قائل ہوں مگر نہ اتنی مقدار میں کہ سو فیصدی ہی
 تسلیم کروں اللہم اجمعہم الیٰ برحمتک آمین ثم آمین۔

۲۔ دوسری اپیل یہ ہے کہ اگر ضرور اس پر اصرار کرتے ہیں کہ ہم سید ہیں تو کم از کم
 آقائے نامدار حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اتباع کریں اور آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ
 علیہ وسلم جس چیز کو آپ کے لیے حرام فرماتے ہیں اسے حرام سمجھیں اور جائز طرق سے کھا کر لیں۔
 اللہم ارزقنا اتباع نبینا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سرّاً وعلانیۃ۔
 آمین ثم آمین ویرحمہ اللہ عید اقال آمینا۔

حالتہ

ہم نے وعدہ کیا تھا کہ بعض مزید ضروری باتیں بتلائیں گے زکوٰۃ کے بعض اہم مسائل اور اس کی فرضیت کا وقت تو ہم مقدمہ میں پیش کر آئے ہیں اب یہاں کچھ اور ضروری مسائل سن لیں۔

صدقۃ الفطر :- کا حکم ۲۷ھ میں جب کہ رمضان کے روزے فرض ہوئے نازل ہوا، اور یہ مسلمان پر واجب ہے بالغ ہو یا نابالغ مرد ہو یا عورت عید کی نماز سے پہلے جب کہ مقروض نہ ہو اور حاجاتِ اصلیہ سے فارغ ہو ساڑھے باون تولہ چاندی یا ساڑھے سات تولہ سونا یا ان میں سے کسی کے اندازے کا کوئی سامان ہو تجارت کا ہو یا غیر تجارت کا۔

فائدہ :- زکوٰۃ میں سونے چاندی اور نقد کے علاوہ فقط تجارت کا مال شرط ہے مگر قبائلی اور صدقہ فطر میں جو بھی مال حاجتِ اصلیہ سے فارغ ہو اور نصاب تک پہنچ جائے اس پر فطرانہ لازم ہے۔

پونے دو سیر گندم یا اس کی قیمت ایک فقیر کو یا کسی فقیر کو ایک آدمی کا صدقہ یا کسی آدمیوں کا صدقہ دے۔ عید کی صبح سے پہلے رمضان میں بھی دینا جائز ہے باقی مسائل یا علماء سے پوچھیں یا کتب فقہ میں دیکھ لیں۔

عشر :- زمین کی پیداوار اگر بارانی ہے تو تمام پیداوار کا خرچہ زمین نکلانے سے پہلے دسواں حصہ اور اگر گرنیز وغیرہ کے ذریعہ سے آبپاشی ہو تو بیسواں حصہ حضرت اہم ابو حنیفہؒ

کے نزدیک بھری وغیرہ پر بھی عشر ہے۔ خود رو لکھی اور گھاس وغیرہ مستثنیٰ ہیں۔ باقی مسائل کتب فقہ میں دیکھ لیں یا پوچھ لیں۔

قسم کا کفارہ :- ایک غلام آزاد کرنا یا دس مسکینوں کو کپڑے دینا جس سے اکثر بدن ڈھانپ جائے یا دس سینوں کو روٹی کھلانا۔ اگر ان اشیا پر قدرت نہ ہو تو پھر تین لکھ تار پونے رکھنا۔

کفارہ ظہار :- کے معنی دہائی منکوحہ بیوی کو ماں بہن وغیرہ محرمات، ابدیہ سے تشبیہ دینا۔ حکم غلام آزاد کرنا۔ یا ساٹھ مسکینوں کو دو وقت روٹی کھلانا یا دو مہینے مسلسل روزے رکھنا۔ عمدًا روزہ و صائم کھانے کا کفارہ بھی یہی ہے جو کفارہ ظہار کا ہے۔

باقی مسائل کتب فقہ میں بالتفصیل موجود ہیں۔ ملاحظہ فرمائیں یا کسی مجتہد عالم ربانی سے پوچھ لیں۔

نذر :- ومنت کے ایک ہی معنی ہیں مثلاً بعض صورتیں اس کی یہ ہیں اے اللہ اگر میرا غلام لڑکھائی تو میں اتنے روزے رکھوں گا یا نماز پڑھوں گا وغیرہ۔ یا مجھے یا میرے کسی عزیز کو شفاء پہونے تو اتنا صدقہ کروں گا۔ یا میرا بھائی اور بیٹا بسلامت گھر آگیا تو اتنی رقم تیرے نام پر دوں گا۔ جب یہ کام ہو جائے تو اس کو وہ چیزیں کرنی ضروری ہوتی گی۔ اور اس پر وہ واجب ہوں گی۔

مگر یہ یاد رہے کہ صدقہ فطر :- عشر کفارہ یمین و قتل خطا و ظہار و ایلاہ و نذر و کفارہ رمضان وغیرہ ان سب کے مصروف وہی ہیں جو زکوٰۃ کے مصروف ہیں کا ذرا غنی آمد

سے دس مسکینوں کو روٹی کھلانا دو وقت پیٹ بھر کر کھائے فقط صبح یا فقط شام کو کھلانا صحیح نہ ہوگا اور احتیاط یہی ہے کہ وہی مسکین رات کو بھی کھائیں جنہوں نے صبح روٹی کھائی تھی۔ راجع عینی برہان جلد ۲ ص ۳۹۵ اور اگر کپانا جیسے تو مسکین کو اتنی مقدار کا دے جو صدقہ فطر میں ایک پر واجب ہو تا ہے یعنی پیرے دیر گندم ایک مسکین کو دے دینا درست نہیں۔ راجع برہان اولیں ص ۲۹ وغیرہ کتب الفقہ و افتاویٰ۔

وغیرہ جن پر زکوٰۃ جائز نہیں وہ یہ نہیں لے سکتے۔ کما تر مفصلاً۔
 باقی قربانی کا گوشت نفل صدقات وغیرت مسلم و کافر قری و غیر قری مائتمی و
 غیر مائتمی سب کے لیے جائز ہیں۔

فائدہ۔ مجموعہ فتاویٰ مولانا عبدالحی جلد ۲ ص ۳۲ میں ہے۔

تصدق پھر انھیں اوقیل تطوعات است قربانی کی کمال کا صدقہ کرنا نفل صدقات
 و صدقہ تطوع محکوم علیہ بجز مت صرف آں میں سے ہے اور نفل صدقات مائتم وغیرہ پر
 برہنی مائتم وغیرہ نیست الخ حرام نہیں ہیں۔

لیکن یہ بات ملحوظ خاطر ہے کہ قربانی کا چمڑا چمڑے کی شکل میں نفل صدقہ ہے اس
 کو فروخت کر کے اس کی رقم کا صدقہ کرنا ضروری ہے (شرح التئور ص ۳۲۱)

فائدہ۔ یہاں لکھنے کی زیادہ ضرورت تو نہ تھی کیونکہ ہمارا خیال ہے اس پر مستقل
 رسالہ لکھنے کا حکم چونکہ یہ تہیدہ کا مسئلہ ہے اس میں زیادہ تاخیر نہ کرنا سب نہیں معلوم ہوتی۔
 البحر الرائق مصری جلد ۲ ص ۲۹ اور شامی جلد ۲ ص ۵۱ اور فتاویٰ عالمگیری وغیرہ میں یہ مندرجہ
 ذیل عبارت موجود ہے کہ نذر غیر اللہ دکانا ماکان لمن کان فافہم حرام ہے۔

واما النذر الذی ینذرہ اکثر وہ نذر جس کو عوام الناس مانا کرتے ہیں جیسا کہ
 العوام علی ماہو مشاہد کان بطور مشاہدہ دیکھا جاتا ہے کہ اگر کسی کا کوئی آدمی
 یکون للانسان غائب او مریض غائب ہو۔ یا مریض ہو یا کوئی اور ضروری حاجت
 اولہ حاجۃ ضروریۃ فیاتی الی ہو تو وہ بعض حضرات اولیاء اللہ کی قبور پر جا کر
 بعض مزارات الصالحاء فیجعل اپنے سر پر پردہ ڈال کر کہتے ہیں۔ اے میرے
 ستر علی رأسہ ویقول یا سیدی ستر دو مولیٰ فلاں بن فلاں اگر میرا غائب آگیا

لہ فتاویٰ عالمگیری ص ۳۲ میں ہے کہ قربانی کا گوشت ذمی (یعنی غیر مسلم کو اسلامی حکومت میں رہتا ہو) دینا جائز ہے ۱۲۔

فلان بن فلان ان رد غائبی او
 عوفی سررضی او قضیت حاجتی
 فلك من الذهب كذا ومن الفضة
 كذا ومن الطعام كذا ومن النعم
 كذا ومن الزيت كذا فهذا
 النذر باطل بالاجماع لوجوه منها
 انه نذر للمخلوق والنذر للمخلوق
 لا يجوز لانه عبادة والعبادة للمخلوق
 لا يجوز ومنها ان المنذور له ميت
 والميت لا يملك - ومنها ظن ان الميت
 يتصرف في الامور دون الله تعالى
 واعتقاده بذلك كفر انتہی .

یا شفا علی میرے رضی کو یا پوری ہوگی میری
 حاجت تو تجھے اتنا سنا یا اتنی چاندی اور اتنا طعم
 دیکھتے یا کچا اور اتنی موم بیاں اور اتنا تیل دھوا
 جلانے کے لیے دو رنگ توریہ نذر بالا جماع باطل ہے
 چند وجوہ سے ایک تو اس لیے کہ یہ نذر ہے
 مخلوق کے لیے اور نذر مخلوق کے لیے جائز نہیں
 کیونکہ نذر عبادت اور عبادت مخلوق کی نہیں
 جائز دیکھئے اس لیے کہ جس کے لیے نذر دی
 جاتی ہے وہ میت ہے اور وہ اس کو قبض
 کر کے اکی مالک نہیں ہو سکتی۔ تیسرے اس لیے کہ
 اس پر گمان بھی ہو تا ہے کہ میت محالاً میں تصرف
 کرتی ہے حالانکہ اس کا یہ اعتقاد کراۓ قطعاً کفر ہے

یہ اس صورت میں ہے جب کہ قبر کے پاس جا کر کے اور جب دُور سے
 پکار کر کہے تو اس کے متعلق مجموعہ فتاویٰ مولانا عبدالحی عجلہ امس ۳۵ وغیرہ میں فتاویٰ برازیہ
 کر درمی الخفی (المثنوی ۸۲۷) سے نقل کرتے ہیں۔

من قال ادع المشیخ حاضرة
 تعلم یکفر الخ

جو اسکے کہ بزرگوں کی ارواح حاضر ہیں اور
 ہمارے احوال اقوال کو جانتی ہیں تو وہ شخص کافر ہے

ہم اس رسالہ میں اس سکر پر نہ زیادہ بحث کرتے ہیں نہ زیادہ حاشیہ آرائی
 کی ضرورت ہے۔ ہم نے نذر کا معنی کرتے ہوئے یہ بحث ضمناً آپ کے سامنے پیش
 کی ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ کو منظور ہو تو ہم اس پر ایک مستقل رسالہ تصنیف
 کریں گے انشاء اللہ العزیز۔

حضرت امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ

حضرت امام ابو حنیفہؒ

حضرت امام ابو حنیفہؒ (المولود ۸۰ھ) کے تابعی ہونے میں یہ جملہ حضرات ائمہ حدیث مثلاً علامہ خطیبؒ بغدادی الشافعیؒ (المتوفی ۳۲۰ھ)۔ علامہ نووی الشافعیؒ (المتوفی ۶۷۶ھ)۔ علامہ شمس الدین زمہبی الشافعیؒ (المتوفی ۷۴۴ھ) حافظ ابن حجر عسقلانی الشافعیؒ (المتوفی ۸۵۲ھ)۔ علامہ شمس الدین سخاوی الشافعیؒ (المتوفی ۹۰۲ھ) امام زین الدین عراقیؒ استاد حافظ ابن حجر عسقلانیؒ علامہ البیہقیؒ حنفی ابو عبد اللہؒ بن محمد منصور المروزیؒ (المتوفی ۵۶۲ھ) (راجع سیرۃ النعمان جلد ۱) و امام دارقطنی الشافعیؒ (المتوفی ۳۸۵ھ) راجع تذکرۃ الموضوعات ص ۱۱ اور امام ابن عدیؒ راجع قانون الموضوعات ص ۲۲ اور امام محمد بن سعدؒ کاتب واقدیؒ (المتوفی ۲۳۳ھ) متفق ہیں یہ حضرات فرماتے ہیں کہ امام ابو حنیفہؒ نے حضرت انسؓ کو دیکھا ہے حضرت انسؓ کی وفات ۹۳ یا ۹۴ھ کو بصرہ میں ہوئی۔ اس میں ان حضرات کا اتفاق ہے باقی تین حضرات صحابہؓ حضرت عبداللہ بن ابی اوفی مات بالکوفہ ۸۲ھ اور حضرت سہل بن سعد الساعدی مات بالمدينة ۹۱ھ اور حضرت ابو الطفیل عامر بن واثلہ مات بکلبہ ۱۰۲ھ اور حضرت عامر بن واثلہ کی بالاتفاق سب حضرات صحابہؓ میں آخر کو وفات ہوئی راجع تذکرۃ الموضوعات ص ۱۱ میں اختلاف ہے مگر تحقیق یہی ہے کہ حضرت عامر بن واثلہ کو بھی دیکھا ہے (روہو الحق) ولکن اس فیما یستحق من هذا ذهب۔ حضرت ملا علی الفاریؒ فرماتے ہیں کہ حضرات محدثین کرامؒ میں جہور اس کے قائل ہیں کہ محض کسی صحابی کی ملاقات سے آدمی تابعی ہو جاتا ہے اور اس کے ساتھ کچھ سیرت

تک رہتا اور روایت نقل کرنا تابعی ہونے کے لیے شرط نہیں (ذیل الجواب ج ۲ ص ۵۳) اور امام ابو الفرج محمد بن اسحاق بن ندیم (المتوفی ۳۸۵ھ) فرماتے ہیں وکان من التابعین لقی عدة من الصحابة (الفهرست لابن ندیم ص ۲۹) یعنی امام ابو حنیفہ تابعین میں سے تھے متعدد حضرات صحابہ کرام سے ان کی ملاقات ہوئی ہے غرضیکہ امام ابو حنیفہ روایت تابعی ہیں۔
امام صاحب کافن حدیث میں درجہ

علامہ ذہبیؒ نے ایک کتاب لکھی ہے (جس کا نام تذکرۃ الحفاظ رکھا ہے) جس میں وہی لوگ درج کئے ہیں جو حفاظ الحدیث کہلاتے ہیں اور تعریف انہیں کی کی ہے۔ بعض وہ لوگ بھی ضعیف پیش کیے ہیں جن پر جرح بھی کی ہے مگر تعریف انہی کی بیان کی ہے جو ان کے نزدیک حفاظ الحدیث ہیں (علامہ ذہبی وہ بزرگ ہیں جن کو حافظ ابن حجر عسقلانی الشافعیؒ نے سجنۃ الفکر ص ۱۱۰ میں اور مولانا عبد الرحمن صاحب مبارکپوریؒ غیر مقلد نے ابکار ملین ص ۱۶۰ میں لکھا ہے۔ قال الذہبی وهو من اهل الاستقراء التام فی نقد الرجال الذہبی نے کہا جو کہ مرتب رجال میں بڑی مہارت رکھتے ہیں۔ چنانچہ علامہ موصوفؒ تذکرۃ الحفاظ ج ۱ ص ۱۵۹ میں لکھتے ہیں ابو حنیفہ امام تھے پر ہیز کار تھے کان اہما و دینا عالماء عاملہ متعبدا کبیر الثمان الذہبی عالم تھے عامل تھے عبادت گذار تھے بہت بڑی شان کے مالک تھے۔ حافظ ابن عبد البر کتاب الاستیعاد جلد ۲ ص ۱۵۰ میں لکھتے ہیں کہ امام و کبیر بن الجراح (المتوفی ۱۹۶ھ) نے حضرت امام ابو حنیفہؒ سے بہت حدیثیں اصل الفاظوں میں وقد سمع منه حدیثا کثیرا الذہبی علم کلام میں امام کا درجہ خطیب تاریخ جلد ۱۳ ص ۱۹۱ میں لکھتے ہیں۔ الناس عیال علی ابی حنیفہ فی الکلام الذہبی لوگ امام ابو حنیفہؒ کی عیال میں علم کلام (عقائد) میں۔ فقہ میں درجہ علامہ تاج الدین سبکیؒ المتوفی ۷۵۶ھ نے طبقات جلد ۲ ص ۱۴۴ میں لکھا ہے۔ وفقہ ابی حنیفہ فقہ واقعی الخ کہ امام ابو حنیفہؒ کی فقہ بہت مشکل فقہ ہے اسی لیے لوگ بھی اسی فقہ کے زیادہ

منکر ہیں) جن بعض لوگوں نے تعصب کی بنا پر امام صاحب پر اعتراض کئے ہیں اور جن وجوہ سے اعتراض کئے ہیں وہ جمہور علماء کے نزدیک غیر مقبول ہیں (راجع خطبۃ القدس ص ۲۵۸ لتواب صدیق حسن خان)۔ و کتاب القراءۃ ص ۲۹ للبیہقی و جزر القراءۃ ص ۲۳ للامام البخاری و تہذیب التہذیب جلد ۹ ص ۴۱ و میزان الاعتدال جلد ۱ ص ۵۲ و جلد ۲ ص ۲۵۶ و غیرت الحاکم ص ۴۷ و کتاب الانتقاء ص ۱۲ و تعلیق المحسن جلد ۱ ص ۲۹ و غیرہا من الکتب و المتفصیل لا یسلحہ هذا المقام) کتاب المناقب جلد ۲ ص ۲۲ لحافظ کورنیٰ اور کتاب المقاتل ص ۲ و انتقار ص ۱ میں لکھا ہے کہ عباسی خلیفہ ابو جعفر منصور نے امام صاحب کو قید خانہ میں زہر دیا (اس لیے قید کیا تھا کہ انہوں نے قاضی القضاۃ بننے سے انکار کیا تھا کہ ظالم بادشاہ ہیں اور جائز و ناجائز فتوے دینے پڑتے ہیں)۔ اور ۵۸ھ میں ان کی وفات ہوئی رحمہ اللہ تعالیٰ۔ حضرت امام ابو حنیفہؒ کی ذات گرامی پر طعن کرنے والوں نے کوئی کسر نہیں چھوڑی مگر طعن سے کون بچ سکتا ہے؟ ہم دو غائبین پیش کر دیتے ہیں۔ ۱۔ جزء القراءۃ امام بخاری ص ۲۳ میں ہے۔

ولم یخ کثیر من الناس فی	بعض لوگ بعض کے عیب بیان کرتے ہیں
کلام بعض الناس فیہم	اس سے کم ہی کوئی بچا ہوگا لیکن اہل علم ایسے
الی ان قال ولم یلتفت اهل	کلام کی پروا نہیں کیا کرتے مگر دلائل اور براہین کے
العلم فی هذا النحو الذی بیان و	ساتھ اور اس قسم کا کلام جس کے بارے میں
حجة ولم یسقط عد التهم	کیا جائے تو اس کی عدالت میں فصل افزائیں ہوکتا
الذی بہان ثابت وجہ و الکلام	مگر جب اس پر برہان و دلیل پیش کیا جائے
فی هذا کثیر انتی۔	اس قسم کے واقعات بے شمار ہیں۔

۲۔ علامہ ذہبیؒ میزان الاعتدال جلد ۱ ص ۵۲ میں لکھتے ہیں۔

قلت کلام الذہران لبعضہم فی بعض ہم غیر جملہ بعض کے متعلق کلام کہتے ہیں

بعض لم یجانبہ فی سبھا اذا لوح لك
انه لعداوة اولمذهب اولمحدد
ما یخومنه الا من عصمه الله وما
علمت ان عصرا من الوعصار سلم
اهله من ذلك سوى المنسب
والصدیقین ولموشنت لسوت
من كرام لیس الخ۔

تو وہ قابل التفات نہیں ہوتا خصوصاً جب کہ کسی
دشمن یا مذہبی تعصب اور عدالت کی بنا پر ہوا اس سے
وہی کچھ سکھ ہے جس کو خدا تعالیٰ پہلے۔ مجھے کوئی
زمانہ ایسا نہیں معلوم کہ جس میں بعض کا بعض میں
کلام نہ ہوا ہو بغیر حضرات انبیاء علیہم السلام
والسلام (قلت علی الغیر) اور صدیقین کے اگر میں ان کی
چغیر کلام ہوا) فرست بیان کران تو دفتر کے دفتر دیکھ

حضرت امام مالکؒ

امام ابن عبد البرؒ نے کتاب الاستقار فی مرجع الثلاثة الائمة الفقہاء ص ۳۳۷ میں
اور ام الباقی ص ۲۵۶ (المتوفی ۳۵۶ھ صاحب الاغانی) نے کتاب المقاتل ص ۱۰۲
میں اور قاضی شمس الدین احمد بن خلد کان (المتوفی ۸۰۸ھ) نے وفیات الاعیان جلد ۱ ص ۴۱۹
میں لکھا ہے کہ جب حضرت بن سلیمان (خلیفہ منصور کا چچا) مدینہ کا گورنر بنا تو امام مالکؒ
والمولود سقہم) کا فتویٰ اس کے سامنے پیش ہوا۔ وہ یہ فتویٰ تھا کہ جس سے
جبراً طلاق لی جائے تو وہ طلاق نہیں ہوتی یہ امام مالکؒ کا مذہب ہے احناف کے نزدیک
واقع ہو جاتی ہے (راجع کتاب الفقہ) تو امام مالکؒ کو سن گا کر کے کوروں سے مارا گیا اور
مشکلیں بازھیں گئیں یہاں تک کہ ان کا بازو اکھڑ گیا۔ مگر امام مالکؒ یہی کہتے رہے۔
من عرفنی فقد عرفنی ومن لم یعرفنی فانا مالک بن انس اقول طلاق
المکبرہ لیس بشئی۔ جو مجھے پہچانتا ہے وہ تو خود پہچانتا ہی ہے جو نہیں پہچانتا
میں بتلا دیتا ہوں کہ میں مالکؒ بن انسؒ ہوں میں کہتا ہوں کہ مکبرہ کی طلاق منہیں واقع
ہوتی۔ فتویٰ تو دوسرے حضرات ائمہؒ نے بھی دیا تھا مگر ان کے ساتھ یہ حرکت کیوں
نہ ہوئی وجہ یہ تھی کہ خلیفہ نے لوگوں سے جبراً بیعت لی تھی خلیفہ کو خطرہ محسوس ہوا کہ

جب لوگوں کے سامنے یہ مسئلہ پیش ہوا کہ جبراً طلاق نہیں ہوتی تو وہ خود بخود سمجھ لیں گے کہ جبراً بیعت بھی نہیں ہوتی اور یہ حکومت پر ضرب تھی لہذا حضرت اہم مالک کو یہ سزا دی گئی۔ فاحفظ، و مات مالک ۱۹۹ھ رحمہ اللہ تعالیٰ۔

حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ

حضرت امام محمد بن ادریس الشافعی المولود ۱۵۰ھ بہت بڑے امام ہیں جو علم حدیث علم تفسیر نحو و لغت و فقہ وغیرہ میں کمال امام ہیں اور وہ ثقہ فقیہ امام عابد عادل عابد ہیں ہزاروں حضرات ان سے علم حدیث میں استفادہ کرتے عالم اور زاہد تھے کے ساتھ ساتھ مجاہد بھی تھے حتیٰ کے بیان کرنے میں کسی دیرتہ لائم کی پروا نہ کرتے تھے۔ تاریخ میں موجود ہے کہ حضرت امام شافعیؒ کو بعض نفس پرستوں نے اصغر من ابلیس کا خطاب دیا بعض اہل عراق و مصر نے ان پر ایسی تہمتیں لگائیں کہ ان کی وجہ سے یمن سے دارالسلام تک ہجرتی اور بے عزتی سے قید کر کے بھیجے گئے کہ ہزاروں آدمی ملامت کرتے تھے اور حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ ان کے حلقہ میں سر جھکائے ہوئے تھے۔ (راجع سیف بمانی ص ۵۸) مگر یا یہ غیر خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنت یوں بھی ادا کی کہ مجاہد بھی بنے علم بھی نمازی بھی اور غازی بھی ان کے فضائل بہت بے شمار ہیں المتوفی ۲۰۴ھ رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ الی الیوم القیمۃ آمین)

حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ

حضرت امام احمد بن حنبل المولود ۱۶۲ھ انہوں نے جب قرآن کریم کے بغیر مخلوق ہونے کا فتویٰ دیا تو مسلسل اکیس برس تک یکے بعد دیگرے مامول۔ رشید مقتصر واثق نے امتحان لیا مگر امام احمدؒ ایک مضبوط چٹان تھے جو ٹٹس سے مس نہ ہوئے حالانکہ بڑے امام حدیث مثلاً علی بن مدینی و شیخ بخاری وغیرہ نے خلق قرآن کریم کے بارے میں مجبوراً اثبات میں حجاب دیا۔ (راجع تاریخ خطیب جلد ۱ ص ۲۱ تا ۲۴)۔

محدث ابن جوزی جنبلؒ (المتوفی ۵۹۷ھ) مناقب احمدؒ ص ۲۲۳ تا ص ۳۳۸ میں لکھتے ہیں کہ محدث ابو زرعہ رازیؒ فرماتے ہیں کہ میں لوگوں سے سنتا رہا کہ امام احمد بن حنبلؒ کو امام بیہقیؒ ابن معینؒ ابو خثیمہؒ اور دوسرے مشہور بزرگوں پر ترجیح دیتے ہیں مگر ان کی اتنی شہرت نہ تھی جتنی کہ ان کے امتحان کے بعد ہوئی۔ مولانا محمد علی مرحومؒ کیا ہی خوب فرماتے ہیں۔

عشق مجنوں کے لیے ناقہ لیلیٰ کے سوا

شرط یہ بھی ہے کہ داؤدؑی پر خسار بھی ہو

حضرت امام ابن جنبلؒ کی وفات ۲۴۱ھ میں ہوئی فرحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ کثیرہ

ضمیمہ تشیع کا اجمالی نقشہ

چونکہ اس کتاب میں شیعہ کا بھی ذکر ہے اور عامۃ المسلمین شیعہ کے عقائد و افعال سے واقف نہیں ہیں اس لیے افادہ کے لیے تھوڑی سی بحث اس کی بھی یہاں کی جاتی ہے مذہب کی صداقت کی نشانی

مذہب کی صداقت اور روحانیت مذہب کے بانی اور اصول مذہب کی صحت و حقانیت اور خلوص اور للہیت پر مبنی ہوتی ہے اگر مذہب کا پیش کرنے والا صادق و مصدوق اور اخلاقی گیر کٹر میں اتنے بند پایہ کا ہو کہ دنیا اس کے مقابلہ و برابری سے عاجز ہو جائے۔ اور اصول مذہب وہ ہوں کہ جس کو بھی عقل سلیم چاہل ہو تو اس کو ایک اصل پر بھی جائے انگشت نہاد و نہ سٹے تو وہ مذہب مقبول و قابل اخذ ہوگا۔ اور اگر مذہب کے بانی ایسے ہوں جیسے رافضی کو سٹے ہیں اور اصول وہ ہوں جو ان کو میسر ہوئے ہیں تو وہ کسی بھی صاحب عقل و عظیم الطبع کے نزدیک بھی قابل اخذ نہیں بانی کون ہے اور اصول مذہب کیا ہیں ہم اجمالی مگر کار آمد اور ستم (عقل و نقل) چند حوالے پیش کرتے ہیں غور سے نہیں۔

اس مذہب کا بانی ایک یہودی تھا

عبداللہ بن وہب بن سبا اس کا نام تھا قالہ المقرئ فی الخلط والاشار المرونی
۸۴ھ شیعہ کی مشہور کتاب رجال کشی و جس پر ان کے اسماء الرجال کی دار و مدار

(ہے) ص ۱ میں ہے۔

ذكر بعض اهل العلم ان عبد الله
بن سبا كان يهوديا فاسلموا
والى عليا عليه السلام وكان
يقول هو علي يهود يثقف في يوشع
بن نون وصي موسى بالعلوم
فقال في اسلامه بعد وفاته
رسول الله صلى الله عليه وسلم
في علي عليه السلام مثل ذلك
وكان اول من اشهر القول بغرض
امامة علي واطهر البراة من
اعدائه وكاشف مخالفيه و
اكنهم فمن ههنا قال من خالف
الشيعه ان اصل التشيع مأخوذ
من اليهودية انتهى.

بعض اہل علم نے بیان کیا ہے کہ عبد اللہ بن
سبا پہلے یہودی تھا پھر اسلام لایا اور حضرت علیؑ
سے محبت کا دعویٰ کیا اور وہ اپنے زمانہ یہودیت
میں حضرت یوشع بن نونؑ وصی حضرت موسیٰ علیہما
السلام کے بارے میں بھی بہت غلو (زیادتی) کرتا تھا
اور اس نے اسلام میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی
وفات کے بعد حضرت علیؑ کی امامت کو فرض کیا
ہے اور جو اس کے گمان میں حضرت علیؑ کے مخالف
تھے اس نے ان پر تبرک کیا۔ اور مخالفوں کو کشتار
نظم کرتا رہا۔ اور کافر بناتا گیا۔ پس اسی وجہ سے
جو لوگ مذہب شیعہ کے خلاف ہیں کہتے
ابن کر تشریح کی بنیاد یہودیت پر ہے۔

میاں گو مذہب شیعہ کا یہودیت سے ماخوذ ہونا مخالفین کا قول قرار دیا گیا ہے
مگر ابن سبا کا بانی مذہب ہونا اور امامت حضرت علیؑ کا ضروری قرار دینا اور مخالفین
پر تبرک کرنا اور ان کو کافر و مرتد قرار دینا (جو شیعہ مذہب کی سنگ بنیاد ہے) اور ان سب
اشیاء کو عبد اللہ بن سبا کی طرف منسوب کرنا جیسا کہ عبارت محظوظہ سے ظاہر ہے تسلیم
کیا گیا ہے جو اس پر شاہد عدل ہے کہ یہی عبد اللہ بن سبا بنیانی مذہب شیعہ کا امیک
رکن ہے اس کو وہ مخالفین کی طرف منسوب کر کے جان بچانا چاہتے تھے مگر خود چھپنس گئے۔

الجبھابے پاؤں یار کا زلف لڑیں۔ لو خود ہی اپنے دام میں صیاد آگیا
 ہم اس پر اس مختصر رسالہ میں اس سے زیادہ کچھ نہیں لکھنا چاہتے بس یہی بتلانا
 چاہتے ہیں کہ مذہب شیعوہ کے بانیوں میں سے ایک یہ عبداللہ بن سبا (درپردہ ہیودی) تھا
 اور ظاہراً اسلام قبول کر کے دین اسلام کی تخریب کی جو نذر و منت اس نے مانی تھی ایک
 حد تک اس میں وہ کامیاب ہو گیا اور اسی ابن سبا کے تعلیمی اصول پر دین واحد میں تقریباً
 انہی فرقے نمودار ہوئے۔ غلاطہ، کیسانہ، زید یہ، تفسیلیہ، امامیہ، معتزلہ، جہمیہ، کرامیہ، وغیرہ
 تمام اسی تالاب کی چھوٹی بڑی نالیاں ہیں (راجع کتاب الخطوط والاثر المقترب فی تاریخ طبری
 المتوفی ۳۱۰ھ) والملل والملحل للعلامة عبد الکريم شيرازي (المتوفی ۸۴۸ھ) ذکر فرقہ سانیہ
 والتفصیل لالیعوضا المقام۔

حضرات صحابہ کرام سے عداوت

ہم مختصر سی مہید پیش کرتے ہیں تاکہ مطلب سمجھ لینا آسان ہو جائے۔
 ۱۔ جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہجرت کر کے مدینہ طیبہ جاتے تھے تو قریش
 مکہ نے اعلان کیا کہ جو شخص حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر کو قتل یا گرفتار
 کر کے لائے گا تو اس کو سواونٹ بطور انعام دیے جائیں گے حضرت سہرہ بن مالک
 دہن ششم بن عمرو بن تیم بن مد بن الح بن عبد منافہ بن علی بن کنانہ مدحی کنانی المتوفی ۲۳ھ نے
 جب کہ مسلمان نہ ہوئے تھے ان بزرگ شخصیتوں کا تعاقب کیا اور حضور صلی اللہ تعالیٰ
 علیہ وسلم اور حضرت صدیق اکبر کو جب دیکھا تو ارادہ بد (قتل کا) مضبوط کر لیا اور قتل کرنا
 چاہا مگر متعجب و بار اس کا گھوڑا زمین میں دھنس گیا اور کامیاب نہ ہوا یہ فیصل واقع صحیح بخاری
 جلد ۵ ص ۵۵۲ میں مذکور ہے۔ ہمارا مقصد تاریخ کے اس ٹکڑے سے ہے جس کی حفاظت
 المغرب لیسع بن عبد اللہ المعروف بابن عبد البر المالکی (المتوفی ۴۶۳ھ) نے کتاب
 الاستیعاب مطبوعہ مصر جلد ۲ ص ۵۸۱ میں اور حافظ عز الدین علی بن محمد بن اثیر (المتوفی ۷۰۲ھ)

نے اسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابہ جلد ۳ حصہ ۶۹ میں نقل کیا ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس وقت حضرت سراقہ بن مالک سے فرمایا۔

کیف اذ البست سوارى کسوى الخ یعنی کیا ہی بارگاہ کا وہ وقت جب تم کسی کھنکھلے پہنوں کے یہ حضور کی پیش گوئی تھی جو کہ باذن الہی ان کو سونے کے کنگن پہننے کی اجازت دی گئی تھی قرآن میں ہے۔ وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُوحٰی ذکر آپ اپنی خواہش سے کچھ نہیں کہتے جو کچھ کہتے ہیں وہ خدا تعالیٰ کی طرف سے وحی ہوتی ہے تو خدا تعالیٰ کے حکم کے ماتحت جس کو بھی کسی حکم سے مستثنیٰ فرمائیں اس میں کیا کلام ہے اور نہ اس سے مختار کل ہونا لازم آتا ہے۔ فافهم عجیب تماشا ہے کہ جس ذات کو اپنے خاندانی لوگوں نے وطن مالوف ترک کر دینے پر مجبور کر دیا تھا کھانے کے لیے پیٹ بھر کر نان چوس بھی میسر نہیں ہوتی ہونے کے لیے مکلف بھگہ تو کیا عمدہ مکان بھی حاصل نہیں تھا آرام کرنے کے لیے کوئی نرم و گرم بستر ابھی دستیاب نہیں تھا مگر اس بزرگ ہستی نے باذن الہی کسری کی حکومت کے کنگنوں کا وعدہ حضرت سراقہ بن مالک سے کیا۔

بستر خاک کا دو پارچے کھیل کی گلاہ تاج خسرو ہے یہی تخت سلیمان ہے اور یہ وعدہ حضرت عمر فاروق کے سنہری زمانہ خلافت میں پورا ہوا اور مسجد نبوی میں حضرت سراقہ بن مالک کو کسری کے کنگن پہنائے گئے اور دیکھنے والوں نے عالم کی نیرنگی کا تماشا دیکھا۔

کیف اذ البست الخ میں جو حکمت سمجھ آئی ہے وہ یہ ہے کہ اے سراقہ رہنما آج تو تم خدا تعالیٰ کے سپچے پیغمبر کو دنیا کی لالچ کے لیے قتل یا گرفتار کرنا چاہتے ہو مگر وہ وقت کیا ہی مبدل ہو گا جب تم مسلمان ہو گے اور تمہارے لیے خدا تعالیٰ کے رسول برحق کی رضا و دنیا و مافیہا سے بہتر ہوگی تم کسری کے کنگن پہنوں گے اور تمہیں

یہ انعام خدا تعالیٰ اور اس کے رسول برحق صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی فرمانبرداری میں حاصل ہو گا۔ دین بھی بوجہ اتم حاصل ہو گا اور دنیا بھی ہاتھ سے نہ چھوٹے گی۔ ہجرت کے اس واقعہ میں حضرت ابو بکرؓ کا آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وسلم کے ساتھ ہتھیلی پر جہان رکھ کر سفر کرنا کوئی معمولی بات نہیں ہے لہذا ایسی بزرگ شخصیت کے عداوت رکھنا اور ان کی خلافت کو تسلیم نہ کرنا سراسر اسلام دشمنی اور حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے عداوت کے مترادف ہے اعاذنا اللہ تعالیٰ منہ اور پھر حضرت عمرؓ کی ذات گرامی سے بغض و کینہ اور ان کی خلافت حقہ کا انکار جن کے دور خلافت میں رکسرنی کے غرآنے مسجد نبوی میں پہنچے اور آپ کی پیش گوئی پوری ہوئی اسلام کی کون سی خدمت ہے؟

۲۔ شیعو اکثر حضرات صحابہ کرام کو کافر اور مرتد کہتے ہیں کہ بغیر ان تین چار حضرات کے سب مرتد ہو چکے تھے (احتجاج طبرسی ص ۴۷) معاذ اللہ تعالیٰ۔

صامن الامة احد یایع مکوها امت میں سے کسی نے حضرت علیؓ اور سچا پیارا رسول غیر علیؓ واربعتنا۔ کے ساتھ حضرت ابو بکرؓ کے ہاتھ پر بجا استیعت نہ کی

(یعنی سچے اختیار سے بیعت کی بغیر ان پانچ حضرات کے شیعہ کے خیال میں)

حیاب القلوب جلد ۲ ص ۶۴۳ میں ہے۔ حسن مند کے ساتھ حضرت امام باقرؓ سے

روایت ہے کہ جملہ حضرات صحابہ جنصور کی وفات کے بعد مرتد ہو چکے تھے (العیاذ

باللہ تعالیٰ) مگر تین آدمی، حضرت سلمانؓ،

حضرت ابوذرؓ اور حضرت مقدادؓ۔

حضرت ابوذرؓ اور حضرت مقدادؓ۔

کتاب الاختصاص میں نیز روایت کافی ص ۱۱۵ و رجال کشی ص ۱۱۵ و احتجاج طبرسی

طبع ایران ص ۱۱۵ میں ہے۔

عن ابی جعفر قال کان الناس
اهل رِقَّة بعد النبی صلی اللہ
علیہ وسلم الا ثلاثة مقلداً والبوذرة
وسلمانؓ۔

اہم البھڑوہ فرماتے ہیں کہ لوگ (یعنی حضرات صحابہؓ)
حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی وفات کے بعد مرتد
ہو گئے تھے مگر تین، حضرت مقدادؓ، حضرت
البوذرةؓ اور حضرت سلمانؓ۔

کتاب الاختصاص میں ہے

سمعت ابا عبد اللہ علیہ السلام
يقول ان النبی صلی اللہ علیہ لما قبض
ارتد الناس علی اعتقادہم
کفاراً الا ثلاثة سلمان
دالبوذرة دعمار۔

روعون ثابت کہتے ہیں کہ میں نے اہم جعفر
صادقؑ سے سنا ہے جو کہتے تھے کہ حضور صلی اللہ
تعالیٰ کی وفات کے بعد سب لوگ (یعنی)
حضرات صحابہؓ مرتد ہو گئے تھے مگر تین مسلمان رہے
حضرت البوذرةؓ، حضرت سلمانؓ اور حضرت عمارؓ۔

غور کیجئے کہ آپ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد ایک لاکھ چوبیس
ہزار صحابی تھے ر مجمع بحار الانوار ص ۵۹۴ مگر ان کے نزدیک حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ
وسلمؐ کی تیس سالہ تعلیم کا نتیجہ خیر الائم سے یہ ہوا کہ وفات کے بعد معاً سب مرتد ہو گئے
حضرت موسیٰ علیہ السلام کے صحابی جو پہلے جادوگر تھے اور پھر مسلمان ہو گئے۔ فرعون کے
اشد عذاب سولی وغیرہ کی دہکی سن کر بھی یہ کہیں فَاَقْبَضَ مَا اَنْتَ قَاضٍ۔ اے
فرعون اے نابکار فرعون تجھ سے جو بھی فیصلہ ہو سکتا ہے کہ ہم دین حق کو نہیں چھوڑ
سکتے حالانکہ ان کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی صحبت کا بہت تھوڑا زمانہ نصیب ہوا
تھا اور یہ بھی ظلم ہے (قواعد شریعیہ کی روش سے) کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی
امت خیر الائم ہے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی مفضل امت تکالیف کو دیکھ کر اور
سن کر بھی مرتد نہ ہوئی اور خیر الائم حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ تیس سال
رہ کر کبھی بھی مرتد ہو گئی حالانکہ ان کو کوئی بھی تکلیف درپیش نہ ہوئی تو کیا یہ بڑا

راست شان نبوت پر حملہ نہیں کہ نعوذ باللہ اتنے عرصہ تک دن کو رات کو سفر میں حضر میں مسجد میں میدان جنگ میں آپ تعلیم دیتے رہے لیکن جب حضور دنیا سے تشریف لے گئے تو یہ معامرت ہو گئے۔ اسی لیے گاڈ فری ہیگنسن عیسائی مورخ نے اپنی کتاب اپالوجی (ترجمہ اردو ص ۶۷۶) میں ان کے متعلق نہایت سچ لکھا۔ عیسائی اس کو یاد رکھیں تو اچھا ہو کہ محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کے مسائل نے وہ درجہ نشہ دینی کا آپ کے پیروؤں میں پیدا کیا جس کو عیسیٰ (علیہ السلام) کے ابتدائی پیروؤں میں تلاش کرنا بے فائدہ ہے جب عیسیٰ کو سولی پر لے گئے تو ان کے پیرو بھاگ گئے ان کا نشہ دینی جاتا رہا۔ اور اپنے مقتدا کو موت کے پنجہ میں گرفتار چھوڑ کر چل دیئے پھر اس کے محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کے پیرو اپنے مظلوم پیغمبر کے گرد آئے اور آپ کے بچاؤ میں اپنی جانیں خطرہ میں ڈال کر دشمنوں پر آپ کو غالب کیا۔

۳۔ شیعہ دیگر حضرات صحابہ کرام پر عموماً اور حضرت عمرؓ پر خصوصاً زیادہ طعن کرتے ہیں آپ ضرور اس بات کا لحاظ کریں کہ جب بھی ان کی کوئی مجلس ہوتی ہے تو اس میں دیگر صحابہ کرام سے زیادہ تبرا وہ حضرت عمر فاروقؓ پر کرتے ہیں بلکہ بہت سے ناجائز قصے وضع کر کے ان کے ذمہ لگاتے ہیں بعض مندرجہ ذیل میں ملاحظہ فرمائیں۔

۱۔ حضرت عمرؓ نے حضرت فاطمہؓ کے پیٹ پر لات ماری اور حمل گرایا اور حضرت علیؓ کے گلے میں رسی ڈال کر گھسیٹ کر لے گئے (ار بوزر ان سے حضرت ابوبکرؓ کی بیعت کرائی) علامہ العیون جلد ۱ ص ۱۵۲ شیعہ کی مشہور و معروف کتاب ہے۔

افسوس کہ یہاں حضرت علیؓ کی بہادری جس کو درہ خیر اکھڑا کس نے۔ اور علی مشکل کشا وغیرہ الفاظ سے وہ یاد کرتے ہیں وہ کہاں گئی؟ غور فرمائیے کہ اس جعلی رام کہانی اور حضرت علیؓ کی شجاعت و بہادری کا کیا جوڑ ہے؟

فائدہ :- اور جس روایت میں ہے کہ خیر کا دروازہ جس کو ستر آدمی بھی نہیں اکھڑ

سکتے تھے حضرت علیؑ نے اکھاڑ دیا تھا۔ اس کی سند باطل ہے (راجع میزان الاعتدال ص ۱۲۲ جلد ۱ و جلد ۲ ص ۲۱۸ و تقریب ص ۴۹)۔

۲۔ حضرت عمرؓ نے حضرت فاطمہؓ کا گھر جلایا۔ راجع کتاب المرتضیٰ ص ۶۵ و الحدیث ص ۲۳۲ و مل و نخل جلد ۱ ص ۲۵ و غیرہ من الکتاب۔

۳۔ ایک روایت میں ہے کہ حضرت عمرؓ نے ایک تازیانہ (کوڑا) مارا حضرت فاطمہؓ کو جس سے ان کو اشد صدمہ ہوا۔

۴۔ فدک و خلافت صدیقؓ وغیرہ میں حضرت عمرؓ ہی کا ہاتھ تھا وغیرہ ذالک من الوقائع و الخرافات الواہیات۔

۵۔ اسی لیے ان میں سے غالی قسم کے لوگ آٹے کا عمرؓ بنا کر شہدے سے بھرتے ہیں اور تلوار مار کر کہتے ہیں کہ ہم نے عمرؓ کو قتل کیا اور شہدے کی کہتے ہیں کہ ہم نے حضرت عمرؓ کا خون پیا (استفدہ من بعض المحققین)۔

۶۔ حضرت عمرؓ پر اور حضرت ازواج مطہراتؓ پر اور حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عثمانؓ پر وہ سب زیادہ تبرک کرتے ہیں دیکھئے ان کی مشہور کتاب تھنہ لہوام جلد ۱ ص ۲ جب تک حضرت کے تین اصحاب حضرت ابو بکرؓ حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ پر اور دو ازواج پر لعنت و تبرک نہ کہہ لو مصلے سے نہ اٹھو۔ حضرت ازواج مطہراتؓ میں سے دو حضرت عائشہؓ بنت ابی بکرؓ اور حفصہؓ بنت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم ہیں۔

اب اس بات پر غور کرنا ہے کہ ان لوگوں کو ان حضرات سے عموماً اور حضرت عمرؓ سے خصوصاً کیوں دشمنی ہے کیا وجہ یہ کی علت و سبب ہے حضرت عمرؓ کی خلافت کے اخیر ۲۳ ھ تک مسلمانوں نے چھتیس ہزار شہر و قلعہ فتح کئے گویا ایک دن میں نو شہر یا تلے اپنے قبضہ میں کرتے رہے چار ہزار بیچانوں اور بیسکلوں کو سبوتا۔ حضرت عمرؓ کے مقبوضہ ممالک کا رقبہ بائیس لاکھ مربع میل تھا راجع پیش

تذکرہ علامہ مشرقی جلد ۶۹، ان ممالک میں خصوصیت سے عراق و ایران شامل تھے شام اور مصر وغیرہ بھی انہی مفتوحہ ممالک میں تھے۔ ایران جو کہ مجوسیوں کا ملک تھا ہجرت عمرہ کے زمانہ میں منسوخ ہوا اور کسری کے خزانے مسجد نبوی میں اکر تقسیم ہوئے حضرت سراقہ بن مالک کو کسری کے خزانے پہنا کر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پیشگوئی پوری کی گئی جب یہ لوگ ایرانی (مجوسی) گرفتار ہوئے اور اپنی سلطنت کے پرزے پرزے ہوتے دیکھے تو جس آگ کی وہ پوچھا کرتے اب وہ ان کے دلوں میں بھڑک اٹھی اور ان میں سے بعض مکار بظاہر اسلام میں داخل ہو گئے اور انہوں نے نام کی محبت اہل بیت سے ظاہر کی اور اس پر وہ میں وہ ایرانیہ کی اصل الاصول مجوسیت کی رُوح کا احیاء کرتے رہے حضرت عمرؓ سے اس لیے زیادہ دشمنی کرتے ہیں یہی وجہ ہے کہ آج بھی سب کے زیادہ شیعہ ایران اور عراق میں موجود ہیں کیونکہ انہوں نے ان کے ایران کو اسلامی ملک بنایا تھا ان کو گرفتار کر کے غلام بنایا ان کی صدیوں سے جو حکومت سچے مضبوط تھی۔ اس کا ایک تخت تختہ الٹ دیا ان کی عزت و کثرت بدل گئی ان کی شہر بالوکسری کی لڑکی (لوئڈی بن کر آئی) ان کے خزانے اور تخت و تاج ان کے سامنے حضرات صحابہؓ میں تقسیم ہوئے۔ یہ سب کچھ دیکھتے رہے گڑ میں زہر ملایا۔ اہل بیت کی ربرہ نامہ محبت میں لوگوں کو دھوکہ دیکر اسلام پر کاری ضرب لگانے رہے نہ اسلام سے محبت نہ اہل بیت سے ان کی محبت بس کفر سے مجوسیت سے اور اسلام مٹانے سے تھی اور ہے اہل بیت سے محبت کا مظاہرہ کر لیں۔ احتجاج طبرسی ص ۵۹ میں ہے کہ حضرت فاطمہؓ نے اپنے خاوند حضرت علیؓ سے یوں خطاب کیا۔

یا ابن ابی طالب اشملت شملہ
یا ابن ابی طالب مانند جنین در جم پر نشین
شدہ و شل غائبان در خائے گر خینہ (حق الیقین)

کر لے ابوطالب کے بیٹے بچہ کی طرح (ماں کے رحم میں) چھپ کر بیٹھا ہے اور
 سمت زوہ کی طرح خانہ نشین ہو گیا۔ کیا نعوذ باللہ تعالیٰ حضرت فاطمہؑ نے حضور
 صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم سے یہی تعلیم حاصل کی تھی کہ اپنے خاوند کو خصوصاً اہم برحق کو
 یہ سب کچھ کہنا جائز ہے اگر یہی ہے اہل بیت کی محبت تو واقعی ہم اس سے بیزار ہیں
 ۱۔ گر ولی اس بہت لعنت بردلی۔ اگر کسی مکان کی نیو اور بنیاد کچی ہو تو مکان کی عمارت
 کبھی کبھی ثابت نہیں ہو سکتی اور امت تک جو احکام و عقائد قرآن کریم اور احادیث
 پنجہیں وہ حضرات صحابہؓ اور حضرات انوار مطہراتؓ کے ذریعہ سے ہی پہنچیں جب قرآن
 کریم جمع کرنے والے کافر اور مرتد ہیں اور جن سے احادیث منقول ہیں وہ کافر و مرتد ہیں تو
 جس دین کی بنیاد ہی غراب ہو وہ دین نہ ہوا بچوں کا کھیل ہوا اور جس دین کے بانی اور ارکان
 عبد اللہ بن سبا اور ایرانی مجوسی ہوں اور عقائد متعبدہ۔ بدادہ۔ و تکفیر صحابہؓ ہو تو وہ بعینہ اس شعر کے
 مصداق ہیں۔

گر بہریر و سگ وزیر و دشمن را دیوان کنند
 این چنین ارکان دولت ملک را دیوان کنند
 دین میں جتنی خرابیاں پیدا ہوئیں ان کے بانی یہی لوگ ہیں ہم چند تاریخی شواہد پیش
 کرتے ہیں ملاحظہ فرمائیں۔

۱۔ کتاب الفرق فی الفرق (للامام عبد القادر بغدادی الشافعی المتوفی ۴۲۹ھ)

ص ۱۱ میں ہے۔

وما ظهرت البیع والصلوات
 من انبلاء السبایا کما روی
 فی الخبر الخ
 دین کے اندر بدعتیں اور گمراہیاں نہیں پھیلیں
 مگر قیدیوں کی اولاد سے (یعنی ایرانی وغیرہ جو
 قید ہو کر آئے) جیسا کہ حدیث میں وارد ہے۔

۲۔ تاریخ خطیب (علامہ بغدادی المتوفی ۴۶۳ھ) جلد ۴ ص ۳۰۸ میں ہے۔

ولما جاء الرشید لبشاکر رأس
 خلیفہ رشید کے سلسلے بڑا زندیق شاگرد نامی (رافضی)

الزنادقة ليضرب عنقه قال اخبرني
 له تعلمون المتعلم منكم اول
 ما تعلمونه الرفض والتقد قال
 اما قولنا بالرفض فاننا نريد به
 الطعن على الناقلة (راى الصحابة)
 فاذا ابطلت الناقلة او مثلك ان
 يبطل المنقول (راى الدين) الخ

پیش کش کیا گیا تاکہ اس کو قتل کیا جائے تو شیخ
 نے پوچھا یہ تو بلاؤ کہ تم سب پہلے شیعہ مذہب
 اور تقدیر کا انکار لوگوں کو کیوں کھلتے ہو۔
 شاکر نے جواب دیا کہ ہم جو شیعہ مذہب جس
 میں حضرات صحابہؓ کی تکفیر ہے اکھاتے ہیں تو
 اس لیے کہ ہمارا عقائد قاین مذہب حضرت محمدؐ
 پر طعن کرنا ہے ناقلین مذہب کہ کافر و مرتد بنا کر

باطل کر دیں گے تو جو دین ان سے منقول ہے وہ خود بخود باطل ہو گیا
 دیکھئے کتنی وضاحت سے شاکر زبذیق نے اقرار کیا کہ ہم مذہب اسلام کو باطل
 کرنا چاہتے ہیں اور اس کی واحد صورت یہی ہے کہ ہم حضرات صحابہؓ کو کافر و مرتد
 کہیں۔ ہم اس پر چند حوالے اور پیش کر دیتے ہیں جن کا مطلب یہی ہے کہ الفاظ یہ نہیں
 ۳۔ اصحابہ فی تذکرۃ الصحابہ ص ۱۸ لابن حجر عسقلانی؟

۴۔ البیواقت والحوادث ۲۲۶ عبد الوہاب شحرانی الممتون ص ۹۴۳۔
 ۵۔ کتاب المعتمد باب سوم فصل چہارم فضل اللہ تواریق معاصر شیخ سعدیؒ۔
 (شیخ سعدیؒ متوفی ۶۹۹ھ)

فائدہ :- یہ مذکور وجہ اصل علت ہے مگر بعد کے بعض جاہل یہ سمجھے کہ ان کو اہل
 بیت سے واقعی محبت ہے اور وہ اس کو نیک نیتی سے اسلام سمجھ کر پھنس گئے۔
 فشتان مابینہما۔ فتامل۔

حضرات صحابہؓ کو کافر سے عداوت کے فتنہ عجیب اور ایرانی ہونے کی ایک واضح
 دلیل یہ بھی ہے کہ حضرت عمرؓ کو جس آدمی نے شہید کیا ہے وہ حضرت مغیرہؓ بن
 نضجہ کا ایک مجوسی غلام تھا جس کا نام فیروز اور کنیت ابو لوؤ تھا تھی۔ (راجع کتب التاریخ)۔

اکمال فی اسما الرجال ص ۱۱۰ وغیرہ اور حضرت عمرؓ کی شہادت ہرمزان کی دسیہ کاری کا نتیجہ ہے جو قسطنطنیہ کا بادشاہ تھا گرفتار کر کے مدینہ طیبہ لایا گیا زبان سے منافیانہ کلمہ پڑھا مگر دل میں کفر تھا (ملاحظہ ہو فیض الباری ص ۳۴۳)

اور حضرت عثمانؓ کو شہید کرنے والا اسود تجذبی مصری تھا وہوالا صحابہ راجع اکمال ص ۱۱۰ وغیرہ۔ حضرت صدیق اکبرؓ سے دشمنی کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ انہوں نے حضرت عمرؓ کو اپنے بعد خلیفہ بنایا جن کی وجہ سے اسلام خوب پھلا اور پھولا۔ شیعہ سے ایک سوال۔

حضرت شہر بانو بنت کسری حضرت عمرؓ کی خلافت میں لونڈی بنا کر مدینہ میں لائی جاتی ہے اور اس کا نکاح حضرت حسین بن علیؓ سے ہوتا ہے ان سے بڑے بڑے امام پیدا ہوتے ہیں خصوصاً حضرت امام زین العابدینؓ اصول کافی کتاب الحجۃ ص ۲۹۹ باب مولد علی بن الحسین (روح شہرہ الصافی کتاب الحجۃ ج ۲ ص ۲۰۴ و ص ۲۰۵) میں ہے۔

عن ابی جعفر علیہ السلام
قال لما اقدمت بنت یزد جرد
علی عمرالی ان قال فقال له
امیر المومنین علیہ السلام لیس
ذالک خیرھا رجلا من المسلمین
وَأَحَبُّھَا بِقِیْمَہِ فُخْرِہَا فِجَاعَتِ
حَتَّى وَضَعْتَ بَیْدَہَا عَلَی
رَأْسِ الْحُسَیْنِ عَلَیہِ السَّلَامُ فَقَالَ
امیر المومنین علیہ السلام
مَا اسْمُکَ فَقَالَتْ جَہَانُ شَاہُ

حضرت امام جعفرؓ فرماتے ہیں کہ جب (غنیّت میں)
نوشیرواں یزدجرد کی بیٹی بھی حضرت عمرؓ کے سامنے پیش
ہوئی (پھر گے فرمایا) تو حضرت عمرؓ کو حضرت علیؓ نے کہ
آپ کو حکم صادر کرنے کی ضرورت نہیں آپ اس لڑکی
کو اجازت دیں کہ مسلمانوں میں سے جس کو بھی پسند کرے
اس لونڈی کو اس مسلمان کی غنیّت کا حصہ شمار کر لیں
یعنی اس کو اس کی غنیّت کا حصہ سمجھ لیں پس اس
کو اختیار دیا گیا سو اس نے اٹھ کر حضرت حسینؓ کے سر پر
ہاتھ رکھ دیا حضرت علیؓ نے پوچھا تمہارا نام کیا ہے
کہنے لگی جہان شاہ حضرت علیؓ نے فرمایا بلکہ تمہارا

فقال لها امير المؤمنين بل
شهر بادو ثم قال للحسين يا
ابا عبد الله ليلدن لك منه لخير
اهل الارض فولدت علي
بن الحسين الخ۔

نام شہر بانو ہے اور پھر حضرت حسینؑ سے فرمایا
کہ تمہارے ہاں اس لڑکی کے بطن سے ایک بچہ
پیدا ہوگا جو دنیا میں سب سے بہتر ہوگا آخر کا حضرت
علی بن حسینؑ کا لقب بزین العابدینؑ پیدا ہوئے۔
فائدہ یہ کہ اثناعشر میں سے چوتھے مہر کے امام
ہیں۔ (المستوفی صفحہ ۹۵)

اگر حضرت عمرؓ کی خلافت غاصبانہ تھی اور وہ مرتد تھے معاذ اللہ تعالیٰ تو یہ
غنیمت جو مرتد کے ہاتھ سے تقسیم ہوئی لازمی نتیجہ ہے کہ حرام ہوگی تو یہ شہر بانو بھی مال
حرام سے ہوگی۔ تو جو امام اس حرام لونڈی سے پیدا ہوئے تو وہ امام کیسے بن گئے۔ کیا یہی
ہے محبت اہل بیت کی۔ بسینوا تو جبروا۔
غیر مسلم کی شہادت

ہم اس مقام پر اسلام اور مسلمانوں کے بدترین دشمن موسیٰ بن کرم چند گاندھی المولود
۱۲۸۵ھ کا ایک اقتباس پیش کرتے ہیں غور سے ملاحظہ فرمائیں۔ جب ۱۹۳۷ء میں
آٹھ صوبوں کا نظم و نسق کانگرس کے ہاتھوں میں آگیا تو گاندھی جی کو ضرورت محسوس ہوئی کہ
اپنے دھرم کے لیے بہترین حکومت کا نمونہ پیش کریں تو انہوں نے حضرت صدیق اکبرؓ
اور حضرت عمر فاروقؓ کو بطور نمونہ پیش کیا چنانچہ وہ لکھتے ہیں کہ دنیا بھر کی دولت ان کے
پاؤں پر تصدق ہونے کو تیار تھی لیکن انہوں نے قناعت پر ہیز گاری اور سادہ زندگی
بسر کرنے کو ترجیح دی ان کی پرہیز گار زندگی کی مثال تاریخ کے اوراق میں چراغ نے
کر ڈھونڈنے سے بھی نہیں مل سکتی وہ موٹے کپڑے پہنتے اور سادہ خوراک کھاتے تھے
(مرکزین ۷، ارجوزائی ۱۹۳۷ء)

یہ شہادت کوئی معمولی شہادت نہیں کیونکہ مسلمانوں کے نزدیک تو دنیا کے

تقریباً چھ سات ہزار سال ہی گزرتے ہیں مگر ہندوؤں کے نزدیک چار دور مشہور ہیں، تاریخ فرشتہ ج ۱ ص ۷۔

- ۱۔ ست جبکہ یہ دور مشرقی لاکھ اٹھائیس ہزار سال کا ہے عطر جی ایک لاکھ برس۔
- ۲۔ تریما جبکہ یہ دور بارہ لاکھ چھیانوے ہزار برس کا ہے عطر جی دس ہزار برس۔
- ۳۔ دوامہ جبکہ یہ آٹھ لاکھ چوبیس ہزار برس کا ہے عطر جی ہزار سال بحضرت آدمؑ اور حضرت نوح علیہما السلام بقول ان کے اسی دور میں تھے۔

۴۔ کلجنگ، چار لاکھ بیس ہزار سال کا ہے عطر جی ستر سال

پہلے تین دور تو یقیناً گزر چکے ہیں جن کا مجموعہ ۳۸ لاکھ ۸۸ ہزار سال ہوتا ہے۔ چوتھے دور کا بھی کچھ حصہ گزر چکا ہے مگر ہم پہلے ہی تین دور لے لیتے ہیں تو ان ۳۸ لاکھ ۸۸ ہزار سال کے اندر گانہ جی کی وجہ سے کہ وہ روہیوں کی تاریخ سے واقف ہیں عمالقہ کی تاریخ سے آگاہ ہیں یونانیوں کی ہٹری جانتے ہیں جاپان چین اور انگلستان کے واقعات واقف ہیں اپنی ہندوؤں کی تاریخ سے بھی واقف ہیں نہ ان کو رام چند جی نظر آتے ہیں کہ ان کی حکومت کا نو نہ پیش کریں نہ کرشن جی نہ بیاس جی نہ در سکراجے اور ہاراجے اور دھوئے سکتے ہیں کہ حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ کی عارلانہ اور سادہ حکومت کی مثال تاریخ کے اوراق میں چرخ لے کر ڈھونڈھنے سے بھی نہیں مل سکتی یہ نہیں کہتے مل نہیں سکتی بلکہ یوں کہتے ہیں مل نہیں سکتی سے

وملیحة شهدت بها صلواتها

الفضل ما شهدت به لا عداء

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت

ہم ان کی وفات کا مختصر سا تذکرہ کرتے ہیں جو کامل مسرور المتوفی فی ۲۵ شعبان ۴۰ھ

جلد ۲ ص ۱۱۳ اور محاضرات جلد ۲ ص ۱۲۲ ونبذة منہ فی جلد ۲ ص ۱۹۳ شیخ محمد الحنفیؒ

(الموتی ۱۲۵۵ھ) وغیرہ میں موجود ہے کہ عبدالرحمان بن ملجم خارجی اور حجاج بن عبداللہ القری
المعروف بابرک اور زاذویہ مولیٰ بنی عمر بن تیم قینوں نے مشورہ کیا کہ ہم میں سے ہر ایک ان
تین بزرگوں میں سے ایک ایک کو قتل کرے گا۔ عبدالرحمن بن ملجم حضرت علیؑ کو جو کہ کوفہ
میں تھے حجاج بن عبداللہ حضرت امیر معاویہؓ کو جو دمشق میں تھے اور زاذویہ حضرت عمرؓ
بن العاص کو جو مصر میں تھے۔ اور ان کے قتل کی ایک رات مقرر کی تاکہ سب پر ایک
ہی رات میں حملہ کیا جائے حجاج بن عبداللہ بھی ناکام رہا زاذویہ نے مصر کی مسجد میں صبح
کے وقت ایک شخص خارجی نامی پر یہ سمجھ کر کہ یہ حضرت عمرؓ بن العاص ہیں حملہ کر دیا جب
اسے معلوم ہوا تو اس نے کہا اردت عمروا و اراد اللہ خارجۃ میرا ارادہ تو عمرو بن العاص
کو مارنے کا تھا مگر خدا تعالیٰ نے خارجہ کے متعلق ارادہ کیا (یہ اب مشہور ضرب المثل ہے
جب انسان کرنا کچھ چاہتا تھا اور ہو کچھ جائے تو کہتے ہیں اردت عمروا الخراج فارخ
ابن خذکان لقاضی شمس الدین احمد بن خذکان الموتی ۶۸۱ھ) عبدالرحمان بن ملجم نے حضرت
علیؑ کو صبح کے وقت زخمی کر دیا یہ واقعہ ۱۸ رمضان جمعہ کے دن سنہ ۴۰ھ کا ہے اور
۲۱ رمضان بروز اتوار وہ انتقال فرما گئے انا للہ وانا الیہ راجعون۔

علامہ ہضریٰ فرماتے ہیں (جلد ۲ ص ۱۲۱ محاضرات)

ودفن بالكوفة التخی کانت اور وہ کوفہ میں دفن کئے گئے جہاں ان کا
حاضرة خلافت دار الخلافہ تھا۔

کل مدت خلافت ۴ سال اور کچھ دن کم نو مہینے اور کل عمر ۶۳ سال یا ۶۵ سال
یا ۶۷ سال یا ۶۸ (اکمال ص ۶۲) والد ولہوالاصح۔

حضرت امام حسینؑ بن علیؑ کی شہادت

محاضرات جلد ۲ ص ۱۹ میں ہے کہ

حضرت امام حسینؑ ۱۰ محرم سنہ ۶۱ھ کو شہید کئے گئے اور ان کے ساتھ اس وقت

فقط اسی آدمی تھے اور جوان میں سے شہید کئے گئے ان کی تعداد بہت کم تھی۔ اور ان کے مقابلہ میں ابن سعد کی فوج کا ٹکڑا اسی آدمی مارے گئے رہا یہ معاملہ کہ قاتلین حضرت امام حسینؑ کون لوگ تھے؟ تو یہ پہلی بحث سے خارج ہے دل تو چاہتا ہے کہ قلم کو نہ روکا جائے اور نہ
 رہبرانِ رخنہ ننگی راہ نیست عشق ہم راہ لغت و ہم خود منزلت
 مگر صرف چند اشارات پر اکتفا کی جاتی ہے۔ بقول شاعر

لاؤ تو قتل نامہ ذرا میں بھی دیکھ لوں کس کس کی مہر ہے ہر محضر لگی ہوئی
 قاتلین حضرت حسینؑ کون لوگ ہیں؟ کیا حضرت امیر معاویہؓ میں ہرگز نہیں جلد۲۲۲
 میں ہے کہ حضرت امیر معاویہؓ نے یزید کو حضرت امام حسینؑ کے تعلق خاص وصیت کی اور کہا کہ مجھے یقین ہے کہ اہل عراق (کوئی) حضرت حسینؑ کو اپنی طرف بلائیں گے اور ان کی یاری و نصرت نہ کریں گے بلکہ یکہ و تنہا چھوڑ دیں گے۔ اے یزید اس وقت تو اگر ان پر فتح پاوے تو ان کے حق حرمت کو نہ گناہ رکھنا اور ان کی قدر و منزلت اور قرابت کا جو ان کو حضرت رسالت اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ہے مواخذہ نہ کرنا اور اتنے عرصہ میں میں نے جو ردِ ابط استحکم کئے ہیں ان کو قطع نہ کر بیٹھنا اور ہرگز کسی قسم کا صدمہ ان کو نہ پہنچنے دینا۔ انتہی۔

اور ناسخ التاریخ جلد ۶ ص ۱۱۱ میں ہے اے بیٹے غبارِ جب قیامت میں حق تعالیٰ کے سامنے پیش ہوں گے تو ایسا نہ ہو کہ حسینؑ بن علیؑ کا خون تمہارے گلے میں ہو الا اور ناسخ التاریخ جلد ۶ ص ۸۷ میں ہے کہ حضرت معاویہؓ نے فرمایا میں حسینؑ کو کس طرح غیب لگاؤں کہ میں ان میں کوئی غیب نہیں پاتا الخ یہ تین حوالے شیعہ حضرت کی مشہور کتب سے نقل کئے گئے ہیں کہ امیر معاویہؓ نے قاتل نہ زمانہ قتل میں موجود نہ راضی۔
 و ہوا المطلب۔

کیا یزید یا یزید کے ایلا سے حضرت امام حسینؑ شہید ہوئے اس کے متعلق بھی حینہ

حوالے ملاحظہ کر لیں۔

۱۔ جب زحیر بن قیس نے شہادت امام حسینؑ کی خبر یزید کو سنائی تو ناسخ آتاریخ
ص ۲۶۹ میں ہے کہ۔

یزید نے لمحہ بھر سر نہ بچ کر لیا اور اتنا حیلان ہوا کہ
بات تک نہ کی پھر سراٹھا کر کہا کہ میں بغیر قتل حسینؑ
کے تمہاری اطاعت پر راضی تھا اگر میں ساتھ ہوتا
تو قیلاً معاف کر دیتا اور قتل نہ ہوتے دیتا۔
کنت صاحبہ لعنوت عنہ

۲۔ جب ثمری الجوشن حضرت امام حسینؑ کا سر مبارک لیکر یزید کے پاس آیا اور کہا کہ
املاً رغبالی فضةً وذہباً قتلْتُ خیر الخلق اُمّاً وابناً

میری رکاب مرنے اور چاندی سے بھرتے میں نے نجیب الطرفین کو قتل کر دیا ہے
تو خلاصۃ المصاب ص ۲۸ میں ہے کہ

فغضب یزید ونظر الیہ شذوا
وقال مَلَأَ اللّٰهُ رِکَابَکَ نَاراً۔ ویل لک
اذا علمت انہ خیر الخلق فلیہ
قتلتہ اخرج من بین یدی
لہ جائزۃ لک عندی۔
یزید نے غضب کی حالت میں سر کو دیکھا اور کہا
خدا تعالیٰ تیری رکاب کو آگ سے بھرتے جب
تو جانتا تھا کہ حضرت حسینؑ خیر الخلق ہیں تو تو نے
انہیں کیوں قتل کیا جا دفع ہو جائیو سے لے میرے
پس کچھ انعام نہیں۔

۳۔ جلاء العیون ص ۵۲ میں ہے کہ یزید نے کہا کہ

ابن زیاد لعین در امر او تعجیل کرد ومن
راضی بکشتن او بنودم۔
ابن زیاد لعین نے حضرت حسینؑ کے حاملہ میں جلای
کی میں ان کے قتل کرنے پر ہرگز راضی نہ تھا۔

۴۔ طراز مہیب مظفری ص ۵۶ میں ہے

خدائے بگشتہ پسر مر جانہ را کہ حسین را بگشت
خدا تعالیٰ ہلاک کرے ابن مر جانہ را ابن زیاد کا کہ

و مراد دو جہاں رو سیاہ ساخت
حضرت حسینؑ کو اس نے قتل کر دیا اور مجھ و جہاں
میں رو سیاہ کر دیا۔

۵۔ جلال العیون ص ۵۲۷ میں ہے کہ یزید نے اپنی بیوی ہندہ کو کہا: "اے ہندہ
بہ فرزند رسول خدا و بزرگ قریش نوحہ درازی کن" اے ہندہ فرزند رسول (صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم) اور قریش کے سردار پر نوحہ کر۔

۶۔ خلاصۃ المصائب ص ۳۵۳ میں ہے کہ یزید غلوت و جلوت میں حضرت
امام حسینؑ کے لیے یقیناً رہ کر رہتا تھا۔

فائدہ :- امام حسینؑ پر روزانہ یزید کی سنت ہے۔ اس سنت یزید پر شیعہ قائم ہیں۔
یہ بین تفاوت راہ از کجاست تا بہ کجا

۷۔ یزید نے اہل بیت کو عزت سے سوار کر کے اور بہت سا سامان سے کرخصت
کیا۔ خلاصۃ المصائب ص ۲۹۲۔

پھر کس نے حضرت امام حسینؑ کو دغا دیکر قتل کیا یا کر لیا۔

ربیع الاول ۶۱ھ میں جب بموجب پیشین گوئی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت
امام حسنؑ نے حضرت امیر معاویہؓ سے صلح کی (بخاری ج ۱ ص ۳۷۳ وغیرہ) میں روایت ہے
کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت حسنؑ کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ

ان ابخی هذا سید ولحد

اللہ ان یصلی بہ بین

فبشئین عظیمین من

المسلمین۔

توشیعوں نے کہا۔ ۱۔ جلال العیون ص ۳۳۶ تم نے ہماری گردنوں کو زلیل کر دیا۔ اور شیعہوں
کو مہز امیہ کا غلام بنا دیا الخ۔ ۲۔ شیعہ حضرت امام حسنؑ کو یا مذل المؤمنین و یا عار المؤمنین کے

الفاظ سے گستاخانہ خطاب کرتے تھے۔ جلال العیون ص ۲۳۶۔ ۳۔ ایک شیعوہ جس کا نام سفیان بن ابی یعلیٰ تھا وہ جب سلام کرتا تو یوں کہتا السلام علیک یا عار المؤمنین۔ السلام علیک یا نذل المؤمنین۔ جلال العیون ص ۲۲۴۔

حضرت امام حسینؑ کو شیعہ کوفہ نے خط لکھا کہ آپ ضرور اس شہر میں تشریف لا کر اس کو منبر کریں۔ ہم حضرت کی بیعت کریں گے۔ سلیمان بن صرد۔ مسیب بن نجہ۔ رفاعہ بن شداد۔ وجیب بن مظاہر وغیرہ شیعوں نے خط لکھے۔ (جلال العیون ص ۲۲۴) نسخ التواریخ جلد ۶ ص ۱۳۱ (میج الاخران ص ۴۸۴) جب بارہ ہزار خطوط شیعوں نے لکھے تو حضرت امام حسینؑ نے اپنے پیچھے بھائی حضرت مسلم بن عقیلؑ کو نائب بنا کر حالات معلوم کرنے کے لیے روانہ کیا (جلال العیون ص ۲۲۴) حضرت امام مسلمؑ کے کوفہ پہنچتے ہی اسی ہزار کوفیوں نے بیعت کی۔ نسخ التاریخ ص ۱۲۳ میں ہے کہ ہشتاد ہزار کس باطمینان بیعت کر دی۔ شیعہ نے حضرت امام حسینؑ کو خط لکھا کہ صد ہزار شیر برائے نصرت تو دیا است (میج الاخران ص ۵۵) ایک لاکھ تلوار آپ کی حمایت کے لیے تیار ہے حضرت امام مسلمؑ اپنی شہادت کے ۲۴ روز پہلے ان کی کاروائی سے دھوکہ کھا کر امام حسینؑ کو خط لکھتے ہیں کہ آپ بھی آئیں یہ لوگ بڑے بہادر ہیں۔ خلاصہ کلام یہ کہ حضرت امام مسلمؑ کو بھی انہوں نے شدید کیا (نسخ التاریخ) اب سوال یہ ہے کہ خط لکھنے والے کوئی کون تھے۔ سنی یا شیعہ۔ چند حوالے ملاحظہ فرمائیں۔

۱۔ مجالس المؤمنین ص ۲۵ میں قاضی نور اللہ شہرستانی شیعہ لکھتے ہیں کہ کوفیوں کے شیعہ ہونے کے لیے دلیل کی ضرورت ہی نہیں بلکہ ان کا سنی ہونا محض دلیل ہے۔ اس کے کہتے ہیں اگرچہ ابو حنیفہؒ کو فی باشد۔ یعنی اگرچہ حضرت امام ابو حنیفہؒ (وغیرہ) سنی تھے مگر ان کا معدوم۔

۲۔ جو خطوط امام حسینؑ کی طرف جاتے تھے ان میں یہ لکھا ہوتا تھا۔ از جانب فلاں

بن فلال و سائر شیخان الحداد نسخ التاریخ وغیرہ)۔ ۳۔ سلیمان بن مردخزاعی کے گھر میں جب
اہم حسینؑ کے بدلے کی پہلی اسکیم پاس ہوئی تو اس نے کہا انتہی شیعہ و شیعہ ایسے
ذناخ التوارخ و جملار العیون یعنی تم ہی حضرت اہم حسینؑ اور ان کے والد کے گروہ میں شامل ہو
اہم حسینؑ جب لشکر گاہ میں پہنچے ہیں تو فرماتے ہیں کہ تم نے میرے باپ کے کون سی وفادری
کی جو اب میرے ساتھ کرو گے۔ جب لشکر گاہ کی طرف گئے تو ساتھ کوئی بھی نہ تھا۔

(جملار العیون ص ۳۱۲) اور فرماتے ہے۔ قد خذنا شیعنا۔ (خلاصۃ المصاب ص ۱۹)

ہماری شیعہوں نے ہم کو بے یار و مددگار چھوڑ دیا اور اسی طرح نسخ التاریخ ص ۱۶۳ و جملار العیون
میں ہے اور نیز فرماتے ہیں و یلکد اہل الکوفة ان یقتلکم کتبتکم و غمودکم
و ذبح عظیم ص ۳۳۵) اے اہل کوفہ تم اپنے خطوط اور وعدوں کو بھول گئے جب کہ خود

اہم حسینؑ فرماتے ہیں کہ مجھے کو فیوں نے بلایا تھا اور یہ ان کے خط ہیں مگر اب وہی میرے
قتل کرنے کے لیے ہیں ذناخ التوارخ ص ۱۵۹ و خلاصۃ المصاب ص ۱۱) حضرت

اہم زین العابدینؑ فرماتے ہیں کہ جب ہی ہم پر روتے ہیں تو پھر کوئی بتائے کہ اہل کوفہ نے ہم

پر کیسے تم توڑا اور ہمارے بڑوں کو قتل کیا (نسخ التوارخ جلد ۶ ص ۲۴۸) حضرت زینبؑ

فرماتی ہیں اے اہل کوفہ اور اے اہل مکہ و جیلہ تم نے ہی ہمیں قتل کیا اور تم ہی ہم پر ماتم

کرتے ہو (جملار العیون) علامہ غلیل قرظینی صافی شرح کافی میں لکھتے ہیں۔ باعث

کشتہ شدن ایشان صلوة اللہ علیہم تقصیر شیعہ امامیہ است از تقیہ و ماندن آن۔ خطوط لکھتے

والوں نے اہم کی شہادت کے بعد اقرار کیا کہ ہم سے جرم عظیم ہوا تو یہ کرو (مجالس المؤمنین)

مگر قتل کرنے اور کروانے کے بعد توبہ کا کیا معنی ؟

کی کسے قتل کے بعد اس نے جحد سے توبہ کی تھی اس زودیشیاں کا شیاں ہونا

خلاصۃ المصاب ص ۲۰ و نسخ التوارخ جلد ۶ کتاب ۱ ص ۱۶۴ و تلخیص مرتع کر بلا

میں ہے لیس فیہم شامی ولا حجازی بل جیسعہم من اہل الکوفۃ۔

کہ فائقین اہم حسینؑ نہ نوشامی تھے اور نہ حجازی بلکہ سب کے سب اہل کوفہ تھے۔ وللتفصیل راجع مبسوطات۔

علامۃ المصائب ص ۳۴ میں ہے کہ حضرت اہم حسینؑ عین میدان جنگ میں فرماتے ہیں قل خذلنا شیعتنا شیعیان ما دست، از یاری باز برداشتند (جلالہ العیون) ہمارے شیعوں نے ہماری مدد کرنے سے ہاتھ اٹھالیا ہے۔ اور ایسا ہی ناسخ التواریخ ص ۱۶۳ میں ہے اور حضرت اہم حسینؑ کو شہید کرنے اور گردنے کے بعد آج تک وہ قاتلوں پر پردہ ڈالے ہوئے ہیں اور ماتم کناں میں سگر۔

خون ناحق بھی چھپانے سے کہیں چھپتا؟ کیوں وہ بیٹھے ہیں مری غش یہ دامن ڈالے دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ ہمیں حق سمجھنے اور حق پر ثابت قدم رہنے کا توفیق دے۔

الحمد لله اولاً و آخراً و ظاهراً و باطناً و صلى الله تعالى على النبي و على آله واصحابه و ازواجه و سلم و کثیراً۔

وانا العبد الحقير محمد سرفراز خاں صدر الحنفی مذهباً

والدیوبندی مسلکاً و الحسینی مشرباً و السوائی نسباً

والہزاروی مولداً

مکتبہ صفدریہ نزد گھنڈ گھر کو جرنوالہ کی مطبوعات

عزرائل السنن تقریر ترمذی معنی سوم	احسن الکلام مسئلہ اولیٰ و ثانیہ	لکین الصدور مسئلہ اولیٰ و ثانیہ	الکلام المفید مسئلہ اولیٰ و ثانیہ	ازالۃ الريب مسئلہ اولیٰ و ثانیہ
راہ دست دو مکتبہ اولیٰ و ثانیہ	آنحضور کی خدمت مسئلہ اولیٰ و ثانیہ	احسان الباری مسئلہ اولیٰ و ثانیہ	طائفہ منصورہ مسئلہ اولیٰ و ثانیہ	ارشاد الشعبہ مسئلہ اولیٰ و ثانیہ
رو و شریف دو مکتبہ اولیٰ و ثانیہ	عبادت اکابر مسئلہ اولیٰ و ثانیہ	تبلیغ اسلام مسئلہ اولیٰ و ثانیہ	گلہ دستہ توحید مسئلہ اولیٰ و ثانیہ	دل کا سرور مسئلہ اولیٰ و ثانیہ
راہ ہدایت دو مکتبہ اولیٰ و ثانیہ	بانی دارالعلوم دیوبند مسئلہ اولیٰ و ثانیہ	ینا بیع مسئلہ اولیٰ و ثانیہ	چراغ کی روشنی مسئلہ اولیٰ و ثانیہ	مسئلہ قربانی مسئلہ اولیٰ و ثانیہ
میراثیت بہار دو مکتبہ اولیٰ و ثانیہ	مسئلہ اولیٰ و ثانیہ	العام المرہان دو مکتبہ اولیٰ و ثانیہ	ملیہ المسلمین دو مکتبہ اولیٰ و ثانیہ	توضیح الصرام دو مکتبہ اولیٰ و ثانیہ
آئینہ حمیری دو مکتبہ اولیٰ و ثانیہ	شوق حدیث دو مکتبہ اولیٰ و ثانیہ	مال علی قاری دو مکتبہ اولیٰ و ثانیہ	تتبیح مستمن دو مکتبہ اولیٰ و ثانیہ	باب جنت دو مکتبہ اولیٰ و ثانیہ
سورہ و کتاب دو مکتبہ اولیٰ و ثانیہ	تفریح الخواطر دو مکتبہ اولیٰ و ثانیہ	چہل مسئلہ دو مکتبہ اولیٰ و ثانیہ	عمدة الاشارات دو مکتبہ اولیٰ و ثانیہ	الشہاب النقیب دو مکتبہ اولیٰ و ثانیہ
سارح مونی دو مکتبہ اولیٰ و ثانیہ	نالیس دعا میں دو مکتبہ اولیٰ و ثانیہ	مقام الیٰ خفیہ دو مکتبہ اولیٰ و ثانیہ	تکم الذکر بالجہر دو مکتبہ اولیٰ و ثانیہ	شوق جہاد دو مکتبہ اولیٰ و ثانیہ
الغیب الکلام دو مکتبہ اولیٰ و ثانیہ	انکار حدیث کے نتائج دو مکتبہ اولیٰ و ثانیہ	مرزائی کا جنازہ دو مکتبہ اولیٰ و ثانیہ	مختار جامعہ دو مکتبہ اولیٰ و ثانیہ	اختفاء الذکر دو مکتبہ اولیٰ و ثانیہ

مکتبہ صفدریہ

نور انوار دو مکتبہ اولیٰ و ثانیہ	حمید یاد دو مکتبہ اولیٰ و ثانیہ	نور انوار دو مکتبہ اولیٰ و ثانیہ	نور انوار دو مکتبہ اولیٰ و ثانیہ	نور انوار دو مکتبہ اولیٰ و ثانیہ
نور انوار دو مکتبہ اولیٰ و ثانیہ	نور انوار دو مکتبہ اولیٰ و ثانیہ	نور انوار دو مکتبہ اولیٰ و ثانیہ	نور انوار دو مکتبہ اولیٰ و ثانیہ	نور انوار دو مکتبہ اولیٰ و ثانیہ